سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

نشان.........

نفسیات جنون

اشاعت سنہ ۱۹۱۲ء

مصنفہ

برنارڈ ہارٹ

ایم، ڈی (لندن) ایف آر سی، پی (لندن)

(فلو یونیورسٹی کالج لندن)

مُترجمہ

مولوی احسان احمد صاحب

بی، اے (علیگ)

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۶۴ھ سنہ ۱۳۵۴ف سنہ ۱۹۴۵ء

مطبوعہ

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعہ عثمانیہ

نشان......

نفسیات جنوں

اشاعت سنہ ۱۹۴۱ء

مصنفہ

برنارڈ ہارٹ

ایم، ڈی (لندن) ایف آر سی پی (لندن)

(فلو یونیورسٹی کالج لندن)

مترجمہ

مولوی احسان احمد صاحب بی، اے (علیگ)

رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

سنہ ۱۳۶۴ھ سنہ ۱۳۵۴ف سنہ ۱۹۴۵ء

مطبوعہ

دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

نفسیات جنوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

صہ ۵ یہ کتاب نفسیات جنون پر جامع ہونے کی ہرگز مدعی نہیں ہے۔ زمانۂ حاضرہ میں مستقل مذاہب فکر کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے، اور ان کے طریق تحقیق میں اساسی اختلاف پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس موضوع پر کسی تصنیف کو ایک مختصر سی کتاب تک محدود کر دینا بہت مشکل ہے۔ اس کتاب کے اندر صرف اس بات کی کوشش کی گئی ہے، کہ غیر طبعی نفسیات میں حال میں جو ترقیاں ہوئی ہیں، اور جن سے نہایت اہم نتایج حاصل ہوئے، اور جو مزید تحقیق کے لیے غیر معمولی طور پر امید افزا میدان پیش کرتی ہیں ان کو واضح طور پر بیان کر دیا جائے۔

موضوع کتاب کو باقاعدہ ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ وہ عام اصول جنھیں ثابت کرنا مقصود ہے بالکل واضح ہو جائیں۔ لیکن اتنی مختصر سی کتاب میں باقاعدہ ترتیب کا اختیار کرنا کسی حد تک مسلماتی انداز بیان اختیار کرنے کو ضروری بنا دیتا ہے۔ اس لیے متعلم کو میں پہلے ہی سے متنبہ کیے دیتا ہوں، کہ اس کتاب میں جو نظریات بیان ہوئے ہیں، ان میں سے اکثر ابھی تک قطعی طور پر پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچے۔ اور انھیں صرف ایسے مفید مفروضات ہی قرار دیا جا سکتا صہ ۶ ہے، جن میں آخر میں بڑی ترمیم و اصلاح کی ضرورت ہو گی۔

نیز یہ بات بھی اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس کتاب میں جنون کے پورے شعبے پر احاطہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اس میدان کے بعض حصوں کو صرف اس خیال سے انتخاب کر لیا گیا ہے کہ نفسیاتی طرق

تحقیق سے ان سے مفید نتایج حاصل ہوتے ہیں۔ مجھے اس امر کی پوری توقع ہے کہ آیندہ ان کو زیادہ وسیع پیمانے پر استعمال کیا جائے گا۔ لیکن ہمارے علم کی اس زمانے میں جو کچھ حالت ہے اس کے لحاظ سے یہ صاف طور پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جنون کے بڑے بڑے شعبوں میں ان کا افادہ بہت ہی محدود ہے۔ حال کے اکثر محققین کی تصانیف سے نا واجبی طور پر وسیع تعمیم کا رجحان ظاہر ہو رہا ہے' اس لیے یہ اعتراف اور بھی ضروری ہے۔ نفسی اعمال کی انتہائی پیچیدگی اور نفسیات کی کم عمری کے پیش نظر' یہ محسوس کر لینا مناسب ہے' کہ ترقی کی رفتار سست ہوگی' اور اگر ہم خود کو مستقبل کے حکمی قوانین کی طرف جاتا ہوا محسوس کریں تو کافی ہے۔

اس کتاب میں جو عام اصول مرتب کئے گئے ہیں' ان کی بڑی تعداد وانٹنا کے پروفیسر فرائڈ کی جودت طبع کی مرہون ہے' اور پروفیسر مذکور ان مفکرین میں جو غیر معمولی نفسیات کے میدان میں داخل ہوئے ہیں سب سے زیادہ جدت طراز اور زرخیز مفکر ہیں۔ اگرچہ میں صحیح طور پر یہ تو نہیں بتا سکتا کہ میں کس حد تک فرائڈ کا مرہون ہوں' مگر فرائڈ اور اس کے متبعین نے نظریات کی جو کثیر تعداد پیش کی ہے' ان سب پر اس کتاب میں بحث کرنے کے لیے میں تیار نہیں ہوں۔ میری رائے میں ان نظریات کا بیشتر حصہ ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اور یہ غیر مستحکم بنیاد پر قایم ہے۔ لیکن فرائڈ کے بہت سے اساسی اصول ایسے بھی ہیں جنھیں روز بروز قبول عام حاصل ہوتا جا رہا ہے' اور ان کی تائید میں شہادت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اس کتاب میں میں نے صرف ان اصول کا تذکرہ کیا ہے' جو قبول عام کا کافی حق حاصل کر چکے ہیں۔

میں نے فرائڈ کے علاوہ اور مستند حضرات کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ ڈاکٹر ینگ ساکن زیورچ' پروفیسر ثمرانے ساکن پیرس' پروفیسر کارل پیرس اور مرحوم پروفیسر کرافٹ اینگ آخر میں میں یہ بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے مسٹر ڈبلیو ٹراٹر کے ان دو مضمونوں سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے جو انھوں نے "معاشری جبلت" پر ۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء کے سوشیالوجیکل ریویو میں شایع کئے تھے۔

ص٨

میں ڈاکٹر ایڈورڈ مایو تھمر کا بھی شکرگزار ہوں کیونکہ انھوں نے مسودے کی تیاری اور پروفوں کی صحت میں میری بہت ہی گراں قدر امداد کی۔

ستمبر ۱۹۱۲ء برنارڈ ہارٹ

دیباچہ طبع ثانی

طبع ثانی کے موقع پر اصل کتاب میں بہت کم ردوبدل کیا گیا ہے۔ مگر کتابیات کی نظر ثانی کرکے اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور ایسی تصانیف کا حوالہ دیا گیا ہے، جن میں ان عام اصول کا جنھیں اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے، وسیع تر میدانوں میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

جنوری ۱۹۱۴ء　　　برنارڈ ہارٹ

دیباچہ طبع ثالث

ص۱۱

اب اگرچہ اس کتاب کو شایع ہو کر تقریباً چار سال ہو چکے ہیں مگر موجودہ طبع کے وقت کوئی خاص رد و بدل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ نفسیات وجنونیات میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کا تعلق صرف ابتدائی اصول سے ہے۔ اور حال میں جو ترقیاں ہوئی ہیں وہ بنیادی اصولوں میں نہیں بلکہ اس عمارت میں ہوئی ہیں، جو ان پر تعمیر ہوئی ہے۔

لیکن گذشتہ دو سال کے عظیم الشان واقعات سے نفسیاتی کو نہایت ہی قیمتی مواد حاصل ہوا ہے۔ فکر انسانی کی رہبری میں جذبے کی قوت، جوش و تعصب جن نتائج تک لے جاتے ہیں، ان کے متاثر کرنے میں منطق کی لاچاری، اور یہ امر کہ ذہن انسانی کس حد تک ایسے نفسیاتی اعمال کے قابو میں ہوتا ہے، جن سے وہ خود بالکل بے خبر ہوتا ہے، ان واقعات کے اس کثرت سے ثبوت مل چکے ہیں کہ نہایت ہی سطحی مشاہد پر بھی یہ بالکل واضح ہوتے ہیں۔ ان تصورات کی تشریح

ص۱۲

وتوجیہ اس کتاب کا ضروری جزو ہے، اور اگر یہ اب لکھی گئی ہوتی تو قریبی تاریخ کی اس میں بہت سی مثالیں شامل ہوتیں لیکن جن امثلہ کو ابتداءً انتخاب کیا گیا تھا ان کا باقی رکھنا زیادہ مفید خیال کیا گیا۔ اور جو اصول بیان کئے گئے ہیں موجودہ زمانے کے نفسیاتی مواد پر ان کے اطلاق کو متعلم کے لیے ایک قیمتی مشق کی حیثیت سے چھوڑ دیا گیا ہے

مئی ۱۹۱۶ء

برنارڈ ہارٹ

دیباچہ طبع چہارم

یہ کتاب ابتداءً ۱۹۱۲ء میں شایع ہوئی تھی اور اگرچہ اس وقت سے اب تک یہ کئی بار چھپ چکی ہے مگر اصل متن میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس دور ترقی میں جب کہ علمی سعی کے ہر میدان میں تیز گامی رو نما ہے، اس عمل کی توجیہ کی ضرورت ہے، اور خصوصاً نفسیات میں جہاں کہ گذشتہ ربع صدی میں جو نشو و نما ہوا ہے وہ اپنی نوعیت اور وسعت کے اعتبار سے بالکل انقلاب انگیز ہے۔ کتاب کو اپنی اصلی حالت میں باقی رکھنے کی دو وجہیں ہوئیں۔ اول تو یہ کہ اس کتاب کا تعلق ابتدائی اور عام اصول سے ہے، جن پر بعد کی ترقیات کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا، کیونکہ ان سے تو عمارت کی منزلوں میں اضافہ ہوا ہے بنیاد کو از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ موضوع بحث میں ترقی اس کثرت سے ہوئی ہے اور مختلف مذاہب کے امتیازی اختلافات اس قدر نمایاں اور پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ اٹھارہ سال کی مدت کے گذر جانے کے بعد کتاب کو موجودہ زمانے کی سطح تک لانا بہت بڑا کام ہے، یہ ایسا کام ہے کہ اس کے لیے نئے ایڈیشن کی نہیں بلکہ نئی کتاب کی ضرورت ہے۔ مگر کتاب کے افادے کے باقی رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ متعلم کو کسی نہ کسی حد تک وہ تعلق سمجھا دیا جائے جو وہ اصول جنھیں اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے جدید نفسیات اور نفسی مرضیات سے رکھتے ہیں، اور نیز اس ترقی کے حال سے بھی بتا دینے کی ضرورت ہے،

جو ان علوم میں گذشتہ چند سال میں ہوئی ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر موجودہ اشاعت پر ایک مقدمے کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ اسی غرض سے تشریحی تعلیقات کو اصل کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اور کتابیات میں اضافہ کر دیا گیا ہے جس سے امید ہے کہ متعلم کو نفسی مرضیات کی موجودہ حالت کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

برنارڈ ہارٹ

صڈا

مقدمہ طبع چہارم

اس مقدمے میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ متعلم کے سامنے نفسی مرضیات کی تاریخ اور اس کی موجودہ صورت حال کا ایک عام خاکا آجائے، تاکہ وہ اس بحث کے سلسلے میں ان اصول کی حیثیت کو سمجھ سکے جنھیں اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور ان ترقیات کو بھی سمجھ جائے جو اس کتاب کی تصنیف یعنے ۱۹۱۲ء کے بعد ہوئی ہیں۔ لہذا یہ اس سے وسیع تر میدان پر حاوی ہے جتنا کہ ایک مقدمے کے لیے مناسب ہے، اور اسی وجہ سے ناواقف آدمی اگر ایسی کتاب شروع کرنے سے پہلے پڑھنے کے بجائے بعد میں پڑھے تو یہ اس کے لیے زیادہ قابل فہم اور مفید ہوگا۔

ژانے سے پہلے نفسی مرضیات کی ترقی

نفسی مرضیات یعنے وہ علم جو ذہنی خرابی کے مسائل کی نفسیاتی اصول و قوانین کے ذریعے سے تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے حال ہی میں عالم وجود میں آیا ہے، اور انیسویں صدی کے ربع آخر سے پہلے اس کے وجود کا مشکل ہی سے دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ میسمر اور دوسرے تنویموں magnatisers نے جو حیرت انگیز مظاہر پیدا کئے تھے

ان سے سو سال پہلے ایک عام دلچسپی پیدا ہوئی تھی، اور بعد کے محققوں نے ثابت کیا تھا کہ یہ مثلاً ہر مقناطیسوں پر مبنی نہیں بلکہ ان اشاروں پر مبنی ہیں جو عامل کرتا ہے۔ یہ اشارے صاف طور پر نفسیاتی قسم کے اسباب تھے۔ اس لیے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ نفسیاتی اسباب ذہن اور جسم میں متعین قسم کے تغیرات پیدا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ لیکن شارکو (۱۸۲۵ — ۱۸۹۳) تک اس تصور کا بیماری کے مسئلے پر اطلاق نہیں ہوا تھا، اور یہ بات سب سے پہلے ہمیں اسی محقق نے بتائی ہے کہ بعض خرابیاں محض تصورات کے عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یہ دعویٰ جدید نفسی مرضیات کا سنگ بنیاد ہے، اور یہ ایک سلسلۂ تحقیقات کا موجب ہوا، جس سے نام نہاد عصبی خرابیوں کے متعلق ہمارا علم و فہم بہت سرعت کے ساتھ بڑھ گیا، جن میں اختناق الرحم ضعف اعصاب Neurasthsuia اور تمام دوسری متعلقہ حالتیں داخل ہیں۔ جلد ہی یہ دریافت ہو گیا کہ اس قسم کی حالتوں کی پیدایش میں مختلف قسم کے نفسیاتی عوامل بہت بڑا دخل رکھتے ہیں، اور اس حصے کے قطعی طور پر مدون کرنے کی کوشش کی گئی۔ متعلقہ نفسیاتی عوامل میں ظاہر ہے کہ اشارے کو خاص جگہ ملنی چاہئے تھی۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ مریض کے ذہن میں بعض تصورات و اعتقادات راسخ کر دیے جاتے ہیں اور مختلف علامات و اختلالات کی پیدایش میں ان کے اثر کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اشارے کا عمل اس قدر مبہم اور عام نوعیت کا تھا، کہ درحقیقت یہ پیچیدہ خرابیوں کے لیے تشفی بخش توجیہ مہیا نہ کر سکتا تھا اور محققین نے ایسے نفسیاتی قوانین کے دریافت کرنے کی کوشش کی جس سے ان خرابیوں کے وقوع اور ان کی نوعیت زیادہ قابل فہم ہو جائے، اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اشارے سے نتایج کیونکر مرتب ہوتے ہیں۔

ص۱۶

ص۱۷

ژانے کا کام

اس جہت میں پہلی قابل ذکر ترقی ژانے نے اپنے تصور "افتراق" کے ذریعے سے کی۔ اس تصور کو اس کتاب کے باب ۲ میں بیان کیا گیا ہے اور گزشتہ صدی

کے آخر میں تحقیقات کے ایک شاندار سلسلے کا نتیجہ تھا اور نفسی مرضیات کی ترقی کی نہایت ہی اہم علامت ہے۔ ژانے نے ثابت کیا کہ شعور کا ایک اور یکساں چشمے کی صورت میں ہونا لازمی نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات یہ کم و بیش مستقل دھاروں میں پھٹ جاتا ہے۔ اس طرح سے جو افتراق پیدا ہوتا ہے، اس سے اختناق الرحم اور دوسری خرابیوں ہی کی نہیں، بلکہ روزمرہ کے اعمال میں اکثر مظاہر کی توجیہ ہوتی ہے۔ آلہ فہم ہونے کی حیثیت سے یہ تصور بہت نتیجہ خیز ثابت ہوا ہے۔ مگر یہ ہم کو صرف تھوڑی دور آگے لیجا سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افتراقات واقع کیوں ہوتے ہیں۔ اور تصور افتراق بذات خود اس سوال کا کوئی جواب مہیا نہیں کرتا۔ اس قسم کا جواب صرف اس وقت مل سکتا ہے، جب ہم ذہن کی حرکیات کا علم حاصل کر سکیں یعنے ان قوتوں کا علم جو ذہنی عمل کے مختلف مظاہر اور ان کے عمل کے قوانین کو پیدا کرتی ہیں۔

صـ۱۸

فرائڈ کا مقام

حرکی نقطۂ نظر کی طرف بڑھنے کی پہلی باقاعدہ کوشش فرائڈ نے کی جو بلاشبہہ جدید نفسی مرضیات میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ جو وسیع عمارت اس نے کھڑی کی ہے، اس کی صحیح قدر و قیمت اور استناد ہنوز مشتبہ اور مابہ النزاع ہے۔ اس کتاب کے آخری ابواب میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر براہ راست اسی کے رہین منت ہیں، اور باقی ان نئے نقاط نظر سے پیدا ہوئے ہیں، جو اس کی ذہانت سے عالم وجود میں آئے۔ لیکن اس کتاب میں مضمون پر جس زاویہ اور جس انداز سے بحث کی گئی ہے، وہ اس کی ابتدائی اشاعت کے وقت بھی بہت سے اہم اعتبارات سے فرائڈ کے انداز سے مختلف تھا۔ فرائڈ کی بعد کی مساعی سے اگرچہ اصل عمارت میں جدید تر علم اور جدید تر نظریے کا اضافہ ہوا ہے۔ مگر اس سے یہ اختلافات اور نمایاں ہوگئے ہیں۔ علاوہ بریں جدید نفسیات میں اس کے نظریات ایسی ممتاز حیثیت رکھتے ہیں کہ ان پر صرف ہمارے مبحث پر اضافے ہونے کی

ص۱۹　حیثیت ہی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ کم و بیش ایک نظامِ فکر کی حیثیت سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے مسلمات و قوانین الگ اور دوسرے طرقِ تحقیق سے نسبتہً علٰحدہ ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر متعلم کے لیے یہ سمجھ لینا ضروری ہے، کہ کس حد تک اس کتاب کا نقطۂ نظر فرائڈ کے ۱۹۱۳ء والے نقطۂ نظر سے مختلف ہے، اور اس کے بعد سے جو برس گزرے ہیں، ان میں فرائڈ کے نظریے میں کیا ترقی ہوئی ہے۔ اس مقصد کے پیشِ نظر فرائڈ کے خیالات کا خلاصہ تاریخی تناظر کے لحاظ سے درج کرنے کی کوشش کی جائے گی مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کے خاکے کا بہت ہی ناکافی ہونا لازمی ہے۔ اس کمی کے پورا کرنے کی یہ صورت کی گئی ہے کہ اس موضوع کی خاص کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کی منتخبہ فہرست کتابیات میں ملے گی۔

فرائڈ کے تصورات کا نشو و نما

۱۸۸۰ء میں وائنا کے ایک معالج جوزف برائر کو اختناق الرحم کی ایک ایسی مریضہ کے علاج کرنے کا اتفاق ہوا، جس میں اس نے یہ دیکھا کہ علاماتِ مرض ایسی یادوں پر مشتمل ہیں، جن سے خود مریضہ بھی بے خبر ہے، اور جب ان یادوں کا پھر سے شعور پیدا کرا دیا گیا تو مریضہ کو صحت ہو گئی۔ اس انکشاف سے جس راہِ عمل کا پتا چلا تھا۔ اس میں فرائڈ بھی برائر کا شریکِ کار بن گیا، اور اس وقت سے اس نے رفتہ رفتہ مگر مسلسل نظریے اور عمل کی وہ عظیم الشان عمارت تیار کی جو اب اس کے نام سے منسوب ہے۔

ص۲۰　یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تقریباً شروع ہی سے بعض اساسی اصول ظاہر تھے۔ اول یہ کہ ذہن میں شعور کے علاوہ بھی کچھ ہوتا ہے اور ایسے یاد بھی ہو سکتے اور مسلسل عمل کر سکتے ہیں، جو شعور سے منقطع اور اس کی دسترس سے باہر ہو چکے ہوں۔ لہٰذا ذہن صرف شعوری ہی نہیں بلکہ غیر شعوری اعمال پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ دوسرے وہ یاد جو شعور سے منقطع ہو جاتے ہیں، ان پر کوئی نہ کوئی قوتِ عمل

کرتی ہو گی، اور یہی انھیں شعور میں آنے سے باز رکھتی ہو گی، کیونکہ یہ کسی معمولی ذریعے سے شعور میں واپس نہیں آ سکتے۔ اس فعلی قوت کا نام "مزاحمت" رکھا گیا۔ اور یہ نتیجہ بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا تھا کہ جو قوت منقطع یادوں کو شعور میں آنے سے باز رکھتی ہے، وہی ابتداءً ان کے شعور سے منقطع ہو جانے کا بھی باعث تھی۔

اس سے اگلا قدم یہ دریافت کرنا تھا کہ یہ انقطاع یا احتباس جو اس کا اصطلاحی نام ہے کیونکر واقع ہوا اور یہ کیوں قایم رہتا ہے۔ تحقیق کے بعد فرائڈ اس نتیجے تک پہنچا کہ احتباس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ذہن میں دو متضاد کوششیں ہوتی ہیں اور یہ اس ناقابل برداشت بار کو حریفین میں سے ایک کو شعور سے خارج کر کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس یہ حریف ذہن کے غیر شعوری حصوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جہاں یہ عمل کرنے کی قابلیت تو اب بھی رکھتا ہے، مگر براہ راست شعوری نوبت پر آنے سے قاصر رہتا ہے۔ پس اب اس صورت حال کی تصویر کو اس طرح سے پیش کر سکتے ہیں۔ اختناقی علامات مثلاً فالج یا بے حسی ایسے عاملوں کا نتیجہ ہوتی ہیں جو غیر شعوری مگر فعال ہوتے ہیں۔ یہ غیر شعوری اس وجہ سے تھے کہ یہ ذہن کے اندر دوسری قوتوں کے منافی تھے، اور ان کو شعور سے اس لیے خارج کر دیا گیا تھا، کہ تصادم سے بچنے کی صرف یہی ایک شکل تھی، جو بصورت دیگر اٹل تھا۔ اس طرح سے علامات ایسی کشمکش کو ظاہر کرتی ہیں جو اگرچہ ذہن کے اندر تو ہوتی ہے مگر اسے شعور میں ظاہر نہیں ہونے دیا جاتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ اظہار بالواسطہ اور بگڑی ہوئی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کا باعث احتباسی قوتیں ہوتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے علامات کو ایسا انتہائی حاصل کہہ سکتے جو دبی ہوئی اور دبانے والی دونوں قوتوں کے تقابل کا نتیجہ ہوتا ہے۔

یہ تقابل جن مختلف صورتوں میں واقع ہوتا ہے ان کی تفصیلی تحلیل کی گئی ہے، اور چند "میکانیتیں" مدون کی گئی ہیں جن سے اس طریق کا پتا چلتا ہے جس کے مطابق متعلقہ قوتیں کسی علامت کے ظہور کا باعث ہوتی ہیں۔ اس قسم کی متعدد میکانیتوں کو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے (باب ۶ اور باب ۹)۔

علاوہ بریں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو اعمال دریافت ہوتے جا رہے ہیں

صـ٢١ وہ صرف اختناق الرحم ہی میں نہیں پائے جاتے بلکہ وہ ان علامات کا بھی باعث ہیں، جو عصبی اور ذہنی خرابی کی دوسری اقسام میں مشاہدے میں آتی ہیں، اور ان سے روزمرہ کی زندگی کے بہت سے نفسیاتی مظاہر کی توجیہ ہوسکتی ہے۔ اس بارے میں خوابوں کی تحقیق خاص طور پر نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہے۔ اور اس انکشاف کا باعث ہوئی ہے کہ ان کی ساخت اور ان کا طریق نشو ونما بالکل اس کے مماثل ہے، جو عصبانیتی علامات کی پیدائش میں مشاہدے میں آئے ہیں۔ یہ انکشاف عملی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا کہ مریض کے خوابوں کے مطالعے سے محقق ان قوتوں کی نوعیت پر روشنی ڈال سکتا ہے، جو ذہن میں عمل کرتی ہیں۔ لہٰذا وہ خوابوں کے مطالعے سے ایسے طریقے کی حیثیت سے کام لے سکتا ہے، جن سے مریض کے علاج کے لیے ضروری واقعات کی تحقیق ہوتی ہے۔

یہ تو بیان کیا جاچکا ہے کہ فرائڈ کے نظریوں میں یہ مسئلہ مضمر تھا کہ ذہن صرف شعور ہی پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر ایسے اعمال بھی داخل ہوتے ہیں جن سے خود فرد بالکل ناواقف ہوتا ہے، اگرچہ یہ اعمال ایسی فعلیتوں کی قابلیت رکھتے ہیں جو اور تمام امور میں ان فعلیتوں کے مشابہ ہیں جن کا شعور میں مشاہدہ ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ کہ ایک غیر شعوری ذہن کا وجود ہے، اسے فرائڈ نے ذہنی نقشہ کشی کے ایک نئے تصور میں ترقی دی۔ اس کے نزدیک ذہن کے اندر تین علاقے ہیں، شعوری علاقہ، شعور پیشین کا علاقہ، غیر شعوری یا لاشعور کا علاقہ۔ شعوری علاقے کے اندر وہ اعمال داخل ہیں جن پر معمولی معنی میں شعور مشتمل ہوتا ہے۔ شعور پیشین کے علاقے میں وہ اعمال ہوتے ہیں جو فی الحال تو شعوری نہیں ہوتے مگر محض احیا کے ذریعے سے شعوری بن سکتے ہیں۔ غیر شعوری علاقے میں ایسے اعمال ہوتے ہیں، جو یہی نہیں کہ وہ موجودہ لمحے میں صـ٢٣ غیر شعوری ہوتے ہیں، بلکہ یہ کسی معمولی تدبیر سے شعوری بن ہی نہیں سکتے۔ غیر شعوری علاقے اور دوسرے علاقوں میں ایک دیوار حائل ہوتی ہے جس میں سے براہ راست گزر کی کوئی صورت ہوتی ہی نہیں۔ مگر اس میں سے غیر شعوری اعمال اس طرح سے راہ پیدا کرسکتے ہیں کہ ان کی صورت مسخ ہو جائے۔ دوسرے علاقوں سے غیر شعوری علاقے تک آنے کی صورت تو احتباس ہے۔ اور وہ دیوار یا رکاوٹ

جس کا اوپر ذکر ہوا ہے مزاحمت اور مسخ کرنے یا ہیئت کے بگاڑنے والے واسطے پر مشتمل ہے، جس کا علامات کی میکانیت کے سلسلے میں پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

جن مختلف طریقوں پر ذہن میں تعامل کرنے والی قوتیں خوابوں کے مظاہر اور عصبی خرابی کی علامات کو پیدا کرتی ہیں، ان کی تحقیق کرتے وقت فرائڈ نے قدرتی طور پر متعلقہ قوتوں کی ماہیت اور ان کی اصل کو دریافت کیا۔ اس نے دیکھا کہ جو قوتیں اس کے اندر عامل ہوتی ہیں، وہ ہمیشہ جنسی جبلتوں سے ماخوذ ہوتی ہیں اور ان واقعات کی توجیہ کے لیے اس نے رفتہ رفتہ وہ دقیق جنسی نظریہ مرتب کیا جو اس کے نظام کا مغز ہے۔

فرائڈ کے خیال کے بموجب جنسیت سے جس صورت میں ہم واقف ہوتے ہیں وہ ایک طویل عمل ارتقا کا آخری نتیجہ ہے۔ جس کی ابتدا اوائل طفولیت سے ہوتی ہے اس ارتقا کے دوران میں اس میں بے حساب تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ اس بنا پر بالغ آدمی کے اظہارات اور طفلی اظہارات میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، اگرچہ قوت محرکہ یعنے شہوت اساسی طور پر دونوں میں یکساں ہوتی ہے۔ ابتدائی منازل میں شہوت خود فرد کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس میں خارجی اشیا کی طرف مائل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ ان خارجی اشیا میں سے پہلی شے والدین میں سے کوئی ایک ہوتا ہے۔ اور یہ اکثر و بیشتر جنس مخالف کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد معروض شہوت اس کی اپنی ہی جنس کا کوئی فرد ہوتا ہے، اور صرف آخری منزل ہی پر یہ مخالف جنس کے افراد کی طرف مائل ہوتا ہے۔ شہوت کے مختلف دور ہوتے ہیں۔ مائل بہ ذات والدینی، خود جنسی، مائل بہ جنس مخالف۔ شہوت اور اس کے معروض کے تعلق کی اس تدریجی ترقی کے ساتھ ساتھ جسم کے ان عضوں میں تبدیلیاں ہوتی ہیں، جن سے اسے خاص تعلق ہوتا ہے۔ صہ ۲۷

فرائڈ کا خیال ہے کہ شہوت کا یہ طویل نشو و نما مختلف صورتوں میں گمراہ ہو سکتا ہے، اور اگر یہ گمراہی و تنوع میں آجائے تو اختلالات اور خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اگر ایک منزل سے دوسری منزل تک جو تبدیلی ہوتی ہے وہ پوری طرح سے مکمل نہ ہو، یعنے شہوت کچھ تو کسی ابتدائی معروض سے وابستہ رہ جائے، اور کچھ

صد ۲۵ معمولی بالغ منتہا کی طرف حرکت کرے، تو ایک حالت نزاع پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شہوت کے جزوی طور پر نشو و نما پائے ہوئے عناصر کا اعتباس غیر شعوری علاقے میں ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عصبانی خرابی رونما ہو جاتی ہے۔

یہ تو بیان کر چکے ہیں کہ فرائڈ کی تحقیق کے بموجب جنسی جبلتوں کی قوتیں ہمیشہ ان کشمکشوں اور تعاملوں میں دخل رکھتی ہیں، جو خوابوں یا عصابی اختلال کے مظاہر کا باعث ہوتے ہیں، یا جیسا کہ اب ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ان میں شہوت کی فعلیت کو لازمی طور پر دخل ہوتا ہے۔ لیکن فرائڈ نے یہ بھی دیکھا کہ بظاہر بالکل مختلف قسم کی قوتیں بھی عمل کر سکتی ہیں۔ یہ بعد کی قوتیں شخصیت یا جسم کی مجلس انتظامی سے متعلق ہیں، اور انھیں مجموعی طور پر انا یا ایغو مشتمل ہوتا ہے۔ انا شہوت کو بے روک ٹوک اپنی راہ پر نہیں چلنے دیتا، کیونکہ حقیقت اور ماحول کے مطالبات سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضبط اور روک ٹوک ضروری تھی، جو ایغو کا اصلی فرض ہے۔ تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ عصبی اختلال کی تہ میں جو علامات ہوتی ہیں، وہ دراصل شہوت اور ایغو کی کشمکش کا نتیجہ ہوتی ہیں، جیسا کہ بعد کو خود فرائڈ نے کہا تھا " جب ایغو میں شہوت کے قابو میں رکھنے کی قابلیت کسی نہ کسی حیثیت سے باقی نہیں رہتی تو عصبی اختلال رونما ہو جاتا ہے۔ اگر یہ صورت پیدا ہو جائے تو کشمکش لازماً رونما ہو گی اور جسم جب اس کشمکش کے رفع کرنے کی کوشش کرے گا تو اعتباسات صد ۲۶ واقع ہوں گے، اور علامات اسی طرح سے ظہور پذیر ہوں گی جس طرح سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اب اس طریقے کے متعلق بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہے، جو فرائڈ نے اپنے نظریات کی تعمیر میں استعمال کیا تھا۔ یہ طریقہ تحلیل نفسی کا ہے۔ جو بلا شبہہ کل عمارت کا کلیدی پتھر ہے۔ یہ طریقہ غیر شعوری ذہنی اعمال تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا، جن کی نسبت فرائڈ کا خیال ہے کہ یہ ان علامات کا باعث ہیں جن کا اس کے مریضوں میں مشاہدہ ہوا تھا۔ چونکہ یہ اعمال از روئے مفروضہ غیر شعوری ہیں، اس لیے یہ صرف دریافت یا مشاہدے سے ظاہر نہیں ہو سکتے

اور کسی خاص تدبیر کی ضرورت تھی۔ اپنی ابتدائی تحقیقات میں فرائڈ نے اس غرض کے لیے تنویم سے کام لیا تھا، کیونکہ یہ بات عرصے سے معلوم تھی کہ اس کے ذریعے سے ایسے ذہنی عناصر تک رسائی ہو سکتی ہے، جن سے فرد قطعاً بے خبر ہوتا ہے۔ لیکن بعد کو یہ دیکھا گیا کہ غیر شعوری اعمال ایسے طریقے سے واضح ہو سکتے ہیں، جسے تنویم کے مقابلے میں زیادہ کثرت سے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور جو بہ اعتبار نتایج تنویم سے زیادہ مفید ہے۔ فرائڈ نے دیکھا کہ اگر مریض سے آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے کو کہا جائے اور اس کے سلسلۂ افکار کو قابو میں رکھنے یا کسی خاص راہ پر لگانے کی کوشش نہ کی جائے تو ان افکار کا تعین جزواً غیر شعوری عوامل سے ہوتا ہے، اور مشاق محقق افکار کی نوعیت سے غیر شعوری اعمال کی عملی نوعیت کا پتا چلا سکتا ہے۔ فرائڈ نے اس طریق کا تحلیل نفسی نام رکھا ہے، اور رفتہ رفتہ اس کو ذہنی اختلال کی تحقیق و علاج کے لیے ایک عمدہ ہتیار کی صورت میں بدل دیا ہے۔ اس کا پورا کام مع ان نظریات کے جن کو اس نے بعد کے برسوں میں ترقی دی ہے، اس کے استعمال اور ان واقعات پر مبنی ہے، جو اس کے ذریعے سے ظاہر ہوئے ہیں۔ صٓ۲۷

فرائڈ کی ابتدائی تحقیقات کا تعلق زیادہ تر عصبی اختلالات سے تھا، لیکن اس نے دیکھا تھا کہ ان خرابیوں میں جو اعمال پائے جاتے ہیں، ان کے بہت ہی مشابہ اعمال جنون کی بعض اقسام میں بھی ملتے ہیں۔ ینگ نے اس سلسلے میں مزید تحقیقات کی، جو اس زمانے میں فرائڈ کا تتبع تھا، مگر بعد میں ایک علٰحدہ مذہب فکر کا بانی ہو گیا ہے۔ ینگ کی عتاہت تبادر کی تحقیق نے نہایت ہی اہم نتایج پیدا کیے ہیں۔ یہ ذہنی اختلال کی نہایت ہی عام صورت ہے۔ اس ذیل میں ینگ نے ثابت کیا ہے کہ وہ نفسیاتی قوانین جن کا فرائڈ نے اپنے اختناق الرحم کے مطالعے میں انکشاف کیا تھا عتاہت تبادر میں نہایت اہم کام انجام دیتے ہیں، اگرچہ دونوں خرابیوں کے مابین اساسی فرق ہیں۔

فرائڈ اور وہ نقطۂ نظر جو اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے

اب جس نقطے تک ہم پہنچے ہیں، وہ اجمالاً اس منزل کے مطابق ہے، جس تک فرائڈ کے افکار کا نشو و نما اس کتاب کی اشاعت تک پہنچ چکا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ فرائڈ کے نظریات کی اساسی ساخت کا نہایت ہی مختصر اور نا کافی خاکا پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو اس کتاب کی اشاعت کے وقت تک بھی بہت کافی پیچیدہ ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی یہ امید ہے کہ اس راہ کی کافی واضح تصویر پیش کر دی گئی ہے جس پر اس نے سفر کیا تھا۔ اگر ہم اس مقصد کے حصول میں کامیاب ہو گئے ہیں، تو متعلم کو ان امور کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو گی جن کے متعلق اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے ہم نے اس کتاب کے اندر فرائڈ سے اختلاف کیا ہے۔

ص ۲۸

اولاً زاویۂ نگاہ میں نمایاں فرق ہے۔ فرائڈ نے آہستہ آہستہ امتحان کر کے ان واقعات کے مطابق اپنے نظری تصورات قایم کئے تھے، جو مریضوں کی تشخیص و تحقیق سے واضح ہوتے چلے گئے تھے۔ اور اس نے بہ حیثیت مجموعی کل موضوع کی تشریح کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بہ الفاظ دیگر وہ نصاب کی کتابیں تصنیف نہیں کر رہا تھا، بلکہ اپنی تشخیصی تحقیق درج کر رہا تھا۔ لیکن اس کتاب میں باقاعدہ تشریح کی کوشش کی گئی ہے، اس لیے جن اصول کو بیان کیا گیا ہے، ان کو تاریخی پس منظر کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس مقام کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہے، جو اس تشریح میں ان کو حاصل ہونا چاہیے تھا۔ علاوہ بریں موضوع پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ یہ بات مسلسل ثابت ہوتی جاتی ہے، کہ نفسی مرضیات کے تصورات ایسے اصول کے مطابق قایم کئے گئے ہیں، جن کے حکمت کی تمام تر ترقی تابع ہے۔ بہ الفاظ دیگر یہ حکمی طریقے کے ضوابط کے مطابق ہیں۔ اسی بنا پر فرائڈ کے اکثر تصورات کو فلسفیانہ نقطۂ نظر سے بیان کیا گیا ہے، جو اس زاویے کے مطابق نہیں ہے، جس سے وہ خود ان تک

ص ۲۹

پہنچا تھا، اور جو بعض اعتبارات سے اس زاویے کے کلیتہً منافق نہیں ہے۔

دوسرے یہ کتاب فرائڈ کے نظریات کا بیان ہونے کی مدعی نہیں ہے۔ یہ اس کھیت کے صرف ایک چھوٹے سے حصے پر حاوی ہے، جس کو فرائڈ نے بویا تھا، اور اس کے کام کے اکثر اہم ترین حصوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ علاوہ بریں اس میں اس کے کام کے ایسے اجزا کو شامل کیا گیا ہے، جو اس کی راہ ترقی سے یا تو باہر ہیں یا جنھوں نے تھوڑا یا نسبتہً غیر اہم کام انجام دیا ہے مثلاً افتراق۔

ان دو اختلافوں کی وجہ سے اس کتاب میں فرائڈ کے بعض تصورات سے اس طرح سے بحث کی گئی ہے کہ اس میں ان کو وہی مقام اور اہمیت حاصل نہیں ہے، جو انھیں اس کے نظام کی تعمیر میں حاصل تھا۔ مثلاً فرائڈ نے ذہن کے شعوری اور غیر شعوری رقبوں کا جو امتیاز کیا ہے، اس کو اختیار نہیں کیا گیا۔ غیر شعوری اعمال کے وجود کو ایسے تصور کی حیثیت سے فرض کر لیا گیا ہے، جو مظاہر شعور کی کافی و شافی توجیہ کے لیے ضروری ہے۔ مگر ان اعمال پر فعلی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے نہ کہ مقامی تذکرے کے نقطۂ نظر سے اور ان کے اندر ٹھیک وہی خصوصیت نہیں ہے جو فرائڈ اپنے لاشعور سے منسوب کرتا ہے۔

اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ جنسی جبلتوں کی تفصیلی بحث کو ترک کر دیا گیا ہے۔ فرائڈ کے اس خیال کو تو بیان کیا گیا ہے کہ، جنسی جبلتیں ان کشمکشوں میں جو مختلف خرابیوں کی ذمہ دار ہوتی ہیں، اہم کام انجام دیتی ہیں۔ لیکن جو عوامل ان خرابیوں کا باعث ہوتے ہیں، ان کی ماہیت کی نسبت اس کو محض ایک ممکن مفروضے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ مگر خود فرائڈ کی تصانیف میں یہ مفروضہ تقریباً شروع سے موجود ہے اور شہوت کی ترقی اور اس کی فعلیت ایسی مرکزی تعمیر ہے جس کے گرد اس کے تمام نظریات تعمیر ہوتے ہیں۔

اس لیے یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ یہ کتاب فرائڈی تاریخ کے راست سلسلے کے اندر کوئی خاص جگہ نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کا مقصد فرائڈ کی نسبت ایک اعتبار سے محدود تر اور ایک اعتبار سے وسیع تر ہے۔ محدود تر اس لحاظ سے کہ یہ فرائڈی تعلیم کے صرف منتخب پہلوؤں سے بحث کرتی ہے، اور وسیع تر

اس لحاظ سے کہ اس میں ان پہلوؤں کو ترقی کے ان خطوط کے ساتھ ربط دینے کی کوشش کی گئی ہے جن کو دوسرے محققین نے اختیار کیا ہے۔

۱۹۱۱ء کے بعد سے نفسی مرضیات کی ترقی

اب ہم اس ترقی پر غور کر سکتے ہیں جو نفسی مرضیات میں ۱۹۱۲ء کے بعد سے ہوئی ہے، جس سال یہ کتاب ابتداءً چھپی تھی۔ اس دوران میں موضوع بحث نے پیچیدگی اور وسعت دونوں کے اعتبار سے بے حد ترقی کی ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہاں پر ان اصول را ہوں کا مختصر سا بیان پیش کیا جا سکتا ہے، جن پر حرکت ہوتی ہے۔ ص ۱۳

گزشتہ اٹھارہ برس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فرائڈ کے کام کا اثر روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ اثر تحلیل نفسی کے مذہب تک ہی محدود نہیں، بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا، کہ اس کے تصورات نے تقریباً تمام جدید نفسی مرضیاتی تحقیق کو متاثر کیا ہے۔ اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ نظریہ اور عمل کی جو وسیع عمارت فرائڈ نے تعمیر کی ہے، اس سب کو عام طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اس کی صحت و صداقت کے متعلق تو ابھی کم و بیش شدید اختلاف ہے۔ اور فرائڈ کے نظریات کا کلیتہً تو صرف ایک محدود گروہ قائل ہے۔ جو اس کے پکے متبع ہیں، اور جن کے مذہب کو ٹھیٹ تحلیل نفسی کہا جاتا ہے۔ لیکن نفسیاتی مسائل کے نئے راستے جن کو فرائڈ نے پہلے پہل کھولا تھا، وہ ہتیار جو اس نے اپنی تحقیقات کے لیے تجویز کیے تھے، اور تحقیق میں حرکیاتی نقطۂ نظر جو بے حد اہمیت رکھتا ہے، ان سب نے نفسی مرضیات کی بعد کی کل تاریخ میں نہایت ہی اہم انقلابات پیدا کئے ہیں۔ علاوہ بر این بہت سے فرائڈ کے ابتدائی تصورات خصوصاً نزاع اور وہ مختلف میکانیتیں

ص۳۲ جن کے ذریعے سے نزاع عصبی اختلال کے مظاہر کا باعث ہوتا ہے، اب بہت کچھ تسلیم کیے جانے لگے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قبولیت عام کے قریب آ گئے ہیں۔

تحلیل نفسی کے اصل مذہب نے اپنے بانی کی قیادت میں تحلیل نفسی کے طریقے کو ترقی دیکر تحقیق کا مکمل اور پیچیدہ آلہ بنا دیا ہے، اور اس کی تحقیقات کا حلقہ روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ عصبی اختلال کے دائرے سے باہر جو فرائڈ کی ابتدائی تصانیف کا موضوع ہے نفسیات عمرانیات، انسانیات، تدرسیات میں یکے بعد دیگرے کاوشیں کی گئی ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ فرائڈ کے نظریات کم وبیش کامل اور جامع نظام فکر کی صورت اختیار کر چکے ہیں، جو حیات ذہن کے مسائل کو اپنے طور پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور تحقیق کے دوسرے طریقوں سے نہ تو ان کو کچھ زیادہ تعلق ہے اور نہ ان کا تعاون حاصل ہے۔

اس ترقی کے اندر فرائڈ کے ابتدائی تصورات کو بالعموم باقی رکھا گیا ہے مگر ان کی تفصیلات بہت بڑھ گئی ہیں۔ شہوت کے نشو و نما اور تغیرات کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور جن عوامل کو پہلے اجمالاً ایغو کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اب ان کی تحلیل کی گئی ہے اور متعدد علیحدہ علیحدہ اجزا قرار دیے

ص۳۳ گئے ہیں جن کی خصوصیات و وظایف الگ الگ ہیں۔ ایغو کے ان اجزائے ترکیبی اور شہوت کے اجزائے ترکیبی کے تعامل کے ذریعے سے معمولی اور مرضی حیات ذہنی کی توجیہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس توجیہ کو نفسیاتی اور حیاتیاتی فعلیت کے تقریباً ہر حلقے میں داخل کیا گیا ہے۔

یہ تو بتایا جا چکا ہے کہ فرائڈ کے کام کا اثر اصل تحلیل نفسی سے بہت دور تک پہنچا ہے، اور اس کے بعض تصورات ایسے نفسی مرضیاتیوں کے کام میں بھی داخل ہو گئے ہیں، جو اس کے خیالات کو کلیتہً قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں فکر کے دو مذہب قابل ذکر ہیں جن کے ینگ اور آڈلر بانی ہیں۔ یہ محقق پہلے فرائڈ کے متبع تھے، لیکن ان کا راستہ اصل تحلیل نفسی سے بہت کچھ الگ ہو گیا ہے۔ ینگ اور اڈلر دونوں نے ان نئے راستوں سے کام لیا ہے جن کو فرائڈ نے کھولا تھا اور انھوں نے کسی حد تک فرائڈ کے تصورات کو اختیار بھی کر لیا ہے، لیکن آگے چل کر ان میں

سے ہر ایک کا راستہ الگ ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک نظریے اور عمل کا بالکل ہی الگ مجموعہ تیار کرتا ہے۔

فرائڈ اور ان دو مذہبوں کو چھوڑ کر جن کا ابھی تذکرہ ہوا ہے گزشتہ بیس سال میں نفسی مرضیات میں بہت کم ترقی ہوئی ہے۔ ژانے جو [illegible] ہی اہم راستہ کھولا تھا، اور افتراق کے تصور تک لے گیا تھا [illegible] کے شروع تک اپنی قدرتی حد تک پہنچ چکا تھا، اور ان خطوط پر آئندہ [illegible] بہت ہی کم ترقی ہوئی ہے۔ اشارے کے تصور نے بھی نفسی مرضیات کی تاریخ میں بہت اہم کام کیا ہے۔ مگر یہ بھی اسی طرح ہمارے علم میں ایک محدود میدان سے زیادہ اضافہ کرنے کے ناقابل ثابت ہوا۔ جو محقق ان ابتدائی تصورات سے کچھ زیادہ کام لیتے ہیں ان سب کا رجحان یہ رہا ہے، کہ ان کے ساتھ فرائڈ کے حرکیاتی نظریات کے کم و بیش حصے کو شامل کر لیں۔ اور آج کل نفسی مرضیات میں جو کام ہو رہا ہے، وہ زیادہ تر اسی قسم کا مرکب ہے۔

گزشتہ چند سال میں نفسی مرضیات نے جن راستوں سے ترقی کرنے کی کوشش کی ہے یہ اس کا مختصر سا خاکہ ہے اس سے کم از کم یہ پتا تو چل جائے گا کہ حرکت کن سمتوں میں ہوئی ہے متعلموں میں سے جو شخص ان مذاہب کے نظریوں اور طریقوں سے خود کو واقف کرنا چاہے جو آج کل میدان پر چھائے ہوئے ہیں اس کے لیے ایک مرتبہ کتابیات منسلک کر دی گئی ہے۔ اس موضوع پر کتابوں کی بہت کثرت ہے۔ اور جو شخص اس کتاب کے ذریعے سے نفسی مرضیات سے روشناس ہونا چاہتا ہو، اس کے لیے کتابوں کا انتخاب افادے کے خیال [illegible] کیا گیا ہے، اگرچہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسی کثرت کی بنا پر انتخاب میں کچھ بے انصافی سے ہوئی ہے۔ یہ سب کتابیں انگریزی زبان میں ہیں، اور عام مقصد کے اعتبار سے یا اس خاص مذہب کے لحاظ سے جس سے یہ متعلق ہیں مجموعوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔

ص ۳۴

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفسیاتِ جنون

باب (۱)

ذہنی خرابی کی تاریخ

غیر طبعی ذہنی مظاہر کے تذکرے آغازِ تاریخ تک ملتے ہیں۔ اور یہ مشرقی اور مغربی دونوں دنیاؤں کی قدیم ترین کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً عہد نامۂ قدیم میں ساؤل کے پستی کے دوروں کا تذکرہ ملتا ہے جب خدا کی جانب سے روحِ خبیث اس پر مسلط ہو جاتی تھی۔ بخت نصر کے ہذیان کا بھی حال ملتا ہے جس میں وہ اپنی نسبت سمجھ لیتا تھا کہ میں جانور ہو گیا ہوں۔ "وہ بیل کی طرح سے گھانس کھاتا تھا، اور آسمان کی شبنم سے اس کا جسم تر ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ اس کے بال عقاب کے پروں اور ناخن پرندوں کے پنجوں کے مانند ہو جاتے تھے"۔ مغرب کی طرف نظر ڈالو تو غیر معمولی ذہنی مظاہر ہومر کے صفحات میں اکثر ملتے ہیں۔ ایجیکس کو بھوتنیوں نے اس قدر ستایا کہ اس نے خود اپنی تلوار پر گر کے خودکشی کر لی۔ یولیسیس جنگِ ٹروجن سے اپنی غیر حاضری کو جائز قرار دینے کے لیے دیوانہ بن گیا۔ مشہور الہامات غالباً کلیتہً دھوکے سے منسوب نہیں کیے جا سکتے۔ بلکہ غالباً ایک حد تک اختناقی اظہارات ہوتے ہیں جیسے کہ

اس زمانے کے "واسطوں" میں ملتے ہیں۔

غیر طبعی مظہر کے پہلو بہ پہلو ہمیں اس کی توجیہ کی کوشش بھی ملتی ہے، کیونکہ مطالبۂ توجیہ ذہن انسانی کی اساسی خصوصیت ہے۔ کل تاریخ جنون میں اس مطالبے کا اظہار ہوتا رہتا ہے، اور اس امر کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسی توجیہات کی جائیں جن سے زمانے کے عام فکر اور علم کے مطابق تشفی ہو سکے۔ توجیہ کی ان کوششوں کو ہم "جنون کے مختلف تصورات" کے نام سے موسوم کریں گے۔ اور اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ان کی تاریخی ترقی کو شروع سے بیان کیا جائے یہاں تک کہ ہم جنون کے جدید نفسیاتی تصور تک پہنچ جائیں جس سے بہ حیثیت مجموعی اس کتاب کو تعلق ہے۔

مذکورۂ بالا قدیم تذکروں میں جنون کا جو تصور ملتا ہے وہ "عفریتیاتی" ہے۔ ان مظاہر کو کسی روحی وجود دیوتا یا عفریت کے اظہار خیال کیا جاتا تھا جو یا تو فی الحقیقت اپنے شکار کے جسم میں سکونت رکھتا تھا، یا محض خارج سے اس پر عمل کرتا تھا۔ اگر ظاہر شدہ مظاہر زمانے کے مذہبی خیالات کے مطابق ہوتے تھے، تو یہ خیال کیا جاتا تھا، کہ آسیب مہربان قسم کا ہے اور آسیب زدہ کو غیر معمولی طور پر مقدس خیال کر کے اس کا احترام کیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس اگر آسیب زدہ کا کردار مروجہ اخلاقیاتی ضوابط کے خلاف ہوتا تو آسیب کو خبیث روح خیال کیا جاتا۔ جب تک یہ خیال عام رہا، اس وقت تک قدرتی بات ہے کہ علاج کے طور پر صرف جھاڑ پھونک اور منتر جنتر سے کام لیا جاتا تھا۔

لیکن تقریباً ۴۶۰ ق م میں بقراط کے زمانے سے یونان میں جنون کے تصور میں نمایاں تغیر واقع ہوا۔ بقراط نے جو طب کا باوا آدم ہے، یہ اصول قایم کر دیا کہ ذہن کا عضو دماغ ہے، اور جنون محض اس عضو کی خرابی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس نے اپنے مریضوں کو ایسکلپیس کے مندر سے نکالا، اور معمولی طب کے ذریعے سے ان کا علاج شروع کر دیا۔

یہ خیال جو جنون کا حکمت کے طریقے سے علاج کرنے کی پہلی کوشش تھی، اس زمانے میں کچھ بہت زیادہ کامیاب ہونے والا نہ تھا، اور قرون تاریک کے عقلی جمود کے دوران میں یہ کلیتہً مٹ گیا۔ قرون وسطیٰ کے زمانے میں یورپ کا فکر ادب اور

فن کلیسائی خدمت کے لیے وقف نظر آتا ہے، جو اس زمانے میں سب سے طاقتور تھا، اس دور میں فلسفے کی جگہ مدرسیت اور حکمت کی جگہ تصوف لے لیتا ہے۔

ایسے زمانے میں جنون کی ماہیت اور اس کی علت کے مروجہ تصور کا قدما کے غیر یونانی تصور کی طرف لوٹ جانا ایک فطری امر تھا۔ یہ خیال کہ غیر معمولی ذہنی علامات فوق الفطری عامل کا نتیجہ ہیں خواہ وہ عامل مقدس ہو یا خبیث ہو پھر ظاہر ہو جاتا ہے، اور قرون وسطیٰ میں اپنے اوج کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ ۴

اس وقت کے مرتاضوں اور مجذوبوں کے جو تذکرے ملتے ہیں ان میں ایسے اظہارات اکثر بیان کیے جاتے ہیں مثلاً خواب یا بیخودی جو اس زمانے کے دیوانگی کے مریض میں اکثر ملتے ہیں۔ لیکن قرون وسطیٰ میں اس قسم کے مظاہر کو باری تعالیٰ سے گہری وابستگی کا نتیجہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں میں یہ واقع ہوتے تھے، ان کا اسی لحاظ سے احترام کیا جاتا تھا۔

غیر طبعی مظاہر کی ایک تعداد کو ساحری یا جادوگری کے زمرے میں شمار کیا جاتا تھا، جو قرون وسطیٰ کے فکر کا ایک خاص نتیجہ ہے۔ جادوگری کا دور بھی تاریخ انسانی میں ایک دلچسپ باب ہے، جو اب تک غیر حل شدہ مسایل سے پر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جادوگری کی بہت سی رسمیں جادوگرنیاں ثبت اور دوسرے اعیاد یورپ کے ماقبل تاریخ عہد کی یادگاریں ہوں۔ یعنے جرمن خرافاتی مذہب کی۔ اور یہ زمانے کے غالب مذہب کے پہلو بہ پہلو رواجی مذہب بن گئے ہوں۔ اس قسم کے رواجی مذہب لازمی طور پر ایسے بہت سے لوگوں کو اپنے اندر شامل کر لیتے ہیں، جن کی ذہنی حالت غیر استوار ہوتی ہے۔ اور یہ ایسا واقعہ ہے جس کی ہمارے زمانے میں بھی بر وقت مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ اس لیے یہ بات موجب حیرت نہیں، کہ ہمیں جادوگرنیوں میں ایسے لوگ بھی ملیں، جن کو اس زمانے میں قطعی طور پر عصبانیتی یا مجنون شمار کیا جائے۔ بعض ایسی علامات جن سے دور حاضر کا طبیب اختناق الرحم کی علامات کی حیثیت سے اچھی طرح سے واقف ہوتا ہے، کسی خاص عورت کے جادوگرنی ہونے کا قطعی ثبوت بن گئیں۔ ان علامات میں سے ایک مشہور علامت پنجۂ شیطانی تھا۔ یہ اس عورت کے جسم کے کسی حصے میں ۵

جس پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا، بے حس جلد کا ایک قطعہ ہوتا تھا۔ یہ علامت موجودہ زمانے کے شفاخانے میں اکثر ملتی ہے اور اختناقی بے حسی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ شیطانی پنجے کی موجودگی کی تحقیق اور دوسری ایسی ہی آزمایشوں پر جادوگرنیوں کے مقدمے مشتمل ہوتے تھے۔ یہ ظالمانہ دستور یورپ کی اقوام میں راسخ ہو گیا تھا، اور اٹھارھویں صدی تک بھی باقی رہا ہے۔ اس کی وسعت کا کچھ تصور اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ صرف ضلع ٹریوز میں تھوڑے سے عرصے میں چھ ہزار اشخاص کو جادوگری کی علت میں قتل کیا گیا۔

وہ غیر طبعی، ذہنی مظاہر جن کو نہ تو تقدس سے منسوب کیا جا سکتا تھا، اور نہ ساحری سے ان کو زیادہ تر شیاطین کے عمل کا نتیجہ خیال کیا جاتا تھا۔ جن بدنصیبوں سے ان کی علامات ظاہر ہوتی تھیں، ان پر جھاڑ پھونک اور دوسری قسم کے ٹونے ٹوٹکے کیے جاتے تھے۔ اور اگر یہ علاج کارگر نہ ہوتا تھا، تو انھیں یا تو کالی کوٹھریوں میں بند کر دیا جاتا تھا، یا شہر بدر کر دیا جاتا تھا۔

اس نہایت مذموم صورت حال کی اصلاح فکر کی دو بالکل ہی الگ راہوں کی ترقی سے ہوئی۔ اول حکمت (۲) دوسرے انسداد بیرحمی۔ حکمت کا طریقہ جو جلد ہی علم انسانی میں انقلاب پیدا کر دینے والا تھا، اپنے ابتدائی ایام میں عالم مادی کے مطالعے میں منہمک تھا۔ مگر اس مطالعے سے معروضی طرز فکر جو پیدا ہوا، اس کے نتایج دور رس ہونے لازمی تھے، اور مدرسیت کے انحطاط کے ساتھ ساتھ جنون کا عفریتی یا شیطانی تصور بھی رفتہ رفتہ زایل ہو گیا۔ آخر کار جدید یورپ اس منزل پر پہنچ گیا جس تک بقراط ایک ہزار سال سے بھی پہلے پہنچ چکا تھا۔ ذہنی مظاہر کو ان اعمال کی علامات قرار دیا گیا، جو دماغ میں واقع ہوتے ہیں، اور یہ اصول قایم کر دیا گیا کہ جنون اسی طرح سے دماغ کی بیماری ہے، جس طرح سے ذات الریہ یا نمونیہ پھیپھڑوں کی بیماری ہے۔ لہذا انیسویں صدی کے شروع میں ہم دیکھتے ہیں کہ جنون کا عضویاتی تصور قطعی طور پر قایم ہو جاتا ہے۔

اس منزل سے پہلے، ایک تغیری دور گزرا تھا، جس پر ایسے تصور کا غلبہ تھا جس کو سیاسی کہا جا سکتا ہے۔ اس زمانے میں اگرچہ مجانین کو شیطان کی ملکیت

٦

نہیں سمجھا جاتا تھا، مگر یہ ضروری خیال کیا جاتا تھا کہ ان کی غور و پرداخت کا فرض معاشرے کے ذمے نہیں ہے۔ جب تک دیوانہ اپنے ہم جنسوں کے ستانے سے باز رہتا تھا اس وقت تک اس کی قوم یہ خیال کرتی تھی کہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہی ہے۔ یہ دور قید خانوں اور بیڑیوں کا تھا۔

۷ انسان غلاظت سے بھری ہوئی پتھر کی ٹھنڈی سیلی کوٹھریوں میں مقید رکھے جاتے تھے، جہاں ہوا اور روشنی کا گذر نہ ہوتا تھا۔ انھیں پھوس کا ایک بچھونا دیا جاتا تھا، جس کو شاذ و نادر ہی بدلا جاتا تھا، اور جو بہت ہی جلد متعدی امراض کے جراثیم کا مسکن بن جاتا تھا۔ یہ ایسی خوفناک کوٹھریاں ہوتی تھیں، جن میں ہمیں بدترین جانوروں کو بھی رکھنے میں تکلف ہو۔ جو دیوانے ان کوٹھریوں میں قید کر دیئے جاتے تھے وہ اپنی نگرانی کرنے والوں کے رحم و کرم پر ہوتے تھے اور نگرانی کرنے والے قید خانے کے پرانے مجرم ہوتے تھے۔ بدنصیب مریضوں کو زنجیروں میں جکڑ کر جہازی غلاموں کی طرح سے رکھا جاتا تھا۔

اس زمانے کے پاگل خانوں کی جو خوفناک مصیبت کی تصویر ہوگارتھ نے کھینچی ہے، اس کو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔

جنون کے سلسلے میں انسان دوستی کا پہلے پہل کام انگلستان نے شروع کیا۔ اٹھارھویں صدی کے ختم پر سینٹ لیوک کے دارالمجانین کی اصلاح کی گئی، اور یارک میں ایک نئے پاگل خانے کی بنا ڈالی گئی جس کا نام ریٹریٹ Retreat یا عزلت تھا۔ یہ مجانین کے اصلاح حال کی پہلی سنجیدہ کوششیں تھی۔ ڈاکٹر کونولی نے یان ویل میں زنجیروں کو موقوف کر دیا جو اب تک ہر پاگل خانے کے لوازم میں سے تھیں۔ پنیل اور اسکوئرل کی قیادت میں فرانس میں بھی اسی قسم کی اصلاحیں عمل میں لائی گئیں۔ اس زمانے سے اب تک انسان دوستی کی تحریک مسلسل ترقی کرتی رہی ہے۔ اور اس زمانے کا پاگل خانہ آرام و انتظام کا نمونہ ہوتا ہے۔

۸ انتظام اور معالجے کی اس ترقی کو ہر ہر قدم پر حکمت کی ترقی سے مدد ملتی رہی ہے۔ اٹھارھویں صدی کے ختم تک یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ غیر طبعی

ذہنی مظاہر کا بھی انہیں طریقوں کے مطابق علاج کیا جائے، جو ہر جگہ علم کی مادی ترقی کا موجب ہوتے ہیں، اور اسی دور میں جنون کے حقیقی علمی مطالعے کی بنیاد پڑی۔ گزشتہ سو سال میں اس مطالعے میں جو جنونیات کا ایک شعبہ ہے، بڑی ترقی ہوئی ہے اور علم کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

انیسویں صدی کے شروع میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ عضویاتی تصور کو تقریباً عام مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ تحقیق کا زور دماغ کی تشریح و عضویات پر صرف ہونے لگا۔ اور ان مضامین کے متعلق ہمارے علم نے بہت سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ خورد بین کی مدد سے دماغ کی تشریحی ساخت کا انتہائی تفصیل کے ساتھ پتا چلایا گیا۔ اور دماغی عضویات پر اختباری طریقوں کے استعمال سے اور بھی زیادہ ترقیاں ہوئیں۔ دماغی عضویات کے ذیل میں سب سے بڑی تحقیق دماغی سطح کے واقعات کا ثبوت تھا، یعنے اس امر کا انکشاف کہ دماغ کے خاص خاص حصے خاص خاص جسمانی اعمال و افعال پر قابو رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ دریافت ہوا کہ دماغ کا ایک خاص حصہ جسے اب رقبۂ حرکی کہتے ہیں، سر اور اعضا کی تمام حرکات پر قابو رکھتا ہے۔ اور اگر اس رقبے کا ایک حصہ ضایع کر دیا جائے تو اس کا متعلقہ عضو فوراً مفلوج ہو جائے گا۔

ان انکشافات کے جوش میں اس امر کی وثوق کے ساتھ توقع کی جانے لگی کہ ذہنی خرابی کی ماہیت اور اس کے اسباب کا جلد ہی پتا چل جائے گا۔ مگر یہ توقعات پوری نہیں ہوئیں۔ اور یہ رائے تیزی کے ساتھ قایم ہوتی جارہی ہے کہ اگرچہ عضویاتی طریقے کے منافع سے انکار نہیں ہو سکتا، مگر اس مسئلے کے لیے کسی اور صورت کے واسطے بھی کافی گنجایش ہے۔ یہ دوسری صورت "نفسیاتی تصور" کی ترقی سے مہیا ہو گئی ہے۔

نفسیاتی تصور اس خیال پر مبنی ہے، کہ ذہنی اعمال کا براہ راست مطالعہ ہو سکتا ہے، اور ان کے ساتھ ساتھ جو تغیرات دماغ میں وقوع پذیر ہوتے ہوئے فرض کیے جاتے ہیں، ان کا لحاظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنے ذہنی خرابی کی صحیح معنے میں نفسیاتی نقطۂ نظر سے تحقیق ہو سکتی ہے۔ شروع شروع میں

اس پہلو کے ترقی دینے کی جو کوششیں ہوئیں، ان میں نفسیات کے مابعد الطبیعیات دینیات اور اخلاقیات کے ساتھ خلط ملط ہو جانے سے بہت خلل واقع ہوا۔ مثلاً ہم ہائنرتھ کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، کہ جنون گناہ کا نتیجہ ہے۔ اور مذہبی ایمان و ایقان کے حصول سے صحت ہو سکتی ہے۔ لیکن آخر میں نفسیات خود کو اپنے غیر متعلق رفقا سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئی۔ اور جنون کے مطالعے میں اس کے استعمال کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ اس سمت میں ابتداً نمایاں ترقیاں فرانسیسی نفسیاتیوں نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں کی ہیں، اور ژانے کا مستند کام ان کی ترقی کا انتہائی نقطہ ہے۔ گزشتہ چند سال میں ترقی کی رفتار بہت تیز رہی ہے، اور کراٹے پیلین فرائڈ اور رینگ کی تحقیقات سے نفسیاتی تصور ایک ثابت شدہ حقیقت بن گیا ہے۔

پس اس وقت دو تصوروں کا غلبہ ہے عضویاتی تصور اور نفسیاتی تصور۔ ان کے انداز بحث میں بہت فرق ہے، مگر دونوں اس بارے میں مشابہ ہیں کہ دونوں علمی طریقے کے استعمال پر مبنی ہیں۔



باب (۲)

ذہنی خرابی کا نفسیاتی تصور

۱۱

یہ ضروری ہے کہ ہم صاف طور سے سمجھ لیں کہ ذہنی خرابی کے نفسیاتی تصور سے کیا مراد ہے۔ اس کا عضویاتی تصور سے کیا تعلق ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے طریقوں کی نوعیت کیا ہے۔ ان مسایل پر غور کرتے وقت ان بنیادی دعاوی سے کچھ نہ کچھ واقف ہونا ضروری ہے، جن پر حکمت جدید مبنی ہے، اور اس لیے ہمارا ایسے مسایل تک پہنچ جانا ناگزیر ہے، جو صحیح معنے میں ہمارے موضوع کی حدود سے باہر ہیں، لیکن چونکہ نفسیات میں واضح فکر اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ان ابتدائی امور کے متعلق واضح تصورات قایم نہ ہو جایئں، اس لیے اگر ہم ذرا دیر کے لیے فلسفے کے علاقے میں مداخلت بیجا کے مرتکب ہو رہے ہیں تو ہمیں معاف کر دیا جائے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ حکمت جدید ذہنی خرابی کے مسئلے پر دو مختلف راستوں سے حملہ آور ہے۔ نفسیاتی تصور ان مظاہر سے ذہنی حالتوں کی حیثیت سے بحث کرتا ہے، اور عضویاتی تصور انہیں ان تغیرات کے آثار و علایم قرار دیتا ہے۔ جو دماغ میں واقع ہوتی ہیں۔ اس بیان میں بعض اصلاحیں ہمارے سامنے آتی ہیں، جن کو اگرچہ معمولی بول چال میں غیر متعین اور غلط سلط طور پر استعمال کیا جاتا ہے، مگر ان کا ایک

۱۲

متعین و مقرر مفہوم ہے ۔ یہ اصطلاحیں حسب ذیل ہیں۔

"حکمت" "ذہن" "دماغ" "عضویات" "نفسیات"

ہر شخص جانتا ہے کہ حکمت علم حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے، مگر ہر شخص اس امر سے واقف نہیں ہوتا، کہ اس طریقہ کو جس موضوع پر بھی استعمال کیا جائے، یہ ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ جو حکیم نفسیات پر طبع آزمائی کرتا ہے، ٹھیک اس حکیم کی طرح آگے بڑھتا ہے، جو کیمیا میں داد تحقیق دیتا ہے۔ حکمت کا عام طریقہ چند متعین قدموں پر مشتمل ہوتا ہے، اور اس کی ماہیت ایک سادہ مثال پر غور کرنے سے زیادہ اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے گی۔[1]

آؤ ذرا اس عمل پر غور کریں جس کے ذریعے ہمیں سیاروں کے نظام کا علم ہوا ہے۔ ہئیت کے ابتدائی ایام میں بہت سے بیہودہ مفروضے اختراع کر کے اس حرکت کی توجیہ کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن کاپرنیکس ٹائکو براہی اور کیپلر کے آنے کے بعد سے ان مفروضات کو ترک کر دیا گیا اور اس مسئلے پر حکمت کے سست مگر یقینی طریقے سے غور کیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلا قدم یہ تھا کہ بہت محنت کے ساتھ ضروری واقعات جمع کئے گئے۔ کسی خاص سیارے کے مقام کا کسی خاص دن بغور مشاہدہ کیا گیا۔ اور بعد کو مختلف ایام میں اسی مشاہدے کو دہرایا گیا۔ ان مشاہدات کو ترتیب وار جمع کیا گیا، اور اس طرح سے ان تدریجی مقامات کی ایک یادداشت مرتب کر لی گئی، جو سیارے کے دورکے اندر ہوتے ہیں۔ اگلا قدم کسی ایسے سہل ضابطے کی تحقیق تھا جس کے ذریعے سے ان تدریجی مقامات کو مختصر مگر جامع طور پر بیان کیا جاسکے۔ کیپلر نے یہ دریافت کیا، کہ اگر یہ فرض کریں کہ ہر ستارہ سورج کے گرد ایسی منحنی شکل میں گھومتا ہے جس کو ریاضی داں شکل ناقص کہتے ہیں تو ہمارا مفروضہ جمع شدہ واقعات کے بالکل مطابق ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح سے اگر ہمیں یکم جنوری کو سیارے کا مقام اور اس کی رفتار کی شرح

13

---

[1] اس باب طریق حکمت کا جو تصور بیان کیا گیا ہے، اس سلسلے میں مصنف زیادہ تر پروفیسر کارل پیرسن کی کتاب "قواعد حکمت" کا مرہون منت ہے۔

معلوم ہو تو ہم حساب لگا کر بتا سکتے ہیں ۱۴ جنوری تک شکل ناقص پر اس نے کہاں تک حرکت کی ہوگی۔ اس کے بعد اگر اس مشاہدے سے اس حساب کا مقابلہ کریں جو ہم نے سیارے کے مقام کے متعلق ۱۴ جنوری کو کیا تھا، تو حساب سے دریافت کیا ہوا مقام اور حقیقی مشاہدے کا مقام ایک ثابت ہوگا۔ چونکہ یہ جانچ ہمیشہ پوری اترتی ہے، اس لیے کیپلر کے ضابطے کا درجہ حکمی قانون کے مساوی تسلیم کر لیا گیا ہے۔

اگر ہم اس طریق عمل کی تحلیل کریں جس کے ذریعے سے بالآخر اس قانون تک رسائی ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تین تدریجی قدموں پر مشتمل ہے۔ (۱) واقعات کا جمع کرنا اور ان کی یادداشت تیار کرنا۔ (۲) واقعات کا سلسلہ واری اصطفاف (۳) مختصر ضابطے یا قانون کا انکشاف۔ جس سے ہم واقعات کے ان تسلسلوں کو نہایت ہی جامع اور آسان طریق پر بیان کر سکیں۔ یہ حکمت کا طریقہ ہے اور جو موضوع بھی ہو حکمت صرف اسی طریقے کو استعمال کرتی ہے۔

۱۴ اب آؤ حکمی طریقے کی ایک اور مثال کو جانچیں یعنی ان واقعات کے انکشاف پر غور کریں جن پر سالماتی یا جوہری نظریہ مشتمل ہے۔ یہ بات فوراً واضح ہو جاتی ہے، کہ ماہر کیمیا انھیں تین قدموں سے آگے بڑھا ہے۔ جو ہم نے کیپلر کے سیاری قانون میں دریافت کئے تھے۔ یعنے پہلے وہ واقعات کا پتا چلاتا ہے، جو مختلف کیمیاوی مادوں کے مشاہدے میں ملتے ہیں اور یہ دیکھتا ہے، کہ مجموعی طور پر یہ کس طرح منتشر یا مجتمع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ واقعات کو ایک سلسلے میں ترتیب دیتا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس انتشار و ترکیب میں ان مادوں کا تناسب جن پر کوئی جسم مشتمل ہوتا ہے ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک حکمی قانون دریافت کیا جاتا ہے، جس سے ان واقعات کی توجیہ ہو جاتی ہے۔ اس تیسرے قدم کو ڈالٹن نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ اس نے یہ مفروضہ قائم کیا کہ کیمیاوی مادے بہت چھوٹے عناصر یا جوہروں پر مشتمل ہوتے ہیں، اور یہ جوہر بعض سادہ اصول کے مطابق ترکیب پاتے ہیں۔ اس نے یہ دیکھا کہ اس طرح سے جو ضوابط حاصل ہوئے ہیں، اور جن کے مجموعے سے مشہور جوہری نظریہ بنتا ہے ان سے صرف یہی نہیں، کہ وہ ان کیمیاوی ترکیب و انتشار کے تمام واقعات کی

توجیہ کر سکتا ہے، جن کی اختبار سے پہلے تحقیق ہو چکی ہے، بلکہ ان کے ذریعے سے یہ پیشین گوئی بھی ممکن ہے کہ آیندہ اسی قسم کے اختبارات میں کیا واقع ہو گا۔ ڈالٹن کے نظریے کے بے شمار امتحانات لیے گئے اور یہ ہمیشہ واقعات تجربے کے مطابق ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا جن ضوابط پر یہ مشتمل ہے، وہ کیپلر کی اشکال کی مانند ہیں، اور انھیں ثابت شدہ حکمی قوانین خیال کیا جاتا ہے۔ یہ نظریہ اتنی عمومیت کے ساتھ تسلیم کیا جاتا ہے، اس کی اتنی کثرت سے تعلیم دی جاتی ہے، اور یہ اس قدر مفید ہے، اور اس سے اتنے بہت سے واقعات کی توجیہ ہوتی ہے، کہ غیر فنی پڑھنے والے کا اس کی حقیقی نوعیت کی نسبت غلطی میں مبتلا ہو جانے کا امکان ہے۔ ۱۵

اگرچہ کیپلر کی اشکال ناقص اور ڈالٹن کا جوہری نظریہ دونوں حکمی طریقے کے استعمال سے حاصل ہوتے ہیں مگر ان کے مابین ایک اہم فرق بھی ہے۔ یعنے دوسری مثال میں ایک نیا عامل ظاہر ہو گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈالٹن نے صرف حکمی قانون ہی اختراع نہیں کیا، بلکہ اس نے ان اشیا کو بھی دریافت کیا ہے جن کے متعلق قانون کے صحیح ہونے کا تصور کیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ آیا سالمات یا جواہر حقیقی وجود رکھتے ہیں یا نہیں۔ کسی نے آج تک انھیں دیکھا یا چھوا نہیں اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ آیندہ بھی کوئی شخص انھیں دیکھ اور چھو نہ سکے۔ جواہر محض حکمی تخیل کی اختراع ہیں۔ بالکل یہی بات نور کے موجی نظریے کے متعلق بھی صحیح ہے۔ فطرت میں اثیر یا اس کی موجوں کا کبھی مشاہدہ نہیں ہوا۔ انھیں اہل حکمت نے نور و حرارت کے واقعات کی توجیہ کے لیے اختراع کیا ہے۔ لیکن ان کے حقیقتہً موجود نہ ہونے سے اس قدر و قیمت میں ذرا بھی خلل نہیں پڑتا جو یہ حکمت کے لیے رکھتے ہیں۔ ان کی بدولت ہم بہت سے واقعات کی نسبت پیشین گوئی کر سکتے ہیں، اور حکمی قانون سے صرف اسی بات کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

اوپر جو باتیں بیان ہوئیں ان کی تہہ میں ایک امتیاز ہے اور یہ امتیاز "مظہری" اور "تصوری" کا ہے۔ مظاہر تجربے کے واقعات ہوتے ہیں، جن کا عملاً مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ تصورات حکیم کے اختراع ہوتے ہیں، جن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے ذریعے سے تجربے کے واقعات کی توجیہ ہو جائے۔ مثلاً ۱۶

کیمیاوی مادے اور رنگین اشیا مظاہر ہیں۔ سالمات یا جواہر اور اثیری امواج تصورات ہیں۔

اب ہم حکمت کے طریقے کی نسبت اپنے بیان کو مکمل کر سکتے ہیں۔ یہ (۱) مظاہر کے مشاہدے اور ان کی یادداشت مرتب کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۲) مظاہر مندرجہ یادداشت کا مجموعوں یا سلسلوں کے اندر اصطفاف کیا جاتا ہے۔ (۳) ایسا ضابطہ دریافت کیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے ہم ان مجموعوں یا سلسلوں کی نہایت ہی جامع اور آسانی کے ساتھ توجیہ کر سکیں۔ ممکن ہے کہ ضابطہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل تصوری ہو، یعنے ممکن ہے یہ بالکل خیالی چیزوں سے کام لے جن کے حقیقی وجود کو فطرت میں ثابت نہ کیا جا سکے۔ جس جانچ پر اسے پورا اترنا چاہیئے وہ صرف افادہ ہے، یعنے اس سے ان واقعات کی توجیہ ہونی چاہیئے جو ہمیں فی الحقیقت ملتے ہیں اور اس کے ذریعے سے ہم آیندہ واقعات کے واقع ہونے کی نسبت ہم پیشین گوئی کر سکیں۔ پس اگر ذہنی خرابی کے مطالعے کو حکمت کے نام کے لائق بنانا ہے تو، اس طریقے کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ اور جو کام ہمارے سامنے ہے اس کا ایک عام خاکہ واضح ہو گیا ہے۔ مگر ایک اور دشواری ہے جس کا حل کرنا ضروری ہے۔ اگر تحقیق کا صرف ایک ہی طریقہ ہے تو عضویاتی اور نفسیاتی تصور میں کیا فرق ہے۔ ۱۷

عضویاتی تصور اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ذہنی خرابی کے منفا ہر مظاہر ہوتے ہیں، مگر یہ فرض کرتا ہے کہ ذہنی اعمال کے ساتھ دماغ میں بھی تغیرات واقع ہوتے ہیں، اور یہ انھیں تبدیلیوں پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ واقعات شعور ہونے کی حیثیت سے ایسے مظاہر سے کوئی خاص بحث نہیں ہوتی۔ عضویاتی تصور کا پہلا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جنون کی حالت میں دماغ میں جو تبدیلیاں فی الحقیقت واقع ہوتی ہیں، ان کی تحقیق کرے، اور ان دماغی تبدیلیوں کو دریافت کرے جو ہر فاسد ذہنی عمل کے ساتھ واقع ہوتی ہیں۔ اس کا مقصد اصلی یہ ہے کہ ایسے سہل قوانین کو دریافت کرے جو ان دماغی اعمال کو نہایت مختصر مگر جامع انداز میں بیان کر دیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان قوانین میں عضویاتی اصطلاحات کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔

کیونکہ اصطلاحات شعور کے لیے ان میں کوئی گنجایش نہیں ہے۔

اس کے برعکس نفسیاتی تصور شروع ہی سے دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ یہ ان شعوری اعمال کو جو جنون میں واقع ہوتے ہیں اصل مظاہر سمجھتا ہے اور انھیں سے اسے بحث کرنی ہوتی ہے۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسے آسان قوانین دریافت ہو جائیں جن سے یہ شعوری اعمال مختصر مگر جامع طور پر بیان ہو جائیں۔ اس صورت میں قوانین میں نفسیاتی اصطلاحات کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔ دماغی اصطلاحات کے لیے اس میں کوئی گنجایش نہ ہوگی۔

18 آخر میں جو قوانین عضویاتی یا نفسیاتی تصور کے مطابق حاصل ہوں، ان کے لیے یہ بات نہایت ہی ضروری ہے کہ اصطلاحات میں خلط نہ ہو۔ عضویاتی قوانین میں نفسیاتی اصطلاحات نہ ہونی چاہئیں، اور نفسیاتی قوانین عضویاتی اصطلاحات سے مبرا ہونے چاہئیں۔ اگر "دماغی خلایا" اور تصورات کو گڈمڈ کر دیا جائے تو پریشان خیالی کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ متعلم کو چاہیے کہ اس دعوے کو اصول موضوعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لے۔ کیونکہ اگر ہم اس کی صداقت کو قرار واقعی طور پر ثابت کرنا چاہیں تو اس کتاب کی حدود سے تجاوز ہو جانا لازمی ہے [1]

اس امر کا تعین کہ نفسیاتی اور عضویاتی تصوروں میں بالآخر باہم کیا تعلق ہے ہمیں ذہن اور دماغ کے نہایت ہی مختلف فیہ مسئلے کی طرف لے آتا ہے، اور یہ فلسفے سے متعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پر یہاں گفتگو نہیں ہو سکتی۔ حکمت کے نقطۂ نظر سے اس سادہ امتیاز کا اچھی طرح سے سمجھ لینا ہی کافی ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

کتاب کے موضوع بحث کو اس طرح سے ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ طریق حکمت کے تینوں تدریجی قدم اپنی منطقی ترتیب کے ساتھ سامنے آئیں گے باب ۳ میں ذہنی خرابیوں کے مظاہر کو بیان کیا گیا ہے یعنے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے جن کا ہمیں اپنے مریضوں میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ باب ۴ میں ان واقعات کی 19

[1] نفسیاتی اور عضویاتی تصوروں اور ان کے باہمی تعلق کی تفصیلی بحث اگر دیکھنی ہو تو مصنف کی نفسی مرضیات کا مطالعہ کرو جو ۱۹۲۰ء میں مطبع جامعۂ کیمبرج سے شایع ہوئی ہے۔

ترتیب و اصطفاف کیا گیا ہے۔ باب ۳ اور بعد کے ابواب میں ان واقعات کی توجیہہ کی گئی ہے اور مختلف نفسیاتی قوانین بیان کیے گئے ہیں جن سے مشاہدے میں آئے ہوئے مظاہر کی توجیہہ ہوتی ہے۔ یہاں پر متعلم کو تصوری نفسیات سے روشناس کرایا گیا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ دشوار ہے لیکن اگر وہ مظہری اور تصوری کے مذکورۂ بالا امتیاز کو اچھی طرح سے سمجھ لے تو اس حصے کے سمجھنے میں بے حد آسانی ہو گی۔ وہ یہ دیکھے گا کہ جدید نفسیات میں ایسے تصورات استعمال ہوتے ہیں جن کے حقیقی مظہری وجود کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً گرہوں اور احتباس کے تصور مشاہدے میں آئے ہوئے مظاہر کی توجیہہ کے لیے اسی طرح سے ایجاد کئے گئے ہیں جس طرح سے علم طبیعی میں قوت و توانائی کے تصور مظاہر حرکت کی توجیہہ کے لیے اختراع کئے گئے ہیں۔ اسے ایسے تصوری اختراعات بھی ملیں گے جیسے کہ غیر شعوری ذہنی اعمال ہیں جن میں یہ مفروضہ مضمر ہے کہ ایسے ذہنی اعمال بھی ہوتے ہیں جن سے خود فرد قطعاً بے خبر ہوتا ہے۔ شاید پہلی نظر میں یہ معلوم ہو کہ یہ مفروضہ تو نفسیاتی محال پر مشتمل ہے، اگر ذہنی اعمال کا وجود ہے تو ان کے شعور کا ہونا بھی لازمی ہے۔ متعلم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس وقت اسے ایسے تصور سے بحث ہے جو مظہری حقیقت کا مدعی نہیں ہے۔ اور یہ تصور اسی طرح کا ہے جس طرح طبیعیاتی کا تصور اثیر[1] ہے۔ مظہری اعتبار سے غیر شعوری ذہنی عمل اسی طرح سے محال ہے جس طرح سے بے وزن اور بے رگڑ اثیر محال ہے۔ دونوں صورتوں میں تصورات کے

۲۰

[1] اس خیال کو کہ غیر شعوری ذہنی اعمال تصوری اختراعات ہیں، حامیان تحلیل نفسی تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک غیر شعوری ذہنی اعمال کا اسی طرح سے استنباط ہوتا ہے جس طرح دوسروں کے شعوری اعمال کا استنباط ہوتا ہے، اور اس لیے ان کے نزدیک مظہری حقیقت کا انہیں بھی وہی حق حاصل ہے۔ اس بارے میں اگر تفصیلی بحث دیکھنی ہو تو نفسی مرضیات Psychopathology کے صفحہ ۷۵ کا مطالعہ کرو جو جامعہ کیمبرج کے مطبع سے ۱۹۲۰ء میں شایع ہوئی ہے۔

حکمی نظریہ ہونے کے دعوے کو حق بجانب ثابت کرتا ہے، کیونکہ اس کی بدولت تجربے کے واقعات کی جامع اور آسان توجیہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ حکمت کے سب سے بڑے امتحان پر پورا اترتا ہے اور وہ افادے کی پرکھ ہے۔



۲۱

باب (۳)

ذہنی خرابی کے مظاہر

اس وقت ہمارے پیش نظر یہ کام ہے کہ اس امر کی تشریح کریں کہ نفسیاتی تصور کو ذہنی خرابی کے مظاہر پر کس طرح سے استعمال کیا جا سکتا ہے' اور ثابت کریں کہ ذہنی خرابی کے مظاہر مقررہ نفسیاتی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں' جو مقررہ نفسیاتی قوانین کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

شروع ہی میں ایک رکاوٹ کا سامنا ہوتا ہے ۔ یہ رکاوٹ شاید اس مضمون سے مخصوص تو نہیں ہے جس کو ہم نے انتخاب کیا ہے' مگر جن حالات میں مضمون کو پیش کرنا ہے ان کی بنا پر غیر معمولی دشواریوں کی موجب ہے ۔ ہم یہ فرض کرنے پر مجبور رہیں کہ پڑھنے والے ان قوانین ہی سے ناواقف نہیں ہیں جن کہ ذہنی خرابی کے قوانین تابع ہوتے ہیں' بلکہ خود ان مظاہر سے بھی ناواقف ہیں ۔ غیر فنی آدمیوں کو شاذونادر ہی جنون کے متعلق عملی تجربہ ہوتا ہے ۔ اور عام طور پر لوگ دیوانے کا جو تصور رکھتے ہیں وہ مبالغہ آمیز اور نادرست ہوتا ہے ۔ اس لیے اس سے پہلے کہ ہم ان علامات کی تشریح و توجیہ کریں جو دیوانے سے ظاہر ہوتی ہیں' یہ ضروری ہے کہ اس غلط تصور کی اصلاح ہو جائے اور ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ پڑھنے والے کم از کم ان مظاہر سے جو درحقیقت

۲۲

واقع ہوتے ہیں کم از کم سطحی واقفیت تو حاصل کر چکے ہیں۔ یہ باب اسی ابتدائی کام کے لیے وقف ہے۔

ایک چھوٹی سی کتاب میں ان علامات کو مکمل اور باضابطہ طور پر بیان کرنا جو جنون کی بہت سی اقسام میں ملتی ہیں ظاہر ہے کہ ناممکن ہے۔ ہمیں اپنی توجہ کو صرف اس نمایاں علامات پر مرکوز رکھنا چاہیئے جو دماغی شفاخانے کے کمروں کی ہر سیر کرنے والے کو صریح و واضح معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارا بیان نہ تو مکمل ہوگا اور نہ اس میں ترتیب و اصطفاف کی کوئی کوشش کی جائے گی۔ نتیجہ غالباً اسی قسم کا مبہم سا اثر ہوگا جو دماغی شفا خانے کی سیر کرنے والا سیر کے بعد اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ لیکن اس سے متعلم کو جنون کے کم از کم بعض واقعات سے اور ان اصطلاحات سے واقفیت ہو جائے گی جو ان واقعات کے بیان کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ علاوہ بریں امید یہ ہے کہ بعد کے ابواب کے مطالعے سے یہ مبہم اثر رفع ہو جائے گا اور اس کی جگہ ایک مرتب تصویر کو حاصل ہو جائے گی جس میں ہر علامت کو اپنی صحیح جگہ حاصل ہو گی۔

ابتدا ہم بعض عام تبدیلیوں کے بیان سے کرتے ہیں، جن کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ذہن کو بہ حیثیت مجموعی متاثر کرتی ہیں۔ اس کے بعد علیحدہ علیحدہ علامات کو بیان کیا جائے گا، جن کو یا تو ان کے کثیر الوقوع ہونے کے اعتبار سے انتخاب کیا گیا ہے یا نمایاں پن کی بنا پر۔ یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیئے کہ جن مظاہر کو ہم بیان کر رہے ہیں یہ ہرگز ایک دوسرے کے مانع نہیں ہیں، اور ان میں کئی ایک ہی مریض میں بہ یک وقت ہونے ممکن ہیں۔

۲۳

عام تبدیلیوں میں سے پہلی تبدیلی تو کمی ذہنی خرابی ہوتی ہے۔ یعنے عام ذہنی استعداد گھٹ جاتی ہے اور ذہن کے تمام وظایف اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ مریض اچھی طرح سے نہ تو سوچ سکتا ہے نہ عمل کر سکتا ہے اور نہ یاد رکھ سکتا ہے۔ اس کی عقل اوسط معیار سے نمایاں طور پر گھٹ جاتی ہے، اور وہ غیر معمولی طور پر احمق و غبی معلوم ہوتا ہے۔ کمی خرابی کی دو صورتیں ہوتی ہیں جو بالترتیب ذہنی کمی اور رقاعت کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔

ذہنی کمی کی صورت میں مریض پیدا ہی اوسط ذہنی ساز و سامان کے بغیر ہوتا ہے اور ذہنی قوتیں کبھی کامل نشو و نما کو نہیں پہنچتیں۔ اس عدم نشو و نما کے بہت سے درجے ہو سکتے ہیں، جو ذہن کے کامل فقدان سے لے کر ایسی حالت تک ہو سکتا ہے جس میں عقل اوسط سے صرف ذرا ہی سی کم ہوتی ہے۔ ادنیٰ ترین درجے کے مریض شیر خوار بچے کے درجے سے کبھی آگے نہیں بڑھتے۔ وہ گویائی یا ماحول سے سادہ ترین مناسبت پیدا کرنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔ اور انھیں تمام عمر اس احتیاط و توجہ کی ضرورت ہوتی ہے جو عموماً چھوٹے بچے پر صرف کی جاتی ہے۔ بعض کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ انھیں بولنا تو آجاتا ہے مگر لکھنے پڑھنے کی استعداد حاصل نہیں ہو سکتی۔ بعض اس نوبت سے تو آگے بڑھ جاتے ہیں مگر ان کا علم بہت ابتدائی نوعیت کا رہتا ہے۔ انھیں کبھی عام تصورات حاصل نہیں ہوتے، اور روزی کمانے اور شہریوں کی حیثیت سے اپنی جگہ لینے کے وہ بالکل ناقابل ہوتے ہیں۔ ذہنی کمی عام طور پر دماغی نشو و نما کے فقدان سے متلازم ہوتی ہے اور اس کو آسانی سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

عتاہت میں ذہنی استعداد کی عام کمی کا نقص اکتسابی ہوتا ہے۔ مریض ایک زمانے میں اوسط ذہنی ساز و سامان رکھتا تھا، مگر اس میں انحطاط واقع ہو جاتا ہے۔ اس عمل کا اصل نمونہ عقل کا وہ تدریجی انحطاط ہے، جو معمولاً بڑھاپے میں رونما ہوتا ہے اور عتاہت کی بعض بہترین مثالیں وہاں ملتی ہیں جہاں بڑھاپے کا ذہنی انحطاط انتہائی مدارج کو پہنچ جاتا ہے۔ اس قسم کے واقعات عتاہت پیری کے نام سے مشہور ہیں۔ شیکسپیر نے اپنے مندرجۂ ذیل مصرعوں میں اس حالت کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سب سے آخری منظر

جو اس عجیب پراز حوادث تاریخ کو ختم کر دیتا ہے دوسرا

بچپن ہے کہ اور محض فراموشی پر مشتمل ہوتا ہے، اس حالت میں دانت

آنکھیں قوت ذائقہ غرض ہر قوت جواب دے چکتی ہے۔

لیکن اس قسم کا کلی انحطاط ہر عمر میں واقع ہو سکتا ہے اور شدت کے اعتبار

سے بھی یہ ہر درجے کا ہو سکتا ہے، یعنے معمولی کند ذہنی سے لے کر شدید عتاہت تک جس میں مریض معمولی سے معمولی ذہنی عمل کی قابلیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ان اکتسابی عتاہتوں کی نوعیت کمی ذہن کی سی ہے، اور دماغ کے اندر نمایاں تبدیلیاں عام طور پر ان کے ساتھ ہوتی ہیں۔

جنون کی بعض صورتوں میں عام ذہنی تبدیلی جو دیکھی گئی ہے وہ کمی نہیں بلکہ کیفی تغیر پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کے متعلق کہہ سکتے ہیں، کہ اس میں ذہن کی عام روش اپنے تجربے کی نسبت بدل جاتی ہے، اور یہ تبدیلی یا تو عارضی ہوتی ہے یا کم و بیش مستقل ہوتی ہے۔ اس عنوان کے تحت ہیجان، اضمحلال اور مردہ دلی شامل ہیں۔ ۲۵

ہیجان کے معنی سے ہر شخص واقف ہے اور اصطلاح کے لیے کسی مزید تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ جنون میں یہ علامت اکثر نظر آتی ہے، اور تندرست آدمی کے ہیجان اور مجنون کے ہیجان میں صرف یہ فرق ہے کہ مجنون کا ہیجان زیادہ شدید ہوتا ہے، اور اس کی بظاہر کوئی کافی وجہ نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں یہ ہیجان مریض کی حقیقی کیفیت اور حالات کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ جنون کی علامت کی حیثیت سے ہیجان بہت سی شکلوں میں ہوتا ہے، یہ شکلیں ایک دوسرے سے تقریباً ہر جزیے میں مختلف ہوتی ہیں۔ یہ صرف ایک اساسی امر میں مشترک ہوتی ہیں اور وہ یہ کہ ان سب میں ذہن توانائی کے غیر معمولی صرف کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی ایک نہایت ہی عام صورت مخبوطانہ ہیجان ہے۔ اس قسم کے بہترین تشریح اصل واقعے کے بیان سے ہو سکتی ہے۔

مریض ہر وقت مصروف رہتا ہے۔ اور ہر آن وہ ایک نیا مشغلہ شروع کرتا ہے اور فوراً ہی کسی دوسرے مشغلے کی خاطر اس کو ترک کر دیتا ہے۔ وہ کبھی سکون سے نہیں بیٹھتا، بلکہ اس سے فعلیت کا دباؤ مسلسل ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ وہ جلدی جلدی بلا وقفے کے باتیں کرتا ہے اور ایک موضوع سے دوسرے موضوع پر بغیر کسی معقول ربط کے اچھلتا رہتا ہے۔ وہ کسی مربوط سلسلۂ فکر کے قایم کرنے کے ناقابل معلوم ہوتا ہے۔ اس کی توجہ ہر معمولی سی شے کی طرف منعطف ہوتی رہتی ہے، اور جلد ہی اس کی جانب سے ہٹ بھی جاتی ہے۔ ۲۶

وہ بالعموم غیر معمولی طور پر بشاش ہوتا ہے، اور خود سے اپنے ماحول سے بے معنی طور پر خوش ہوتا ہے۔ لیکن اس کی طبیعت کا رنگ بھی اس شئی توجیہ کی طرح سے تغیر پذیر ہوتا ہے، اور خفیف ترین اشتعال پر غضبناک ہو جاتا ہے۔

بعض حالات میں ممکن ہے کہ ہم اس قسم کے کردار کو قابل معافی سمجھیں، اگرچہ ہمیں یہ مبالغہ آمیز اور غیر متوازن معلوم ہو، لیکن جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مریض دبلا پتلا اور کمزور ہے، اس کی صحت بھی بہت خراب ہے، اور حال ہی میں وہ خوفناک پریشانیوں کا شکار رہا ہے، اور اس وقت اس کی، اس کے خاندان کی مالی حالت انتہائی خراب ہے، اور اس پر طرہ یہ کہ اسے پاگل خانے میں منتقل کر دیا گیا ہے تو اس وقت اس کا موجودہ کردار قطعاً ناقابل فہم ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی موجودہ حالت کے واقعات سے اس قدر مختلف ہوتا ہے، کہ ہمیں اس کے کردار کو قطعی طور پر مجنونانہ قرار دینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا۔

اور اقسام میں ہیجان زیادہ شدید ہوتا ہے اور شاید بشاشی کی جگہ جلد ہی شدید قسم کا غصہ لے لیتا ہے، مریض اپنے گرد و پیش کے تمام اشخاص پر حملہ آور ہوتا ہے، اور عقل و استدلال کا اس پر مطلقاً کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کی حالت تقریباً ایسی ہوتی ہے جیسا کہ عام طور پر دیوانے کا تصور ہوتا ہے۔

اضمحلال کو ہیجان کا عکس قرار دے سکتے ہیں۔ مریض تمام کام بالکل آہستہ آہستہ کرتا ہے۔ سوچنے میں اسے دشواری ہوتی ہے۔ اور مغموم و افسردہ ہوتا ہے۔ ۲۷

تیسرا عام کیفی تغیر مردہ دلی ہے۔ اس میں مریض کو نہ تو جوش و ہیجان ہوتا ہے، اور نہ اس پر اضمحلال و افسردگی طاری ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے لاپرواہی کا اظہار ہوتا ہے، اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کوئی خواہش ہے نہ دلچسپی نہ شوق ہے۔ مردہ دلی کی بہترین مثال جذبی عتاہت ہے۔ یہ خصوصیت اکثر مزمن مریضوں میں پائی جاتی ہے جن پر شفا خانے کی

مستقل آبادی مشتمل ہوتی ہے۔ مریض کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا رہتا ہے، اس کے چہرے پر کسی قسم کے جذبے کی علامت نہیں ہوتی وہ اپنا سر جھکائے رکھتا ہے، مشغول ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرتا، گرد و پیش کی کسی شے سے اسے دلچسپی نہیں معلوم ہوتی اور بظاہر وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر ہم اس کو مخاطب کریں تو ہمیں یا تو کوئی جواب ملتا ہی نہیں اور اگر ملتا ہے تو صرف یک لفظی جواب ملتا ہے، جو اکثر اوقات سوال سے بالکل غیر متعلق ہوتا ہے۔

پہلی نظر میں یہ صورت حقیقی عتاہت کی معلوم ہوتی ہے، یعنے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذہنی استعداد میں فی الحقیقت کلی نقصان واقع ہو گیا ہے، جس کا اس باب کے شروع میں ذکر ہوا تھا۔ لیکن اگر ہم مریض کے ذہن کے متعلق بصیرت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو ہم کو معلوم ہو گا کہ عتاہت زیادہ تر ظاہری ہوتی ہے۔ مریض مشاہدہ کر سکتا ہے یاد رکھ سکتا ہے، اور فکر کے پیچیدہ سلسلوں کو عمل میں لا سکتا ہے، صرف اس کے لیے ضروری مہیج کے مہیا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس حالت کی اصل وجہ صرف گہری قسم کی جذبی مردہ دلی ہوتی ہے۔ مریض پر ایک قطعی جمود کی حالت طاری ہوتی ہے اور وہ اپنی ذہنی استعدادوں سے قطعاً کوئی کام نہیں لیتا۔ کیونکہ اسے دلچسپی یا خواہش نہیں ہوتی۔ اسے کل عالم ان لاتعداد چیزوں کے مشابہ معلوم ہوتا ہے، جنھیں ہم اپنی زندگی کے ہر لمحے میں نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ یعنے عالم اسے ایسی شے معلوم ہی نہیں ہوتا جس پر کسی قسم کی ذہنی توانائی صرف کی جائے۔

جذبی عتاہت کی کم شدید صورتوں میں مریض سوالات کا جواب دیتے ہیں اور شاید معمولی کام بھی مشین جیسی باقاعدگی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ لیکن ان سے نہ تو دلچسپیوں کا اظہار ہوتا ہے نہ انھیں کوئی امید ہوتی ہے نہ ان کی آیندہ کے لیے کوئی تجویز ہوتی اور نہ انھیں کسی قسم کا شوق ہوتا ہے اور وہ شفاخانہ کی تنگ دنیا میں مستقل طور پر ہمیشہ پر قانع ہوتے ہیں۔

اب تک ذہنی خرابی کے سلسلے میں عام تغیرات کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان کے علاوہ انفرادی علامات بھی ہوتی ہیں جو باہم بے حد مختلف ہوتی ہیں۔ اب ہم ان علامات میں سے بعض کو بیان کرتے ہیں، ان کو اصطفاف یا کسی باقاعدہ ترتیب

۲۸

کے خیال کے بغیر یونہی چن لیا گیا ہے۔

اس ذیل میں ہم پہلے خواب خرامی کو لیتے ہیں۔ یہ مظہر عام طور پر ان نام نہاد عصبانی مریضوں میں ملتا ہے، جو صحت حواس اور جنون کے بین بین ہوتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال وہ واقعہ ہے جسے پروفیسر ژانے آئرین کے نام سے بیان کیا ہے۔

آئرین کی ماں مدت دراز تک بستر علالت پر رہی، اور آخر کار اس کا انتقال ہو گیا۔ ماں کی علالت کے دوران میں آئرین نے اس کی بہت محنت کے ساتھ تیمار داری کی تھی۔ موت کے متعلقہ حالات غیر معمولی طور پر تکلیف دہ تھے۔ اور اس حادثے سے مریضہ یعنے آئرین کے ذہن پر سخت صدمہ واقع ہوا۔ اس کے ذہن کی حالت غیر معمولی ہو گئی، اور اس سے وہ علامتیں ظاہر ہوئیں جو معمولی نیند میں چلنے والے سے ظہور میں آتی ہیں۔ آئرین جو اس وقت سینے یا باتیں کرنے میں مصروف ہوتی، اچانک اپنی مصروفیت کو چھوڑ اپنی ماں کی موت کے منظر کی نقل کرنے لگتی اور ہر ہر بات کی نقل ایک ماہر اداکار کی طرح سے کرتی۔ اس نقل کے ہوتے وقت وہ اپنے ماحول کے واقعات سے بالکل بے خبر ہوتی۔ نہ تو کوئی بات سنتی تھی، اور نہ اس منظر کے علاوہ کوئی چیز دیکھتی تھی، جو اس لمحے میں اس کی آنکھوں کے سامنے از سر نو ہوتا تھا۔ یہ مظہر جس کا اصطلاحاً خواب خرامی نام رکھ دیا گیا تھا، ایسے ہی اچانک طور پر ختم بھی ہو جاتا تھا، جس طرح سے کہ یہ شروع ہوتا تھا، اور آئرین اپنے سابقہ مشغلے کی طرف اس طرح سے لوٹ آتی کہ گویا اس میں کسی قسم کا خلل پڑا ہی نہ ہو۔ چند دن کے وقفے کے بعد اچانک پہلی جیسی خواب خرامی کا پھر دورہ پڑتا۔ اگر مریضہ سے معمولی اوقات میں دریافت کیا جاتا تو یہی نہیں کہ اسے اس وقت خواب خرامی کی کوئی بات یاد نہ ہوتی بلکہ تصورات کا کل وہ نظام جو اس کی ماں کی موت سے متعلق تھا، اس کے ذہن سے بالکل غائب معلوم ہوتا۔ اسے ماں کی بیماری یا اس کے افسوس ناک انتقال کی نسبت کوئی بات یاد نہ ہوتی۔ وہ اپنی ماں کے متعلق بات چیت بلا کسی جذبے کے کرتی۔ اور اس کے اعزا اسے ملامت کرتے کہ وہ کیسی سنگ دل ہے اور اپنی ماں کی

۲۹

۳۰

موت سے کس قدر غیر متاثر ہے۔ مقامی فتور حافظہ یا امینیسیا کی اس عجیب صورت پر آیندہ ایک باب میں تفصیلی بحث ہوگی، اور اسی موقع پر اس کی صحیح ماہیت وعلت کو بیان کیا جائے گا۔

اب علامات کی جس قسم کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں، وہ اوہام اور اختباطات پر مشتمل ہے۔ علامات جنون میں یہ مظاہر نہایت اہم جگہ رکھتے ہیں، اور ان کا اکثر مریضوں میں مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

اوہام کی تعریف میں اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ غلط حسی ارتسامات ہوتے ہیں۔ مثلاً مریض کو ایسی شے دکھائی دیتی ہے جس کا حقیقت میں وجود نہیں ہوتا یا وہ خیالی آوازوں کو سنتا ہے۔ اوہام اس حاسے کے لحاظ سے جس سے غلط ارتسام متعلق ہوتا ہے۔ بصری سمعی لمسی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ سمعی اوہام خاص طور پر کثرت سے ہوتے ہیں۔ آوازیں جو سنائی دیتی ہیں یا تو پسندیدہ کلمات پر مشتمل ہوتی ہیں یا ناپسندیدہ کلمات پر، مگر عام طور پر ان کا تعلق مریض کی عمیق ترین زندگی سے ہوتا ہے، اور اکثر یہ مخالفانہ نکتہ چینی یا ملامت پر مشتمل ہوتے ہیں جس کا بار بار اعادہ ہوتا ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ مریض مسلسل یہ آواز سنے کہ جو گناہ اس نے کیے ہیں، ان کی پاداش میں اسے جلد ہی مار ڈالا جائے گا۔ بسا اوقات ان عجیب و غریب مظاہر کی توجیہ کے لیے مریض کوئی مہمل مفروضہ اختراع کر لیتا ہے، مثلاً خود کو یہ یقین دلا لیتا ہے کہ یہ بے تار کے ٹیلیفونوں سے آتی ہیں یا روحانیت ان کو پیدا کرتی ہے۔

اختباطات اور اوہام میں قریبی تعلق ہے، اور یہ بالعموم اوہام کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے، کہ اختباطات غلط احساسات نہیں، بلکہ غلط ایقانات ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر مریض کو کوئی ایسی شے نظر آئے جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہ ہو، تو اسے وہم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسے یہ یقین ہو، کہ میں دنیا کا شہنشاہ ہوں تو اسے اختباط ہوتا ہے۔ اختباط ہر قسم کے ہو سکتے ہیں، لیکن دو قسمیں ایسی ہیں جو اپنی کثرت کی وجہ سے خاص طور پر بیان کرنے کے لایق ہیں۔ یہ پر شوکت اختباطات اور ایذائی اختباطات ہیں۔ پہلی صورت میں

۳۱

مریض خود کو بہت بڑی شخصیت کا انسان خیال کرتا ہے یا اپنے اندر کوئی ایسی صفت خیال کرتا ہے جو اس کے مرتبے کو اس کے ہم جنسوں سے بہت زیادہ بلند کر دیتی ہے۔ مثلاً وہ خود کو بادشاہ یا کروڑپتی یا بڑا موجد خیال کرتا ہے۔ بعض صورتوں میں اختباطات کو ظاہر نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کا پتا اپنی اہمیت کے مبالغہ آمیز احساس چال ڈھال یا ثقیل اور نامانوس الفاظ کے بیہودہ اظہار اور یا اس قسم کی دوسری علامات سے چلتا ہے۔

جس مریض سے دوسری قسم یا ایذائی اختباط کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ خیال کرتا ہے، کہ مجھے نقصان یا ایذا پہنچانے کی عمداً کوششیں ہو رہی ہیں مثلاً اسے یہ یقین ہو سکتا ہے، کہ بعض لوگ میری جان لینے کے لیے سازش کر رہے ہیں۔ پرشوکت اور ایذائی دونوں قسم کے اختباطات کے ساتھ اوہام کو بھی اکثر ربط ہوتا ہے۔ ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو مریض کے جائز مالک تخت و تاج ہونے کا اعلان کرتی ہیں۔ یا اسے برا بھلا کہتی ہیں، اور خوفناک یاداشت کی دھمکی دیتی ہیں۔ بسا اوقات یہ دونوں قسمیں مرکب بھی ہو جاتی ہیں، مثلاً ایک مریض اپنے بادشاہ ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ ایک منظم سازش ہو رہی ہے، جس کے ذریعے سے اسے اس کے پیدائشی حق سے محروم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرح سے اختباطات بعض اوقات بیحد پیچیدہ نظام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور مریض کے تجربے کا ہر واقعہ اس قدر مسخ ہو جاتا ہے کہ یہ اختباطی خاکے کے اندر اپنی جگہ لے سکے۔

ایذائی غلط یقینوں کی ایک اہم قسم نام نہاد اختباطات حوالہ ہیں۔ اس میں مریض ماحول کے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ واقعے کی غلط تعبیر کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا تعلق اس کی قسمت سے ہے اور کسی نہ کسی طرح سے یہ اسے ضرر پہنچائے گا۔ اگر وہ اپنے دو ساتھیوں کو باتیں کرتے دیکھتا ہے، تو فوراً یہ فرض کر لیتا ہے، کہ ان کی گفتگو کا وہی موضوع ہے۔ اور ہر اتفاقی ناگوار واقعے کے متعلق یہ سمجھتا ہے، کہ یہ میرے مشتعل کرنے کے لیے عمداً کیا گیا ہے۔

۴۲

بعض اوقات اس غلط ترجمانی کو اس قدر بڑھایا جاتا ہے کہ یہ بالکل بیہودہ اور مہمل معلوم ہونے لگتی ہے۔ کمرے کا سامان اگر ذرا اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہو تو اسے اشارہ سمجھا جاتا ہے، جس کو اس کے دشمنوں نے مقرر کیا ہے۔ کھانے کی رکابی پر اگر کوئی دھبا ہو تو اسے کھانے میں زہر کے ملے ہونے کا قطعی ثبوت خیال کیا جاتا ہے۔

۳۲ اختباط کی ایک نہایت ہی نمایاں خصوصیت اس کا استقلال ہے، اس کے مقابلے میں تمام مخالف دلایل بے اثر رہتی ہیں۔ سمجھانے بجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اور مریض اپنے یقین کو اس کے غلط ہونے کے قطعی ثبوت کے باوجود بھی باقی رکھتا ہے۔

اختباطات کی موجودگی سے کردار جس حد تک متاثر ہوتا ہے وہ بہت مختلف ہوتی ہے۔ بعض صورتوں میں ایذائی تصورات کے اثر سے مریض اپنے خیالی دشمنوں پر شدید قسم کے حملے کر بیٹھتے ہیں اور معاشرے کے لیے بے حد خطرناک ہو جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اختباط سے مریض کے کردار پر براہ راست کوئی اثر واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر اوقات یقین اور کردار ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہوتے ہیں یا ایک دوسرے کے بے حد منافی ہوتے ہیں۔ مثلاً ملکۂ عالم اطمینان کے ساتھ اپنے کمرے کے فرش مانجنے کا فریضہ ادا کرتی رہتی ہے، اور ظفا قنوز کروڑپتی غمگین لہجے میں ذرا سے تمباکو کی بھیک مانگتا رہتا ہے۔

اب ہم ان مظاہر کو لیتے ہیں جو احتصارات کے تحت آتے ہیں اور جو سطحی طور پر اختباطات سے مشابہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں اور اختباطات میں احتیاط کے ساتھ امتیاز کرنا چاہئے۔ احتصارات شاذ و نادر ہی جنون کی حالت میں ہوتے ہیں بلکہ یہ بعض اقسام کی عصباتی خرابیوں کی خصوصیت ہیں۔ احتصار کی تعریف میں

۳۴ کہا جا سکتا ہے کہ یہ شعور کے کسی خاص عنصر کو ضرورت سے زیادہ اہم قرار دینے پر مشتمل ہوتا ہے۔ مریض شکایت کرتا ہے کہ ایک خیال اس کے ذہن میں بار بار آتا ہے۔ اور باوجودیکہ وہ اس کے دور رکھنے کی ہر طرح سے کوشش کرتا ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ یا اسے کسی مہمل اور نامناسب کام کے انجام دینے کی

تحریک ہوتی ہے۔ مثلاً اسے یہ خیال ہو جاتا ہے کہ میرے سرطان ہو گیا ہے۔ وہ اچھی طرح سے واقف ہوتا ہے کہ اس شبہے کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، اور اس خوفناک مرض کی کوئی علامت درحقیقت موجود نہیں ہے مگر یہ خیال اس پر مستولی رہتا ہے۔ اسے درحقیقت یہ یقین نہیں ہوتا کہ میرے سرطان ہے، مگر وہ اس خیال کو ذہن سے دور نہیں کر سکتا، اور اسے بار بار اس کے غلط ہونے کا اپنے کو یقین دلانا ہوتا ہے۔ احتصار اور اختباط میں اصل فرق یہی ہے کہ احتصار میں کوئی خاص غلط یقین نہیں ہوتا، اور اختباط میں یہ یقین ہوتا ہے۔

یا پھر مریض کو کسی غیر ضروری یا بے فائدہ عمل کے انجام دینے کی بار بار تحریک ہوتی ہے۔ فرائڈ ایک خاتون کا واقعہ بیان کرتا ہے، جو نہایت ہی احتیاط کے ساتھ ہر روپیہ نوٹ کے نمبر کو دیکھا کرتی تھی، جو اس کے ہاتھ میں آتا تھا۔ احتصار کی ایک عام صورت نام نہاد دھونے کا خبط ہے۔ اس میں مریض تقریباً ہر وقت ہاتھ دھوتا رہتا ہے۔ وہ اس عمل کے لغو ہونے کو اچھی طرح سے محسوس کرتا ہے، مگر وہ خود کو اس پر مجبور پاتا ہے، اور اس کی تمام فرصت اور توانائی احتصار سے بے سود کشمکش کرنے میں ضائع ہو جاتی ہے

۳۵ اب ہم ایک عجیب و غریب مظہر کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ جنون کے پرانے مریضوں میں ملتا ہے، اور اسے مقررہ عمل کہتے ہیں۔ مریض ایک ہی عمل کو بار بار نہایت باقاعدگی کے ساتھ دن بھر کرتا رہتا ہے۔ اکثر اس کی تمام توانائی اسی عمل میں صرف ہو جاتی ہے، اور سال سال بھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اسے کوئی اور دلچسپی ہے نہ کوئی اور خواہش ہے اور نہ کوئی اور شوق ہے۔ یہ مقررہ افعال ہر قسم کے ہو سکتے ہیں اور ان کی پیچیدگی کے مدارج بھی مختلف ہوتے ہیں، جو ہاتھوں یا سر کی سادہ تال میلی حرکت سے لے کر ایسے پیچیدہ اعمال تک ہو سکتے ہیں جن پر ایک ماہر صناع کے عمل کا دھوکا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک فقرے یا جملے کی رٹ لگ جاتی چنانچہ میرے ایک مریض نے برسوں اپنی حالت بیداری کا تمام وقت یہ دہرانے میں صرف کیا "یہ بالکل غلط ہے، میں تم سے کہے دیتا ہوں"۔

کلام اور فقرات کے تغیرات علامات جنون کا نہایت اہم حصہ ہیں۔ جنونی ہیجان میں غیر مربوط الفاظ کی روانی کا ذکر تو پہلے آچکا ہے۔ لیکن بعض اوقات تغیرات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ فقروں کو عجیب طرح سے بگاڑ دیا جاتا ہے، الفاظ کو اپنی جگہ پر استعمال نہیں کیا جاتا یا چھوڑ ہی دیا جاتا ہے۔ قواعد صرف و نحو کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا، اور مریض کی پوری گفتگو غیر مربوط اور بے معنے الفاظ کا مرکب ہوتی ہے۔

ذیل میں ایسی بے ربط بکواس کا ایک عمدہ نمونہ درج کیا جاتا ہے "تمھارے پاس کونسے ہجے کے حرف ہیں، کیا تم اسے یونانی میں لکھتے ہو، کیا تم طاقت رکھتے ہو، وہ عکاسی تو مصیبت ہے، یک طرفہ، تعلقہ کی قوت، میں یہ لیتا ہوں، مسٹر جان میک کال کا مقرر نویس، عضویاتی مقصد، یہ نتیجہ نیلے خط پر ہے، یہ تمھارے پاس فریضہ کی قوت سے آتا ہے۔"

بعض اوقات بہت مبالغے کے ساتھ بڑے بڑے اور مشکل الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کے معنے کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مریض کہتا ہے کہ "میری صحت منحرف ہو گئی ہے۔ اور میں ناجایز حالات اور بے رحم رواجات کا شکار رہوں"۔ آگے چل کر یہ معلوم ہو گا کہ اس قسم کے اوق الفاظ مریض اپنی اور اپنے بیانات کی اہمیت جتانے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ اس کا پر شوکت اختباطات اور چال ڈھال اور انداز کے تصنع سے بہت ہی قریبی تعلق ہے۔

فی الحال جنون کی بعض علامتوں کا یہ سرسری بیان کافی ہے۔ اس کی خامیوں کی جانب ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں۔ اور ہمیں یہ توقع نہیں کہ پڑھنے والے کو اس سے جنون کا ایسا واضح تصور ہو گیا ہو گا جو صرف مریضوں سے عملی طور پر سابقہ پڑنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن بعد کے ابواب میں حسب موقع دوسری علامات کو بیان کیا جائے گا، اور وہاں پر انفرادی صورتوں کی جو کامل تشریح ہو گی، اس سے متعلم کے یہ بات زیادہ اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے گی کہ مختلف مظاہر کس طرح سے باہم مرکب ہوتے اور کیونکر نشو و نما پاتے ہیں۔

باب (۴)

افتراق

گزشتہ باب میں ہم نے ذہنی خرابی کے بعض زیادہ نمایاں مظاہر کو جمع کیا تھا۔ ناواقف کو یہ غیر مربوط واقعات کا ایک پریشان مجموعہ معلوم ہوتا ہوگا، اور ہر واقعہ باقی تمام واقعات سے الگ نظر آئے گا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ایسا نہیں ہے۔ مریضوں سے جو علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، ان میں بعض ایسی خصوصیات ہوتی ہیں، جو اکثر علامات میں مشترک ہوتی ہیں۔ ان عام خصوصیات کی مدد سے ان مظاہر کو مجموعوں میں مرتب کیا جا سکتا ہے، اور اس طرح سے گڑبڑ کو کسی نہ کسی حد تک ترتیب کی صورت دی جا سکتی ہے۔

اول تو جن حالتوں کو ذہنی کمی اور عتاہت کے ناموں سے بیان کیا گیا ہے، ان کو علیحدہ قسمیں قرار دے سکتے ہیں۔ ان کا مدار ذہنی استعداد کے مطلق کمی نقص پر ہوتا ہے، اور اس اعتبار سے یہ ان تمام مظاہر سے مختلف ہیں جن پہ باب ۳ میں بحث کی گئی تھی۔ ان حالتوں کے ساتھ عام طور دماغ کی ساخت میں بھی ایک متضائف نقص ہوتا ہے، اور علم کی جو حالت اس وقت ہے اس کے اعتبار سے یہ بات صفائی کے ساتھ ماننی پڑتی ہے، کہ ان کے اسباب و علل کے مطالعے کے لیے نفسیاتی تصور کچھ زیادہ سود مند نہیں ہے، اور عضویاتی تصور

آلۂ تحقیق کی حیثیت سے کہیں زیادہ مفید ہے۔ یہ صحیح ہے کہ نفسیات ذہنی استعداد کے ان کمی نقایص پر غور کرنے پر مجبور رہے، اور یہ اس تعلق کی توجیہ کر سکتی ہے، جو ان کو جنون کے دوسرے مظاہر سے ہوتا ہے۔ لیکن مسایل زیر بحث پیچیدہ اور دشوار ہیں، اس لیے ان موضوع بحث سے کافی عملی واقفیت فرض کیے بغیر اطمینان بخش طور پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہم آیندہ اس کتاب میں ذہنی کمی اور اور رعنایت پر بحث کرنے کی کوشش نہ کریں گے، بلکہ اپنی تمام تر توجہ ذہنی عمل میں کیفی تبدیلیوں پر صرف کریں گے۔ گزشتہ باب میں جو مظاہر بیان ہوئے تھے ان میں بیشتر حصہ انھی کا تھا۔

غور کرنے پر یہ بات فوراً معلوم ہو جائے گی، کہ ان علامات میں سے اکثر ان اعمال ذہنی کی مبالغہ آمیز اشکال ہیں، جن سے ہم سب واقف ہوتے ہیں۔ مثلاً ہیجان و اضمحلال کی علامتیں ان کیفیات سے صرف شدت اور کافی وجہ کے نہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں، جو تندرست اشخاص سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے وہ تاثری اختلال جس کو جذبی عنایت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس مردہ دلی اور فقدان ارادے کی مبالغہ آمیز شکل ہے جو روزمرہ کی زندگی میں اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔

مگر دوسری تاثری علامات تندرست انسان کی کیفیات سے زیادہ ہٹی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ یعنے جذبات مبالغہ آمیز ہی نہیں بلکہ مسخ اور بے معنے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے اکثر مریضوں کے بے ربط و بے معنے فقرے بظاہر اس زبان و فکر سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جو ہم اپنے اندر پاتے ہیں۔ آخر میں ہمیں ایسی علامتیں ملتی ہیں، جو عجیب اور ناقابل فہم معلوم ہوتی ہیں مثلاً اوہام و اختباطات ان کے متعلق ہماری تمثیلات بالکل کام نہیں دیتیں اور ہم اپنی تشریح و توجیہ کو اس سادہ بیان تک محدود رکھنے پر مایل ہیں کہ یہ شخص پاگل ہے اور بس۔

حقیقی دیوانگی کی تعریف کرنا،
دیوانہ بن جانے کے علاوہ نہیں ہے۔

۴۰

لیکن آگے چل کر معلوم ہوگا، عجیب ترین علامات بھی ان اعمال سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہیں، جو ہمیں خود اپنے ذہنوں میں ملتے ہیں، اور جیسے جیسے ہمیں اس کی روح کے پر پیچ گوشوں کی تفتیش کا موقع ملتا ہے، یہ بات واضح ہوتی جاتی ہے کہ دیوانہ ہم ہی جیسا ہے۔

اس خیال سے کہ متعلم میں کسی حد تک یہ سمجھ پیدا ہو جائے، اسے ایک تصور سے روشناس کرا دینا ضروری ہے، جو غیر طبعی نفسیات میں بہت اہم کام انجام دیتا ہے۔ یہ تصور افتراق شعور کا ہے۔

اگر ہم سے یہ کہا جائے، کہ ذرا دیر کے لیے اپنی ذہنی آنکھ کو اندر کی طرف پھیریں، اور کسی خاص لمحے میں اپنے ذہن کے ما فیہ یا جیسا کہ اسے اصطلاحاً کہا جاتا ہے، اپنے ساحت شعور کا مطالعہ کریں۔ تو غالباً ہم اسے ایک ناقابل تقسیم کل یا فکر کا یکساں چشمہ بتائیں گے، جو کسی خاص غایت کی طرف جاری ہوتا ہے۔ یہ ایسے علٰحدہ علٰحدہ حصوں کا بنا ہوا معلوم نہ ہوگا، جن میں سے ہر ایک دوسرے سے علٰحدہ جاری ہو، بلکہ یہ ایسی حسوں تصورات اور ارادوں پر مشتمل معلوم ہوگا، جو سب کے سب کسی مشترکہ غایت کے لیے متحد ہوں۔ اگر میں ریاضی کے کسی مسئلے کے حل میں مصروف ہوں، تو اس وقت میرا ساحت شعور کلیتہً ایسے مختلف ذہنی اعمال پر مشتمل معلوم ہوگا، جو مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہوں گے۔ چند لمحے بعد یہ ممکن ہے کہ میری توجہ آنے والی تعطیل کے گزارنے کے لیے تجاویز مرتب کرنے میں مصروف ہو جائے لیکن اس صورت میں ریاضی کا مسئلہ ساحت شعور سے عارضی طور پر ہٹ جائے گا۔ ریاضی کا مسئلہ اور تعطیل گزارنے کی تجاویز دونوں ایک ہی وقت میں ذہن کو مشغول نہیں کرتیں، اگرچہ یہ ممکن ہے کہ ہماری توجہ سرعت کے ساتھ کبھی ایک جانب مائل ہو، اور کبھی دوسری جانب۔ علاوہ بریں ہمیں یہ بھی معلوم ہوگا، کہ اگرچہ ریاضیات اور تعطیلات میں بظاہر کوئی بات مشترک نہیں ہے، مگر کوئی نہ کوئی کڑی ضروری تھی، جس کے ذریعے سے میرا اس رخنے پر سے گزر ہو سکا جو ان دونوں کے مابین ہے، اور فی الحقیقت چشمۂ فکر کی روانی میں کوئی رکاوٹ واقع نہیں ہوتی۔

۴۱

لیکن تندرست ذہن کے متعلق یہ بیان صرف جزواً ہی صحیح ہے۔ اور بعض مریضوں کے متعلق تو اسے مشکل ہی سے صحیح کہا جا سکتا ہے۔ ان کے ذہن اکثر اوقات ایسے یکساں چشمۂ فکر نہیں ہوتے، جو کسی خاص غایت کی جانب رواں رہتے ہوں بلکہ یہ کم و بیش الگ تھلگ ذہنی اعمال پر مشتمل ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی تکمیل کی کوشش کرتا ہے۔ ذہن کی الگ الگ حصوں میں اس تقسیم کو جو کسی مشترک غایت کے حصول کے لیے باہم مربوط نہیں ہوتے، افتراق شعور کہتے ہیں۔ افتراق کے مختلف مدارج کی چند مثالیں دی جاتی ہیں جس سے ہمارا مطلب واضح ہو جائے گا۔ ۴۲

یہ تو بتایا جا چکا ہے کہ تندرست آدمی کے ذہن میں بھی ساحت شعور ایسا غیر منقسم نہیں ہوتا، جیسا کہ پہلی نظر میں ہم اس سے منسوب کرنے پر مایل ہوتے ہیں۔ مثلاً فرض کرو کہ میں پیانو بجانے کے لیے بیٹھتا ہوں اور ایک نغمہ بجاتا ہوں۔ اگر مجھے پیانو بجانے میں پوری مہارت ہے تو میں پیانو بجانے سے بالکل الگ ایک پیچیدہ سلسلۂ فکر کو جاری رکھ سکتا ہوں، مثلاً کردار کے کسی مسئلے پر غور کر سکتا ہوں۔ ان حالات میں میرا ذہن یکساں ساحت شعور پیش نہیں کرتا بلکہ یہ دو حصوں یا اعمال پر منقسم ہے۔ ان دونوں عملوں میں سے ہر ایک کے لیے ذہنی توانائی کی ایک بڑی مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔ نغمہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جسے میں نے پہلے نہ دیکھا ہو، اور اسے مناسب اتار چڑھاؤ کے ساتھ بجانا ہو۔ اور مسئلہ کردار بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے اسی قدر پیچیدہ ہو سکتا ہے۔ ان فعلیتوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے، مگر اس کے باوجود دونوں کو ایک ہی وقت میں عمل میں لانا ممکن ہے۔ لہذا ساحت شعور کا دو حصوں میں منقسم ہو جانا لازمی ہے، بالفاظ دیگر افتراق شعور کی ایک خاص مقدار موجود ہونی لازمی ہے۔ یہی بات دوسرے بہت سے ہموقت افعال کے متعلق بھی صحیح ہے۔ مثلاً ماہر صناع اپنے کام میں بھی مصروف رہتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ان کا ذہن دوسرے امور میں بھی مصروف ہوتا ہے۔ ۴۳

مگر ان تمام صورتوں میں افتراق شعور عارضی اور جزئی ہوتا ہے۔

دونوں کام موضوع کے قابو میں رہتے ہیں اور ان سے کسی ایک کو وہ اپنے حسب منشا ترک کر سکتا ہے۔ لیکن افتراق کے زیادہ ہونے کی صورت میں جیسا کہ مریضوں میں ہوتا ہے، یہ قابو باقی نہیں رہتا۔

مثال کے طور پر ہم خود بخود لکھنے کے منظہر کو لیتے ہیں۔ عجیب وغریب حالت اگرچہ کبھی کبھی تندرست آدمیوں میں بھی ملتی ہے، مگر اختناق الرحم کے مریضوں میں بعض اوقات انتہائی صورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔ فرض کرو کہ ہم اختناق الرحم کے مریض کو باتوں میں مشغول کر لیتے ہیں، اور اس طرح سے اسے منہمک کر کے چپکے سے اس کی انگلیوں میں پنسل دے دیتے ہیں۔ اب ایک اور شخص مریض کے کان میں کچھ سوال کرتا ہے۔ اس حالت میں یہ ممکن ہے کہ وہ ان سوالوں کے جواب لکھ دے، اگرچہ وہ اس تمام عرصے میں بالکل ہی مختلف موضوع پر گفتگو میں مصروف ہو۔ ان حالات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ مریض جو کچھ اس کا ہاتھ کرتا ہے اس سے بالکل بے خبر ہوتا ہے، اور اکثر اوقات ان واقعات سے بھی لاعلم ہوتا ہے جو اس کا ہاتھ بیان کرتا ہے۔ یہ واقعات اکثر مریض کی گزشتہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، جن کو وہ بالکل بھول چکتا ہے اور یہ تجربہ اکثر ان واقعات کو دوبارہ یاد دلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

۴۴

یہاں ہم یہ بتائے دیتے ہیں کہ مریض کے تجربۂ ماضی کے کسی خاص حصے کی یاد کا باطل ہو جانا، جو اکثر کافی مدت اور نہایت ہی اہم واقعات پر مشتمل ہوتا ہے، اختناق الرحم کی خاص علامت ہے۔

روحانیت کی تاریخ میں خودکار تحریر کو بہت بڑا دخل رہا ہے اور روحانیت کے حامی اسے کسی روحانی وجود کے عمل کا نتیجہ کہتے ہیں جو مریض کے ہاتھ سے کام لے کر دنیا پر اپنی خواہشیں اور رائیں ظاہر کرتا ہے۔ مگر جہاں تک خود منظہر کا تعلق ہے توجیہ بالکل آسان ہے۔ افتراق واقع ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ ان افتراقوں سے جنھیں اب تک بیان کیا جا چکا ہے کہیں زیادہ مکمل ہوتا ہے۔ ساحت شعور دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ ایک حصہ گفتگو میں مصروف رہتا ہے، دوسرا حصہ تصورات کے نظاموں پر مشتمل ہوتا ہے، جو اپنے آپ کو خودکار تحریر

کے ذریعے سے ظاہر کرتے ہیں۔ ہر حصہ پیچیدہ ذہنی اعمال انجام دیتا ہے اور ہر حصہ دوسرے سے علٰحدہ ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے حصے کے وجود سے بالکل لاعلم بھی ہوتا ہے۔ مریض کا ذہن درحقیقت دو چھوٹے چھوٹے ذہنوں میں منقسم معلوم ہوتا ہے جن میں سے دو مختلف کاموں میں مصروف ہوتا ہے یا دونوں کے دو علٰحدہ علٰحدہ مجموعوں سے کام لیتا ہے، اور ایک کا دوسرے سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا اس قسم کا واقعہ افتراق شعور کا سب سے مکمل نمونہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ ترقی یافتہ افتراقات کتنے ہی عجیب اور ناقابل فہم کیوں نہ معلوم ہوں، مگر یہ ان افتراقات کی صرف غیر معمولی طور پر بڑھی ہوئی صورتیں ہوتے ہیں جو ہر اوسط درجے کے تندرست انسان میں نظر آتے ہیں۔ ۴۵

اب ہم افتراق کی ایسی صورت کو لیتے ہیں جو اس کی مذکورۂ بالا قسم سے ذرا ہی سی مختلف ہے۔ ہم نے یہ دیکھا تھا کہ معمولی تندرست انسان کے فکر کے یکساں چشمے میں سلسلۂ تصورات میں کوئی رخنہ یا انقطاع نہیں ہوتا۔ نیا تصور شعور میں کتنا ہی اچانک طور پر آئے باایں ہمہ یہ ہمیشہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بظاہر جو رخنہ معلوم ہوتا ہے وہ رخنہ نہیں ہے، بلکہ درحقیقت ائتلافی کڑی کے ذریعے سے سلسلہ قایم رہتا ہے۔ علاوہ بریں ہر لمحہ شعور کو اپنے سے پہلے لمحے کا پوری طرح سے علم رہتا ہے۔ یہ تصور بھی ہو سکتا ہے کہ چشمۂ شعور کا یہ سلسلہ ٹوٹ جائے، اور اچانک اس کے بیچ سے دو ہو جائیں۔ ایسی حالت میں انقطاع کے بعد کا مافیہ شعور پہلے کے مافیہ سے بالکل الگ ہوگا۔ ۴۶ دونوں کے مابین ہر قسم کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ اور اس لیے دوسرے لمحے کے شعور کو پہلے لمحے کا بالکل علم نہ ہوگا۔ اس شخص کا ذہن اچانک نئے سلاسل تصورات سے پر ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی یہ ان تصورات سے بالکل بے خبر ہوگا جو اس میں ایک لمحہ پہلے تھے۔ پس یہاں "افتراق شعور" ایسے حصوں میں واقع نہیں ہوتا جو ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں، بلکہ ایک لمحے کا شعور اس سے پہلے کے شعور سے منقطع ہو جاتا ہے۔ خواب خرامی یا مشی فی النوم میں اسی

اسی قسم کا افتراق واقع ہوتا ہے۔ گزشتہ باب میں (صفحہ ۲۸) آیرینی کا جو واقعہ بیان کیا گیا تھا، اس میں خواب خرامی کی حالت طاری ہونے پر مریضہ کا سلسلۂ تصورات اچانک منقطع ہو جاتا تھا، اور اس کی جگہ بالکل نئے تصورات لے لیتے تھے۔ وہ جس کام میں مصروف ہوتی، خواب خرامی کی حالت طاری ہوتے ہی، اس کی ماں کے انتقال سے متعلق یادیں اس کی جگہ لے لیتی تھیں۔ بستر مرگ کا منظر بار بار اس کے سامنے آتا تھا اور اس کا کل ذہن اس خیالی منظر میں منہمک ہو جاتا تھا اور جو کچھ عملاً اس کے گرد و پیش ہوتا تھا، اس کو وہ بالکل بھول جاتی تھی۔ پھر اچانک خواب خرامی کی حالت ختم ہو جاتی تھی اور وہ اپنے آپ میں آجاتی تھی۔ بہ الفاظ دیگر خواب خرامی کا سلسلۂ تصورات اچانک شعور سے محو ہو جاتا تھا، اور اسی طرح اچانک طور پر وہ تصورات و اعمال اس کی جگہ لے لیتے تھے، جن میں وہ خواب خرامی کی حالت کے طاری ہونے سے پہلے مصروف تھی۔ اپنے آپ میں آجانے کے بعد اگر مریضہ سے اس کے ابھی کے اعمال و افعال کی نسبت سوال کیا جاتا، تو وہ ان تمام باتوں سے بے خبر معلوم ہوتی، جو خواب خرامی کی حالت میں اس سے وقوع میں آئی تھیں۔ اس کی یاد میں ایک رخنہ پایا جاتا تھا، جو ٹھیک اس لمحے سے جب کہ خواب خرامی کی حالت شروع ہوتی تھی، اس لمحے تک ہوتا تھا، جس لمحے میں یہ ختم ہوتی تھی۔ حقیقۃً ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فکر کا مسلسل چشمہ اچانک منقطع ہو گیا ہے اور یہ ذرا دیر کے لیے کل شعور پر مستولی ہو جاتے ہیں اور پھر اسی طرح سے یکایک غایب ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں معمولی ذہن کے تدریجی تغیر کی جگہ ایک اچانک تبدیلی لے لیتی ہے، اور تصورات کا ایک سلسلہ ایسے دوسرے سلسلے کی جگہ لے لیتا ہے جس سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر ہم ساحت شعور کو سینما کے پردے سے تشبیہ دیں، تو معمولی تندرست آدمی کے اعمال ذہنی ایک ہی فلم سے پیدا شدہ تصویر کے مسلسل تغیر کے مطابق ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے خواب خرامی کی حالت کے مفترقہ اعمال ایک فلم کے اچانک منقطع کر لینے، اور بالکل ہی دوسرے فلم کے شروع کر دینے کے مماثل ہوتے ہیں، جن میں ایک ہی موضوع کو پیش کیا جاتا

۴۷

۴۸ ہے۔ خود کار تحریر کی صورت میں جو افتراق ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ دو فلم ایک ساتھ پردے پر منعکس ہوں، مگر ہر ایک فلم کی تصویریں پردے کے الگ الگ حصوں پر دکھائی دیں۔

تصورات کا مفترقہ نظام جس کے ساحت شعور میں نمودار ہونے سے خواب خرامی واقع ہوتی ہے، پیچیدگی اور بروز کے مختلف مدارج کا حامل ہوسکتا ہے۔ آئرینے کے بارے میں اس کی ساخت مقابلۃً سادہ تھی۔ اور اس میں ماں کی علالت اور موت کے تصورات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اس لیے خواب خرامی کے دوران میں مریضہ کی ذہنی زندگی صرف ان تصورات کے ظاہر کرنے کی حد تک محدود ہو جاتی تھی۔ اس حالت میں وہ اور کسی ارتسام سے متاثر نہیں ہوتی تھی، اور خود کو اپنے ماحول کے حقیقی حالات کے مطابق نہ بنا سکتی تھی۔ لیکن بعض صورتوں میں مفترقہ نظام اس سے کہیں زیادہ وسیع اور ترقی یافتہ ہوتا ہے، جس میں مریض کی ذہنی زندگی کے پورے پورے ٹکڑے شامل ہوتے ہیں۔ ان حالات میں مریض کا کردار بظاہر تندرست انسان کے معمولی کردار کے مطابق معلوم ہوتا ہے، اور جس وقت مفترقہ نظام ساحت شعور پر پوری طرح سے مستولی ہوتا ہے، اس وقت بھی ماحول کے پوری طرح سے مطابق ہوتا ہے۔ اس قسم کی صورتوں کو خواب خرامی نہیں کہتے اگرچہ ان کی اساسی نوعیت وہی ہوتی ہے جو خواب خرامی کی ہوتی ہے، بلکہ ان کو دوگونہ شخصیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۴۹ دوگونہ شخصیت ایسا مظہر ہے جس سے عام طور پر دلچسپی کا اظہار ہوا ہے، اور اس کی وجہ بلاشبہ اس کی علامات کی طرفہ نوعیت ہے۔ اس سے افسانہ نگاروں کو نہایت ہی دلچسپ مواد مل گیا ہے۔ آر ایل سٹیونسن کے شہرہ آفاق ڈاکٹر جے کل اور مسٹر ہائیڈ اس قسم کی سیرتوں کے سردار ہیں۔ لیکن واقعات کی بھی ایک بڑی تعداد بیان کی جاتی ہے، اور معمولی قسم کے دوگونہ شخصیت کے واقعات اتنے شاذ نہیں جتنا کہ عموماً فرض کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم ریورینڈ اینسل بورن کا واقعہ درج کرتے ہیں جسے ابتدائی

ولیم جیمس نے بیان کیا تھا۔

۱۷ جنوری ۱۸۸۷ء کو ریورینڈ اینسل بورن نے جو گشتی واعظ تھا، پراویڈنس کے ایک بینک سے ایک بڑی رقم نکالی اور پھر ایک ٹریم گاڑی میں سوار ہوا۔ یہ آخری بات تھی جو اسے یاد تھی۔ "اس روز وہ گھر نہ لوٹا، اور دو ماہ تک اس کے متعلق کچھ سننے میں نہ آیا .... لیکن ۱۴ مارچ کی صبح کو نارس ٹاؤن پنسلوینیا میں ایک شخص جو اپنا نام اے جے براؤن بتاتا تھا، اور جس نے چھ ہفتے پہلے ایک چھوٹی سی دوکان کرائے پر لے کر اس میں لکھنے پڑھنے کا سامان مٹھائیاں اور پھل لگائے تھے، اور جو اس قدر خاموشی کے ساتھ اپنی تجارت میں مصروف رہتا تھا، کہ کسی کو اس کے متعلق کسی قسم کا شبہہ نہ ہوا تھا، بہت ہی خوف زدہ جاگا، اور گھر کے لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس نے بتایا کہ میرا نام اینسل بورن ہے، اور مجھے دوکانداری سے ذرا بھی واقفیت نہیں، اور آخری بات جو اسے یاد تھی اور جو اسے صرف کل کی بات معلوم ہوتی تھی، وہ پراویڈنس میں بینک سے روپے نکلوانے کا واقعہ تھا۔

۵۰ اب یہ بات فوراً ہی واضح ہو جائے گی کہ اس صورت میں بڑے پیمانے پر افتراق واقع ہو گیا تھا۔ معمولی چشمۂ شعور اچانک منقطع ہو گیا اور اس کی جگہ بالکل ہی مختلف قسم کے ذہنی اعمال نے لے لی۔ یہ نیا نظام اپنی ساخت کے اعتبار سے کافی پیچیدہ تھا، اور مریض اس کی بدولت باقاعدہ زندگی گزارتا تھا۔ یہ دو ماہ تک اس کے ذہن پر تسلط رہا، اور اس کے بعد اسی طرح سے اچانک اس کے شعور سے غایب ہو گیا اور پہلے چشمۂ شعور نے اپنی جگہ پھر لے لی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعے اور خواب خرامی میں صرف اتنا فرق ہے کہ اس کے متعلقہ تصورات کے نظام بہت زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔

افتراق کی جتنی مثالیں اب تک بیان کی گئی ہیں، ان میں تصورات کے نظام یا فکر کے سلاسل باقی شعور سے منقطع ہو جاتے ہیں، اور مستقل زندگی گزارتے ہیں۔ اب ان مثالوں پر اور غور کریں۔ اور یہ معلوم کریں کہ ایک

نظامِ تصورات کے منقطع ہو جانے کے کیا معنے ہیں۔ خودکار تحریر اور خواب خرامی ہیں دو بالکل ہی ممیز خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ اول تو شعور کے اصل جسد کو یا جیسے عام طور پر شخصیت یا ایغو کہا جاتا ہے، مفترقہ نظام کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ آئرینے کو اپنی معمولی حالت میں وہ افعال و تصورات بالکل یاد نہ آتے تھے جو خواب خرامی کی حالت میں اس پر طاری ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ مفترقہ نظام اپنی ترقی میں آزاد ہوتا ہے، یعنے یہ اپنا راستہ طے کرنے میں شعور کے اصل جسد کے تابع نہیں ہوتا۔ یہ شخصیت کے قابو سے بالکل آزاد ہوتا ہے۔ آئرینے پہلے سے اس امر کا تصفیہ نہ کر سکتی تھی کہ خواب خرامی کی حالت وہ کونسے افعال انجام دے گی۔ ماں کی موت سے متعلق تصورات ایک علحدہ نظام کی صورت میں ترقی کرتے تھے، جس پر شخصیت کا مطلق کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ۵۱

خودکار تحریر کے مظہر کی بھی یہی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اول تو یہ کہ مریض کو اس امر کا بالکل علم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ کیا لکھ رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کو تو اس کا بھی علم نہیں ہوتا کہ میرا ہاتھ حرکت کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ شخصیت کو اس امر کی رہبری کرنے کی قدرت نہیں ہوتی کہ ہاتھ کیا لکھے گا، اور نہ یہ کسی طرح سے اس سلسلۂ تصورات کو بدل سکتی ہے، جس کا تحریر میں اظہار ہو رہا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں خصوصیتوں کو مفترقہ یا منقطع نظامِ تصورات کی لازمی علامات قرار دیا جائے، یا اس وقت بھی افتراق کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جب ان میں سے صرف ایک خصوصیت موجود ہو۔ اور اگر صرف ایک خصوصیت کا ہونا ضروری ہے، تو وہ کونسی ہے۔ یعنے یہ واقعہ کہ شخصیت مفترقہ نظام سے بے خبر ہوتی ہے، یا یہ واقعہ کہ مفترقہ نظام کا نشوونما علحدہ ہوتا ہے اور یہ شخصیت کے قابو سے آزاد ہوتا ہے۔

ذرا سے غور سے بات واضح ہو جائے گی کہ جن صورتوں میں پہلی خصوصیت ہوتی ہے، ان میں دوسری خصوصیت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اگر ایک مریض کے ذہن میں تصورات کا ایسا نظام ہے، جس سے شخصیت قطعاً بے خبر ہے، تو وہ نظام بداہتہً آزاد اور شخصیت کے قابو سے بری ہونا چاہیئے۔ پس پہلی خصوصیت تو ۵۲

دوسری خصوصیت کو پیش از پیش فرض کرتی ہے، بلکہ یہ تو دوسری خصوصیت کی انتہائی صورت ہے۔ تمام وہ صورتیں جن میں پہلی خصوصیت پائی جاتی ہے یہی نہیں کہ ان میں ایک علیحدہ آزاد و خود مختار نظام تصورات ہوتا ہے بلکہ اس کے علاوہ شخصیت بھی اس نظام کی موجودگی سے بے خبر ہوتی ہے۔ پس ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ بے خبری آزادی کی صرف ایک خاص مثال ہے۔ اس لیے آزادی زیادہ اساسی اور جامع خصوصیت ہے۔ پس سہولت اس میں ہے کہ افتراق کی اصطلاح سے آزادی و علیحدگی کی یہی بنیادی خصوصیت مراد لی جائے اور شخصیت کے اس سے بے خبر رہنے کو افتراق کی محض ایک خاص صورت قرار دیا جائے۔ اس صورت حال کو ہم مندرجہ ذیل تعریف سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ ایک نظام تصورات کو اس حالت میں مفترق کہتے ہیں، جب یہ شخصیت سے الگ ہو جاتا ہے، اور جب اس کے نشو و نما پر شخصیت کو کوئی قابو نہیں رہتا۔

اب ہم اپنے مریضوں کے امتحان کے سلسلے میں آگے بڑھ سکتے ہیں، اور اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہیں کہ آیا خود کار تحریر، خواب خرامی اور دوگونہ شخصیت کے علاوہ بھی ایسی علامات ہیں، جو افتراق کی تعریف کے تحت آسکتی ہیں۔ مثلاً احتصارات کی صورت پر غور کرو۔ اگر اس مریضہ سے جس کا صفحہ ۴۳ پر ذکر ہوا ہے، یہ دریافت کریں کہ وہ ہر اس نوٹ کے نمبروں پر کیوں اس قدر غور کرتی ہے، جو اس کو ملتا ہے، اور وہ یہ جواب دے کہ میں نہیں جانتی کہ میں ایسا کیوں کرتی ہوں، مگر میں اپنے آپ کو اس پر مجبور پاتی ہوں۔ جب کبھی مجھے نوٹ ملتا ہے مجھے کوئی چیز اس کے نمبروں کو بغور دیکھنے پر مجبور کرتی ہے۔ میں خود اپنی اس احمقانہ روش سے پریشان ہوں، مگر یہ تسویق میرے قابو سے باہر ہے۔ بہ الفاظ دیگر نوٹ کے نظر آنے سے ہی تصورات کا ایک نظام متہیج ہو جاتا ہے، جس کے نشو و نما کو مریضہ کی شخصیت قابو میں نہیں رکھ سکتی۔ وہ خود جو کچھ بھی چاہے، مگر یہ نظام اپنی راہ پر جاری رہتا ہے یہاں تک کہ اسے اپنا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ نمبر کے دیکھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے عمل سے تو بلاشبہہ پوری طرح سے واقف ہوتی ہے۔

۵۲

مگر وہ نہ تو اسے بدل سکتی ہے اور نہ روک سکتی ہے۔ یہاں ہمارے پاس ایک ایسا نظامِ تصورات ہے، جو شخصیت سے علیحدہ نشو و نما پاتا ہے اور جسے ہم اپنی تعریف کی رو سے مفترق قرار دے سکتے ہیں۔ افتراق کی اس قسم میں اور خودکار تحریر کی قسم میں یہ فرق ہے کہ اس میں شخصیت کو مفترقہ نظام کے وجود کا علم ہوتا ہے۔ مگر مفترقہ نظام کی آزادی و علیحدگی دونوں صورتوں میں بالکل ظاہر ہے۔

یہی بات ان اضطراری اعمال پر بھی صادق آتی ہے، جو بعض اور مریضوں سے مشاہدے میں آئے ہیں مثلاً دھونے کا خبط۔

یہ بات بتا دینی ضروری ہے، کہ ان بعد کی علامات کے مماثل مظاہر اکثر تندرست آدمی کے تجربے میں بھی واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی نغمہ دماغ میں گھومتا رہتا ہے اور کسی طرح سے پیچھا نہیں چھوڑتا، یا کوئی مہمل اور بیہودہ تصور بار بار ذہن میں آتا ہے، اور منطق کے تمام قوانین کی مخالفت کے باوجود بھی جما رہتا ہے۔ سڑک پر چلتے وقت روشنی کے ہر کھمبے کے چھونے کی بے اختیار خواہش ہوتی ہے۔ ان شدید صورتوں کی طرح سے جو مریضوں میں ہوتی ہیں، ان تمام صورتوں میں بھی ذہن کے مفترق ٹکڑے ہوتے ہیں، جو شخصیت کے شعوری مقاصد اور خواہشوں سے الگ اپنی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ شخصیت کو مفترق نظام کے وجود کا علم تو ہوتا ہے، مگر اسے اس کا علم ایسی شے کی حیثیت سے ہوتا ہے، جو خود اس سے خارج اور الگ ہو۔ چنانچہ مریض اکثر کہتا ہے کہ تصور خود کو میرے ذہن پر مستولی کر لیتا ہے اور کوئی شے اچانک مجھے اس عمل پر مجبور کرتی ہے۔

یہ اضطراری صورتیں جن میں مفترق نظام شخصیت کو ایک ایسی خارجی شے معلوم ہوتی ہے، جو ذہن کے اندر مداخلت بے جا کرتی ہے ہمارے لیے پل کا کام دیتی ہیں، جس کے ذریعے سے ہم افتراق کی ایک اور قسم تک پہنچ سکتے ہیں ان صورتوں پر غور کرو جنھیں گزشتہ باب میں بیان کیا گیا تھا، جن میں مختلف قسم کے اوہام واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم نے ایک مریض کو دیکھا تھا، جو متواتر یہ آوازیں سنتا رہتا تھا کہ جو گناہ تم نے کیے ہیں ان کی پاداش میں تم کو عنقریب مار ڈالا جائے گا۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ان آوازوں کے مطابق عالمِ خارجی

۵۵ ہیں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ مریض کو یہ حد درجہ حقیقی معلوم ہوتی ہیں، مگر اس کے پاس والے کو اختراعات تخیل کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہوتیں۔ بہ الفاظ دیگر ان کا وجود صرف مریض کے ذہن میں ہوتا ہے۔ اور یہ محض خود اس کے شعور کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ لیکن اگرچہ آوازیں ذہن کا جزو ہوتی ہیں مگر یہ شخصیت کا جزو نہیں ہوتیں۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ آوازیں اور وہ نظام تصورات جو آوازوں سے ظاہر ہوتا ہے، خود مریض کے شعور کے مفترق حصے ہیں۔ بلکہ صحیح معنے میں تو یوں کہنا بہتر ہے کہ زیر بحث نظام تصورات شخصیت سے الگ ہو جاتا ہے، اور وہی آواز وہ تدبیر ہے جس سے نظام مفترق اپنے وجود کی نسبت شخصیت کو مطلع کرتا ہے۔ مریض کے شعور کا اس طرح سے منقطع ہو جانا، کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے سے باتیں کرتا ہو، ایک عام مظہر ہے، اور پاگل خانوں میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔

افتراق کے تصور کی بدولت ہم ایسے مریض کی حالت کا بھی زیادہ صحیح تصور کر سکتے ہیں، جو کسی اختباط میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ اختباط غلط یقین ہوتا ہے، جس کے ناممکن ہونے کا کامل ترین منطقی ثبوت بھی یقین نہیں دلا سکتا، اور جو منافی اور صریح متناقض واقعات کی موجودگی سے بھی دور نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر مریض کو یہ یقین ہو کہ وہ بادشاہ ہے، تو اس

۵۶ پر یہ ثابت کرنا بالکل بے سود ہوتا ہے، کہ اس کا خیال غلط ہے۔ اس پر اس قسم کے ثبوت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ شاید اپنی اور اپنے خاندان کی گذشتہ تاریخ سے اچھی طرح سے واقف ہوتا ہے، لیکن اسے یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ یہ واقعات اس کے اس یقین کے منافی ہیں کہ وہ جارج سوم کا بیٹا ہے۔ وہ ہمیں یہ یقین دلا سکتا ہے، کہ وہ قادر مطلق ہے اور اس میں ایک نئی کائنات بنانے کی قوت ہے، لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ پاگل خانے سے رہا کر دیئے جانے کی التجا کرتا ہوا، یا ذرا سے تمبا کو کی بھیک مانگتا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ پہلی نظر میں ان متناقضات کی موجودگی ناقابل توجیہ اور ناقابل فہم معلوم ہوتی ہے، مگر جیسے ہم یہ محسوس کرتے ہیں، کہ مریض کا ذہن حالت افتراق میں ہے

مجھے کی کنجی مل جاتی ہے۔ اب یہ ایک چشمہ باقی نہیں رہا ہے، جو ایک خاص سمت میں ایک خاص مقصد کے لیے جاری ہو۔ بلکہ یہ تو کم و بیش الگ ذہنی اعمال کا بنا ہوا ہے، جن میں سے ہر ایک کا نشو و نما علیحدہ ہوتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے وجود سے بالکل غیر متاثر رہتا ہے۔ مریض کو یہ یقین ہوتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں، اور ساتھ ہی اسے ایسے واقعات کا بھی علم ہوتا ہے، جو اس یقین کی قطعاً تردید کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس امر کے کہ دونوں چیزیں ایک ساتھ اس کے ذہن میں ہوتی ہیں، مگر انھیں کبھی ایک دوسرے سے متصل نہیں ہونے دیا جاتا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنے کو محسوس کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ یہ اپنی راہ مانع منطق خانوں میں طے کرتے رہتے ہیں، اور ان کے مابین ایسے پردے حایل ہوتے ہیں جن سے ہو کر کوئی ربط پیدا کرنے والا خیال یا استدلال نہیں جا سکتا۔ اسی طرح سے مریض کے یقین پر از روئے حکمت اس کے خیال کو ناممکن ثابت کر دینے کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ ہمارے استدلال کے ہر نقطے کو پوری طرح سے سمجھتا ہے، مگر اس کے معنے کو ذہن کے اس حصے میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا جس میں اس کا اختباط ہوتا ہے۔ یہ اس سے اس طرح سے الگ بہ جاتا ہے جس طرح سے بطخ کی پشت پر پانی الگ بہتا چلا جاتا ہے۔

۵۷

اگرچہ وہ مظاہر جن کا اوپر ذکر ہوا ہے بہت غیر معمولی اور جنون سے مخصوص معلوم ہوتے ہیں، مگر ذہن کا مانع منطق خانوں میں یہ افتراق پاگل خانے ہی کی آبادی سے مخصوص نہیں ہے۔ یہ ہر انسان کی نفسیات کا ایک عام اور شاید ناگزیر واقعہ ہے۔ یہ تو مشہور بات ہے کہ ہمارے سیاسی ایقان دلیل و حجت سے ماورا ہوتے ہیں، اور ہم اپنے بچپن کے روایتی یقینوں کو بھی باقی رکھتے ہیں اگرچہ ان کے مخالف واقعات برابر تجربے میں آتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے مظاہر کی توجیہ صرف افتراق کی ایک خاص مقدار سے ہی ہو سکتی ہے۔ یہ افتراق اگرچہ کم درجے کا ہوتا ہے، مگر بہ اعتبار کیفیت اس افتراق سے مختلف نہیں ہوتا جو پاگل خانے کی ملکہ

میں دکھائی دیتا ہے، جس کی بدولت وہ کمرے کے فرش کو ما نجھتی بھی ہے اور خود کو ملکہ بھی خیال کرتی ہے، اور اسے اپنے بلند مرتبے اور ادنیٰ پیشے کے مابین اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔

باب (۵)

گرہیں یا مخلوطات

۵۸

باب۳ میں ہم نے ان مظاہر میں سے کچھ کو بیان کیا تھا، جو ذہن کی مختلف مرضی حالتوں میں رونما ہوتے ہیں، اور باب۴ میں ہم نے ان مظاہر کو مجموعوں میں ترتیب دینے کی کوشش کی تھی۔ اس عمل اصطفاف کے ذریعے سے ہم نے پریشان و بے ترتیب واقعات کو ایک حد تک ترتیب کی صورت میں بدل دیا ہے، اور اب ہم اپنے موضوع سے متعلق واقعات پر ایک جامع نظر ڈال سکتے ہیں۔ مثلاً ہم نے یہ دریافت کر لیا ہے کہ جنون کی اکثر علامات کو افتراق شعور کی صورتیں سمجھنا چاہیے یعنے چشمۂ شعور علیحدہ علیحدہ حصوں میں بٹ جاتا ہے اور ایک مربوط مسلم کل کی صورت میں نہیں رہتا۔ اس حد تک اس امر کی کوشش نہیں کی گئی کہ یہ مظاہر کیوں واقع ہوتے ہیں۔ یہ تو ہم بتا چکے ہیں کہ مبتلائے وہم مریض کو جو خیالی آوازیں سناتی ہیں، وہ خود اس کے شعور کے متفرقہ ٹکڑے ہوتے ہیں، مگر ہم نے اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی کہ شعور کا کوئی حصہ اس طرح غیر معمولی طور پر کیوں منقطع ہو جائے، اور نہ ہم نے اس کی کوئی وجہ بیان کی ہے کہ وہی آواز ایک طرح کا اشارہ کرے اور دوسری طرح کا کیوں نہ کرے۔ ہم نے یہ تو دریافت کر لیا ہے کہ بعض واقعات ہوتے ہیں مگر ابھی تک ہمیں اس امر کا مطلق علم نہیں ہے کہ یہ کیوں ہوتے ہیں۔

۵۹ جو شخص ان عام اصول کو سمجھ چکا ہے جنھیں باب ۲ میں بیان کیا جا چکا ہے، اس نے محسوس کر لیا ہو گا کہ حکمت کے طریقے کے پہلے دو قدم تو ہم نے طے کر لیے لیکن ابھی ہم نے تیسرا قدم طے کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ مظاہر کو جمع کر کے مرتب کر دیا گیا ہے۔ مگر ہمیں ان تصورات کو دریافت کرنا ابھی باقی ہے جو ان مظاہر کی توجیہ کے لیے کافی ہوں گے۔

یہ تیسرا قدم ضروری بھی اور بے حد دشوار بھی۔ جنونیات کی عمر ابھی اسقدر کم ہے، اور تحقیق طلب امور اس قدر ہیں کہ ابھی مطلوبہ سمت میں صرف تھوڑا ہی سا فاصلہ طے ہو سکتا ہے۔ اور یہ تھوڑا سا فاصلہ بھی ہمیں لازمی طور پر متنازعہ فیہ علاقے میں لے آئے گا کیونکہ ایک کمسن حکمت کی سرحد ہمیشہ میدان جنگ بنی رہتی ہے۔ اس لیے اگرچہ اپنے موضوع کو واضح طور پر پیش کرنے کے لیے ہمیں کسی حد تک قطعی اور فیصلہ کن انداز اختیار کرنا پڑے گا، مگر متعلم کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس باب اور آیندہ ابواب میں ہم جن نتایج تک پہنچے ہیں ان میں سے اکثر کو قطعی نہیں، بلکہ موقتی و عارضی سمجھنا چاہیے۔ بڑی حد تک یہ ڈاکٹر فرائڈ ساکن وائنا اور ڈاکٹر ینگ ساکن زیورچ کی حالیہ تحقیقات کا نتیجہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم مرضی نفسیاتی مظاہر کے اصلی اسباب کے دریافت کرنے کی کوشش کریں، ہمیں اس امر کا یقین کر لینا چاہیے کہ ہماری تحقیق معقول ہے اور اس قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ اس یقین کے لیے نفسیاتی

۶۰ جبریت یعنے اس نظریے کا قایل ہونا لازمی ہے، کہ عالم نفسی عالم مادی کی طرح سے ہر واقعے کی ایک علت ہونی ضروری ہے۔ اگر ضروری مقدمات موجود ہوں تو نتیجہ لازمی طور پر واقع ہو گا۔ اگر ہم کسی نتیجے کو دیکھیں تو اس امر کو یقین کے ساتھ جان لیتے ہیں، کہ اسے بعض خاص اسباب نے مل کر پیدا کیا ہے۔ اتفاق کو نفسیات میں بھی اسی طرح سے کوئی دخل نہیں ہے، جس طرح سے طبیعیات میں نہیں ہے۔ ہر وہ خیال جو ذہن میں آتا ہے، ان ذہنی اعمال سے جو اس سے پہلے ہو چکتے ہیں صرف یہی خیال آسکتا تھا اور کوئی دوسرا خیال نہ آسکتا تھا۔ اگر مجھ سے یہ کہا جائے کہ میں کوئی عدد

انتخاب کروں، تو بظاہر یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ میں کونسا ہندسہ انتخاب کرتا ہوں۔ مگر درحقیقت اس لمحہ جو میری ذہنی حالت ہے، اس سے عدد کا انتخاب قطعی طور پر ہوتا ہے۔ صرف ایک خاص عدد ہی کا خیال ذہن میں آئے گا، اور اس کے علاوہ اور کسی عدد کا خیال ممکن نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ متعلم کو غیر حقیقی اور ایک طرح کی کھینچ تان معلوم ہوگا، مگر جب تک اسے ابتدائی مسلے کے طور پر اختیار نہ کرلیا جائے، حکمت نفسیات ممکن ہو ہی نہیں سکتی۔ ہمارا نجی فلسفہ جو کچھ بھی ہو، جب تک ہم نفسیاتی اور حکمی انداز کے مطابق فکر کریں، ہمیں قانون تعلیل کے تمام مضمرات کو تسلیم کرنا چاہئے۔

ان اسباب کی تحقیق جن سے ہمارے شعور کی روانی کا تعین ہوتا ہے۔ نفسیات کا اصل مقصد ہے۔ اس میں شک نہیں جو قوانین دریافت ہوں گے وہ تندرست اور مجنون دونوں کے لیے ایک ہی ہوں گے، جس طرح سے وہ عضویاتی قوانین جس سے مریض جسم کے اعمال کا تعین ہوتا ہے، بعینہ وہی ہوتے ہیں جن سے تندرست جسم کے اعمال کا تعین ہوتا ہے۔ فرق صرف متعلقہ اسباب کی شدت اور ترکیب میں ہوتا ہے۔

٦١

اب ہمیں بعض سادہ مثالوں پر غور کرنے سے اس سمت کا تصور ہوسکتا ہے، جس سمت میں ہمیں ان مقررہ اسباب کی تلاش کرنی چاہئے۔ فرض کرو کہ مجھے عکاسی کا بہت شوق ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شوق میرے شعور کی روانی کو مسلسل متاثر کرتا رہے گا۔ ایسے منظر جن سے میں ویسے بالکل متاثر نہ ہوتا، اب تصویر کے ممکن مواد ہونے کی حیثیت سے میرے لیے جاذب توجہ ہوں گے۔ اخبار دیکھتے وقت عکاسی کے مضمون پر میری توجہ فوراً منعطف ہو جائے گی اور دوستوں سے ملاقات کرتے وقت میں ہر اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں گا جو گفتگو کے رخ کو اپنے محبوب مشغلے کی طرف پھیرنے کے لیے مجھے ملے گا۔ اب اگر ہم ایک شوق کی اصلی ماہیئت کے تحقیق کرنے کی کوشش کریں، تو ہم یہ دیکھتے ہیں، کہ یہ مربوط تصورات کا ایک نظام ہوتا ہے، جس میں ایک شدید جذبی کیفیت اور خاص قسم کے افعال کے پیدا کرنے کا رجحان ہوتا ہے۔ اس قسم کے جذبی کیفیت رکھنے والے نظام

تصورات کو اصطلاحاً گرہ یا مخلوطہ کہا جاتا ہے اور شوق کو بھی گرہ کی ایک خاص قسم خیال کرنا چاہیے۔ اوپر جو سادہ صورت بیان کی گئی ہے اس میں ہمیں یہ کہنا چاہیے، کہ جو علتیں میرے شعور کی روانی کو متعین کرتی ہیں، ان میں سے ایک قوی علت گرہ عکاسی ہے [1]۔

۶۲

گرہوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان کے تصورات بھی ہر قسم کے ہو سکتے ہیں، ان کے ساتھ جو جذبی کیفیت ہوتی ہے وہ یا تو خوشگوار ہوتی یا تکلیف دہ، یا بے حد شدید ہوتی ہے یا نسبتہً خفیف و کمزور۔

جب کسی گرہ کی جذبی کیفیت بہت شدید ہوتی ہے، تو اس سے شعور پر جو عمل ہوتا ہے، وہ اسی لحاظ سے بہت شدید ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس نہایت ہی قوی گرہ کا خیال کرو جو ایسے نوجوان کے ذہن میں پڑ جاتی ہے، جو حال ہی میں عشق میں مبتلا ہو گیا ہو۔ گرہ سے متعلق جو تصورات ہوتے ہیں وہ فوراً ہی شعور میں نمایاں ہو جاتے ہیں، اور ان کے تہییج کر دینے کے لیے خفیف ترین اتلاقی روابط کافی ہو جاتے ہیں۔ اس کی کل ذہنی توانائی ان سلاسل فکر کے گوندھنے میں منہمک ہوتی ہے، جو اس کے محبوب پر مرکوز ہوتے ہیں، اور وہ اپنے ذہن کو دن کے کاروبار کی طرف راغب نہیں کر سکتا۔ ہر واقعے کو وہ اپنے عشق سے مربوط کر لیتا ہے اور کل کائنات اس کے لیے اس کی غالب گرہ کا صرف پس منظر ہوتی ہے۔

پس گرہیں وہ علتیں ہوتی ہیں، جو شعوری چشمے کے کردار کو متعین کرتی ہیں، اور ان سے شعور پر جو عمل واقع ہوتا ہے، اسے طبیعیات کے تصور

---

[1] لفظ گرہ کو ابتداءً ینگ نے تجویز کیا تھا، اور اس نے اسے اس عام معنی میں استعمال کیا تھا جن معنی میں اس لفظ کو اس کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اب اس کا مفہوم محدود ہو گیا ہے، اور اسے تصورات کے اس نظام کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو دبا دیئے جاتے ہیں اور اس سے کم و بیش مرضی قسم کے ہوتے ہیں۔ (دیکھو باب ۱۰) اس باب میں جو عام تصور استعمال ہوا ہے وہ شینڈ اور میک ڈوگل لفظ "عاطفت" سے زیادہ مشابہ ہے۔

"قوت" کا نفسیاتی مماثل قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ہر وقت تو عامل نہیں رہتیں، بلکہ بعض حالات کے تحت عامل ہوتی ہیں۔ یہ حالات مہیج کی موجودگی پر مشتمل ہوتے ہیں، اور اس وقت واقع ہوتے ہیں جب گرہ سے متعلق ایک یا ایک سے زیادہ تصور تہیج ہو کر عمل کرنے لگتے ہیں، اور ایسا یا تو کسی خارجی حادثے کی وجہ سے ہوتا ہے، یا اعمال ائتلاف کی بنا پر جو خود ذہن کے اندر واقع ہوتے ہیں چنانچہ جو سادہ مثال ہم نے لی ہے، اس میں گرہ عکاسی یا تو ایسی گفتگو سے تہیج ہو سکتی ہے، جس میں عکاسی سے متعلق بحث داخل ہو گئی ہو، یا ائتلافات کا سلسلہ کسی غیر متعلق تصور سے ایسے تصور تک پہنچ گیا ہو جو قطعی طور پر عکاسی کے حلقے سے متعلق ہو۔ جیسے ہی یہ ضروری مہیج واقع ہوتا ہے، گرہ فوراً ہی شعور پر اپنا اثر کرنے لگتی ہے۔ معمولاً اثر شعور کے اندر گرہ سے متعلق تصورات جذبات اور فعلیت کے سلاسل داخل کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن تصورات دلائل وغیرہ کا فرد کو احضار ہوتا ہے، ان میں سے جو گرہ کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں، ان کو تقویت پہنچتی ہے، اور جو اس کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہوتے، وہ دب جاتے ہیں، اور ان کی قوت و معقولیت باقی نہیں رہتی۔

اس طرح سے گرہ کی فعلیت سے جو حالت فکر پیدا ہوتی ہے وہ اس سے مختلف ہوتی ہے جو حقیقی منطقی فکر میں واقع ہوتی۔ آخر الذکر صورت میں ہر قدم پہلے قدموں کا منطقی سلسلہ ہوتا ہے۔ شہادت کو غیر جانب داری کے ساتھ وزن کیا جاتا ہے، اور مختلف حلوں کے امکان پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور ہوتا ہے۔ اس قسم کا سچا منطقی تفکر معمولی زندگی میں بہت شاذ ہوتا ہے۔ اکثر صورتوں میں گرہ کی پیچ بالکل ظاہر ہوتی ہے۔ عالم حکمت میں بھی جسے ناواقف خاص طور پر بے جذبہ اور ٹھنڈے فکر کا عالم خیال کرتے ہیں، گرہیں بہت بڑا دخل رکھتی ہیں۔ اس ذیل میں کسی تعلیم یافتہ مجلس کے مباحث سے نہایت ہی مفید مواد مہیا ہو جائے گا۔

لہذا جذبی کیفیت رکھنے والے ان نظاموں میں ہمیں ایسی موثر علتیں مل گئی ہیں، جو کم از کم ہمارے افکار و اعمال کے رخ کی کم از کم جزوی تو

ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اگر ہم عکاس سے یہ دریافت کریں کہ وہ ہمیشہ خاص طرح کیوں فکر و عمل کرتا ہے تو وہ غالباً جواب دے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے عکاسی سے دلچسپی ہے۔ یعنی خود اسے گرہ عکاسی کے موجود ہونے کا علم ہوگا اور یہ بھی علم ہوگا کہ یہ اپنے اثرات کیونکر پیدا کرتی ہے۔ مگر گرہ کے موجود ہونے اور اس کے عمل کرنے کا یہ ذہنی احساس ہمیشہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ ممکن ہے کہ ایک گرہ شعور پر نمایاں اثر کرے، اگرچہ خود فرد کو اس کے عمل کا علم نہ ہو۔ یعنی ممکن ہے کہ اسے ان اسباب کا علم نہ ہو، جو خود اس کے ذہنی اعمال کو متعین کرتے ہیں۔ ایک مثال سے اس بیان کے سمجھنے میں سہولت ہوگی۔ جب ایک جماعتی سیاس سے کسی نئے قانون پر غور کرنے کے لیے کہا جاتا ہے، تو اس کے فیصلے کا تعین زیادہ تر تصورات کے مستقل نظاموں اور فکر کے رجحانوں سے ہوتا ہے جو عموماً جماعتی تعصب کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنی نئی اصطلاح میں ہمیں اسے سیاسی گرہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیے۔ گرہ کی بنا پر وہ مجوزہ قانون کے متعلق ایک خاص روش اختیار کرتا ہے، جو خود اس قانون کے معائب و محاسن پر مبنی نہیں ہوتی۔ اگر ہم اپنے سیاس سے بحث کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ گرہ اس کے ذہن میں ان دلایل کو قوی کر دیتی ہے، جو اس کی جماعت کے خیال کی موئید ہوتی ہیں۔ اور اسی کی وجہ سے وہ ان دلایل کی قوت کے محسوس کرنے سے قاصر رہتا ہے جو فریق مخالف کی طرف سے پیش ہوتی ہیں۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ خود وہ شخص اپنے ذہن کی اس میکانیت سے غالباً لاعلم ہوتا ہے۔ وہ یہی خیال کرتا ہے کہ میری رائے اس قانون کے محض مالہ و ماعلیہ سے قایم ہوئی ہے۔ درحقیقت ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صرف اس کے فکر کا تعین ہی اس گرہ سے نہیں ہوا ہے، جس کے عمل سے وہ بے خبر ہے، بلکہ وہ اپنے افکار کو دوسرے اسباب کا نتیجہ خیال کرتا ہے، جو درحقیقت ناکافی اور فریب آسا ہوتے ہیں۔ خود کو دھوکا دینے کا یہ آخری عمل جس کے ذریعے سے فرد اپنے فکر کی حقیقی بنیاد

۶۵

کو عارضی سہاروں کے ذریعے سے چھپاتا ہے، اصطلاحاً "تاویل" کہلاتا ہے۔
ہماری سیاست داں والی مثال میں دو میکانیتیں خود کو ظاہر کرتی ہیں۔
یقینوں اور عملوں کی غیر شعوری اصل، اور بعد کا عمل تاویل جن کے انھیں تابع ۶۶
کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں میکانیتیں نفسیات میں اساسی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کا
ہر روز اور ہر فرد میں مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ نوع انسانی کا یہ یقین بہت ہی عام
ہے اور اسے یہ نہایت ہی عزیز ہے، کہ عموماً ایک شخص کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ
خاص طرح سے کیوں خیال کر رہا ہے، اور خاص خاص افعال وہ کیوں کرتا
ہے۔ مگر بدقسمتی سے بڑی حد تک یہ یقین غلط ہے۔ ہمیں یہ یقین کرنے کی بہت
زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ ہم معقول طور پر عمل کر رہے ہیں، اور اس امر کو
تسلیم کرنا نہیں چاہتے کہ ہم ایسی باتیں سوچتے اور کرتے ہیں جن کے محرکوں کی
خود ہمیں خبر نہیں ہوتی۔ مگر ہمارے ذہنی اعمال کی بڑی تعداد اس قسم کی
جذبی پیچ یا گرہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ لیکن ایسا علّی سلسلہ ہمارے عقلیت کے نصب العین
کے منافی ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اس کے بجائے ایک فرضی منطقی عمل کو رکھ دیتے ہیں
اور خود کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ خاص فکر یا عمل اس کا معقول اور قدرتی
نتیجہ ہے۔ سیاست داں کی مثال میں یہی تاویل کی میکانیت ہے۔ ہمیں اس
کے اثر کی مثالیں معمولی اور غیر معمولی دونوں قسم کی نفسیات میں ملیں گی۔
تاویل کا رواج ہی اس غلط یقین کا ذمہ دار ہے کہ عقل مقدمات
معطیہ سے منطقی استدلال کے معنی میں انسانی فکر و کردار کی ساخت میں غالب ۶۷
حصہ رکھتی ہے۔ اکثر صورتوں میں فکر یا عمل اس قسم کے کسی عمل مقدم کے
بغیر ظہور میں آجاتا ہے، اور اس کو مختلف قسم کی گرہیں ڈھالتی ہیں، جو ہماری
جبلتوں اور تجربے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ استدلال کا ارتقا بعد کو عقلیت کی تشفی
کے لیے ہوتا ہے۔
تاویل کی میکانیت شاید اخلاقی کردار کے حلقے میں سب سے زیادہ
واضح ہوتی ہے، کیونکہ یہاں ہم ہمیشہ اپنے افعال کو بعض عام مذہبی یا اخلاقی
اصول کے اطلاق سے منسوب کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اعمال عادت یا اپنے

طبقے کی روایات کی پابندی اور دوسرے ایسے ہی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور ان کو جبلتاً اور فوراً انجام دیا جاتا ہے۔ عام اصول تو صرف بعد کو پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب ہم سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اپنے کردار کی توجیہ کریں۔ جب اصول اور عمل میں کلیتہً مطابقت نہیں ہوتی تو ہم اول الذکر کی مزید تاویلات کے ذریعے سے ترمیم کر لیتے ہیں، یہاں تک کہ یہ آخر الذکر کی توجیہ کا مدعی ہو جاتا ہے، اور اس طرح سے اپنے معقولیت کے نصب العین کو قایم رکھتے ہیں چنانچہ یہ ایک معروف واقعہ ہے کہ ایسے لوگ جن کی دیانت میں کوئی شبہہ نہیں ہوتا، حکومت یا ریلوے کمپنی کو بے غل وغش دھوکا دیتے ہیں۔ اگر ان پر ان کے اصول و کردار کے اختلاف کو واضح کیا جائے، تو مختلف قسم کی تاویلات فوراً پیدا ہو جائیں گی۔ وہ کہدیں گے کہ کمپنی اور فرد میں فرق ہے، کمپنی کے نقصان سے کسی خاص شخص کو نقصان نہیں پہنچتا۔ کرایے اور محصول بالکل خلاف انصاف رکھے گئے ہیں، اور ان سے بچ جانا بالکل جایز ہے۔ ذہنی اعمال کے حقیقی اور ظاہری اسباب میں جو فرق ہے۔ اس کی اس نصیحت سے اچھی طرح سے وضاحت ہوتی ہے جو نوآموز جج کو کی جاتی ہے "جو فیصلہ تمھاری سمجھ میں آئے صادر کرو، غالباً یہ صحیح ہوگا۔ مگر اپنے فیصلے کی وجوہ بیان نہ کرو، کیونکہ یہ یقیناً غلط ہوں گے"۔

۶۸

پس یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص سے یہ دریافت کرنا کہ وہ فلاں بات کیوں کرتا ہے، اس کے عمل کے حقیقی اسباب دریافت کرنے کا ہمیشہ موثر طریقہ نہیں ہوتا۔ تامل کو کتنی ہی دیانت کے ساتھ انجام دیا جائے، اگر یہ شعور کے سطحی مافیہ کے اندراج سے زیادہ کی کوشش کرتا ہے تو اکثر ناکام رہتا ہے۔ جیسے ہی یہ عمل کے حقیقی سرچشموں کے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو ہمیشہ اس امر کا امکان ہوتا ہے کہ یا تو کوئی نتیجہ ہی نہ نکلے یا نکلے تو تاویل کی بیکافیت سے بگڑا ہوا نکلے۔ یہ واقعہ اس نفسیاتی کے لیے بھی نہایت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ جسے صرف تندرست آدمی کے ذہن سے بحث ہوتی ہے۔ ایسے محقق کے لیے

جو اپنی تحقیقات کو غیر معمولی اور مرضی دائرے تک وسیع کر دینا چاہتا ہے، اس کے اندر ایسی اہمیت ہے جس کی نسبت مبالغہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس اہمیت کا پورا پورا اندازہ اس وقت ہوگا جب آگے چل کر ہم گرہوں کے عمل پر بحث کریں گے۔

۶۹ تحقیق کی اس دشواری کو دور کرنے اور ان حقیقی گرہوں کو نمایاں کرنے کے لیے جو موجودہ ذہنی اعمال کی ذمہ دار ہوتی ہیں بہت سے طریقے تجویز کیے گئے ہیں۔ یہ زیادہ تر تو ایسے ہیں کہ ان کے اطمینان بخش طریق پر استعمال کرنے سے پہلے کافی علم و تجربے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اس کا پوری طرح سے اس مختصر سی کتاب میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ لیکن ایک لمحے کے لیے ہم اختیاری نفسیات کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں، اور اس طریقے کی نسبت چند کلمات صرف کرتے ہیں جو ینگ نے رائج کیا ہے اور جو نفسیاتی تحقیقات میں بے حد مفید ہے۔

مریض کو الفاظ کی ایک فہرست سنا دی جاتی ہے۔ اور اس کے جواب میں اسے جو پہلا لفظ اس کے ذہن میں آئے وہ بتا دینا ہوتا ہے۔ جو لفظ سنایا جاتا ہے، وہ لفظ ہیج کے نام سے موسوم ہے، اور مریض کا جواب ردعمل والا لفظ کہلاتا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ آخر الذکر لفظ کا اول الذکر لفظ سے کسی ائتلافی کڑی کے ذریعے سے تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ "میز" ہیج ہے، اس کے جواب میں "کرسی" یا اسی قسم کا کوئی سادہ ائتلافی لفظ کہا جا سکتا ہے۔ لفظ ہیج اور مریض کے جواب میں جو وقفہ صرف ہوتا ہے، وہ زمان ردعمل کہلاتا ہے، اور رکنے والی گھڑی کے ذریعے اس کی احتیاط کے ساتھ پیمایش کی جاتی ہے۔

ینگ کی تحقیق کے بموجب حاصل شدہ ردعمل میں اس لحاظ سے بے حد فرق ہوتا ہے کہ لفظ ہیج نے کسی گرہ کی فعلیت کو ہیجان کیا ہے یا نہیں۔ جن ۷۰ ردات عمل میں گرہ کی فعلیت پائی گئی، ان کا زمان ردعمل بڑھ گیا، اور لفظ ردعمل میں اور مختلف خصوصیات پائی گئیں۔ ذیل کی مثال ینگ اور

پیٹرسن نے دی ہے، جس سے بعض نقاط زیر بحث کی تشریح ہوتی ہے۔

لفظ مہیج	لفظ ردعمل	زمان ردعمل ثانیے
(۱) سر	بال	۱ر۴
(۲) سبز	سبزہ زار	۱ر۶
(۳) پانی	گہرا	۵ر۰
(۴) چھری	چاقو	۱ر۶
(۵) لمبی	میز	۱ر۲
(۶) جہاز	ڈوبنا	۳ر۴
(۷) پوچھنا	جواب	۱ر۶
(۸) اون	بننا	۱ر۶
(۹) مخالف	دوستانہ	۱ر۴
(۱۰) جھیل	پانی	۴ر۰
(۱۱) بیمار	تندرست	۱ر۸
(۱۲) روشنائی	سیاہ	۱ر۲
(۱۳) تیرنا	تیر سکتا ہوں	۳ر۸

جس مریض سے یہ سلسلہ حاصل کیا گیا، اس نے پستی و اضمحلال کے قریبی دورے میں ڈوب کر خودکشی کر لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گرہ نے خود کو ان اختلافات میں ظاہر کیا جن کو بخط عربی لکھا گیا ہے۔ یعنی ۳، ۶، ۱۰، اور ۱۳۔ بڑھے ہوئے زمان ردعمل کی مثالیں ہیں، ۱۳ سے خود لفظ ردعمل میں بھی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے۔

اپنی تحقیقات سے یونگ نے یہ نتیجہ نکالا کہ انتلافی اختبار کے ذریعے کسی موضوع کے ذہن کی اصل گرہوں کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

۱۷ اب اس طریقے کو بہت کچھ ترقی دی جا چکی ہے۔ یہ مرض کی ابتدائی تشخیص میں بے حد مفید ہے، اور اکثر اس سے ان جہتوں کے متعلق قیمتی معلومات مل جاتی ہیں، جن میں تفصیلی تحلیل بعد کو سب سے زیادہ مفید طریق پر انجام

دی جا سکتی ہے[۱۵]۔

اب ہم اپنی اصل تحقیق کو پھر شروع کرتے ہیں، اور اس بحث کے سلسلے کو جاری رکھتے ہیں، کہ گرہوں کا عمل کس طرح سے افکار و اعمال کی پیدائش میں ظاہر ہوتا ہے۔

عکاس اور سیاس کی مثالوں میں گرہ خود کو براہ راست ظاہر کرتی ہے، یعنی گرہ عکاسی کی بنا پر عکاسی کے انداز میں اور گرہ سیاست کی بنا پر سیاسی انداز میں فکر کرنے لگتا ہے۔ لیکن بسا اوقات گرہ اپنے آپ کو بالواسطہ کسی ایسے اظہار کے ذریعے سے نمایاں کرتی ہے، جو پہلی نظر میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل مختلف معلوم ہوتا ہے۔ اس دعوے کے معنے کو ہم مندرجۂ ذیل مثال سے واضح کرتے ہیں۔ "میرے مریضوں میں سے ایک سنڈے اسکول کا سابق معلم تھا، یہ راسخ العقیدہ دہریہ ہو گیا تھا۔ اسے اس امر پر اصرار تھا، کہ وہ اس نقطۂ نظر تک اس موضوع کے طویل مطالعے اور کافی غور و فکر کے بعد پہنچا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے علم کلام کا کافی وسیع علم حاصل کر لیا تھا، وہ پیدائش کی شہادت پر طویل تقریر کیا کرتا تھا، اور اپنے دلایل کو نہایت ہی قابلیت سے استعمال کر کے ایک مربوط و مدلل مقدمہ پیش کر دیا کرتا تھا۔ مگر بعد کی نفسیاتی تحلیل سے وہ حقیقی گرہ ظاہر ہوئی جو اس کے الحاد کی ذمہ دار تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ اس کی منسوبہ اس کے مدرسے کے نہایت ہی پر جوش رفیق کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اس مریض میں گرہ علیٰ یعنی اپنے کامیاب رقیب کے خلاف آتش غضب نے خود کو ان یقینوں سے انکار کی صورت میں ظاہر کیا جو پہلے ان کے مابین اصل رشتۂ ارتباط تھی۔ دلایل مطالعہ اقتباسات محض لطیف تاویلات تھیں۔

گرہ کے بالواسطہ اظہار کی ایک اور مثال دی جاتی ہے۔ یہ بھی اسی

۷۲

---

[۱۵]۔ اسلافی امتحان کی بعد کی تاریخ سے یہ امید پوری نہیں ہوتی کہ یہ مریضوں کی نفسیاتی تحلیل میں بہت زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اختباری تحقیق کے لیے تو اب بھی اس سے ایک دلچسپ حلقہ ملتا ہے مگر عملاً طبی معالجے میں اسے شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

مریض کا قصہ ہے۔ مریض کے کچھ عرصے سے اپنے باپ سے تعلقات اچھے نہ تھے، مگر اسے اپنے باپ سے سچی محبت تھی۔ باپ مصالحت کی کسی تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار نہ تھا، اس سے مریض کو سخت تکلیف تھی۔ ایک روز وہ میرے پاس غیر معمولی پریشانی کی حالت میں آیا۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آج میں نے دو اجنبیوں کے ساتھ بدسلوکی ہوتے ہوئے دیکھی ہے، اور اس واقعے نے مجھے اس درجہ متاثر کیا ہے کہ میں باقی تمام دن بدمزہ رہا۔ مجھے اس کی نفسیات سے کافی واقفیت تھی اور میں سمجھ گیا کہ یہ واقعہ اس کی موجودہ ذہنی حالت کی کافی علت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں نے زیادہ مکمل تحقیق شروع کی۔ تحلیل سے حقیقی گرہ علّی جلد ہی منکشف ہو گئی۔ مریض کو اسی روز اپنے باپ کے پاس سے خط وصول ہوا تھا جس میں حسب معمول اس کو ملامت کی گئی تھی۔ بدمزگی کا اصل سبب وہ بدسلوکی تھی جو خود اس کے ساتھ اس کے باپ نے کی تھی۔ اور دو اجنبیوں کی تکلیف نے محض تاویل کا مقصد پورا کیا تھا۔ ۷۳

گرہ کے بالواسطہ اظہار کا ایک سادہ اور معروف واقعہ ینگ نے بیان کیا ہے۔ ایک شخص اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک گاؤں کے نواح میں ٹہل رہا تھا اچانک اس نے گرجا کے گھنٹے پر جو اس وقت بج رہا تھا، سخت غصے کا اظہار کیا۔ وہ کہنے لگا اس گھنٹے کی آواز درحقیقت بری ہے، تال میل بھدی اور مجموعی اثر قطعی طور پر غیر خوشگوار ہے۔ اس پر اس کا دوست حیران رہ گیا کیونکہ وہ گھنٹہ اپنی سریلی آواز کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس لیے اس نے اپنے ساتھی کی روش کی حقیقی علت دریافت کرنے کی کوشش کی۔ ہوشیاری کے ساتھ سوالات کرکے اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ صرف یہی نہیں کہ گرجا کا گھنٹہ غیر خوشگوار ہے، بلکہ اس گرجا کا پادری شاعر بھی بہت برا ہے۔ اب گرہ علّی ظاہر ہو گئی، کیونکہ یہ شخص جس کے کانوں کو گرجا کے گھنٹے کی آواز بری معلوم ہوئی تھی شاعر بھی تھا۔ اور اسی زمانے میں جو تنقیدیں ہوئی تھیں ان میں اس کی شاعری کو پادری کی شاعری کے مقابلے میں گرایا گیا تھا۔

اس طرح سے گرہ رقابت جو پیدا ہو گئی تھی اس نے خود کو بالواسطہ ۷۴

بیچارے گرجا کے گھنٹے کی آواز کی غیر واجبی مذمت کی صورت میں ظاہر کیا۔ اس گرہ کے راست اظہار کی یہ صورت ہوتی کہ خود پادری یا اس کی تصانیف کو برا کہا جاتا۔

ظاہر ہے کہ بعد کی تحلیل کے بغیر اس شخص کا کردار ناقابل توجیہ معلوم ہوتا یا اس کو بد مزاجی چڑ چڑے پن یا کسی غیر تشفی بخش علت سے منسوب کر دیا جاتا۔ جہاں کسی معمولی سی بات پر اچانک غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے، اکثر اسی طرح اس کی توجیہ کی جا سکتی ہے، اور اسے کسی دوسری اور کافی علت کا نتیجہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پس جو ردعمل بظاہر ناقابل فہم معلوم ہوتا ہے، وہ اچھے خاصے مقررہ مقدمات کا فطری نتیجہ معلوم ہونے لگتا ہے۔

یہاں پر ہم اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے جس حد تک پہنچ چکے ہیں، اور اس سے ممکنہ نتایج اخذ کرنے کے لیے جو مسایل جنون پر غور کرنے میں ہماری مدد کریں گے، ذرا دیر کے لیے اپنے تحقیقی کام کو روکتے ہیں۔ یہ تو ہم دریافت کر چکے ہیں کہ تندرست انسان کے ذہنی اعمال جزواً ایسے اسباب یا گرہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، جن کے عمل سے خود اس فرد کا بھی ناواقف ہونا ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس قسم کی گرہوں کا عمل بالواسطہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اس سے جو شعوری اعمال پیدا ہوں ممکن ہے کہ ان کا ان اسباب سے جو ان کے درحقیقت ذمہ دار ہوتے ہیں، بظاہر کوئی تعلق نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ فرد اپنے افکار و اعمال کو دوسرے اسباب کے نتایج خیال کر سکتا ہے، حالانکہ درحقیقت ان کا ان کی پیدایش سے کوئی تعلق نہ ہو، بلکہ بعد کے عمل تاویل کے نتایج ہوں۔ ۷۵

یہ مختلف میکانیتیں فرد اور مشاہد دونوں سے ان موثر علتوں کے عمل کو پوشیدہ کر دیتی ہیں جو فرد کے سلسلۂ فکر یا عمل کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ موثر علتیں سطح پر نہیں ہوتیں، بلکہ یہ تو نسبتہً عمیق تر اعمال ہوتے ہیں، جن کا انکشاف لطیف نفسیاتی تحلیل سے ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اسی قسم کی میکانیتیں جنون کی علامات پیدا کرنے میں بھی عمل کریں، اور یہ علامات مخفی گرہوں کے بالواسطہ اور بگڑے ہوئے اظہارات ہوں۔ اس صورت میں عمل کا بظاہر ناقابل فہم ہونا، محض ہمارے ان گرہوں سے ناواقف ہونے پر مبنی ہوگا۔

اور جیسے ہی گرہوں کا انکشاف ہو جائے گا اس کا نا قابل فہم ہونا بھی کافور ہو جائے گا۔ مالیخولیا کے مریض کا کسی معمولی اور مہمل سے تصور سے بہت زیادہ متاثر ہونا، اگر ہم یہ ثابت کر سکیں کہ یہ کسی دوسری اور کافی علت کا نتیجہ ہے، تو اس کے عمل کی لغویت اور محرک کا ناکافی پن رفع ہو جائے مثلاً ینگ کے مریض میں گرجا کے گھنٹے کی آواز سے جو چڑ چڑا پن پیدا ہوا تھا، چھپے ہوئے ذہنی اعمال کے ظاہر ہو جانے سے اس کی پوری توجیہ ہو گئی۔ اسی طرح ہمارے بعض مریضوں سے جو اختلاط ظاہر ہوتے ہیں اگر ہم ان کی ظاہری صورت سے رائے قایم نہ کریں بلکہ ذہن کی گہرائی میں جانے پر اصرار کریں تو ممکن ہے کہ وہ اس قدر بے بنیاد اور مہمل معلوم نہ ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ہم انھیں نہفتہ اعمال کے بالواسطہ اظہار پائیں یا شاید یہ ان کی تاویل کی کوششیں ہوں، اور خود یہ اعمال بالکل معقول و مربوط ہوں۔

یہ مفروضہ کہ مجنون کا ذہن اس طرح سے خیالات پریشان کا مجموعہ نہیں ہے، جیسا کہ سطحی مشاہدہ کرنے والا اسے خیال کرتا ہے، بلکہ بے ترتیبی کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے، کہ ہم ان عمیق تر ذہنی اعمال سے واقف نہیں ہوتے، جو غیر مربوط علامات کو مربوط کل میں منسلک کرتے ہیں، کم از کم آیندہ تحقیق کی رہبری کے لیے مفید و محرک ضرور رہے۔ آیندہ ابواب سے ظاہر ہو گا کہ حال کی تحقیقات سے اس مفروضے کی بڑی حد تک تائید ہوتی ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنے کی توقع ہے کہ مجنون کے خیالات اور اعمال بے معنی اور نا قابل فہم مجموعہ نہیں ہوتے، بلکہ علت و معلول مجنون کے بظاہر نا قابل فہم افعال میں بھی اسی قدر دخل رکھتے ہیں جتنا کہ تندرست انسان کے افکار و اعمال میں۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ یقین کرنے کے لیے بھی وجوہ ملیں گے کہ یہی نہیں کہ مجنون کے ذہنی اعمال کی نفسیاتی قوانین سے توجیہ ہو سکتی ہے، بلکہ یہ قوانین وہی ہیں جن کے تندرست انسانوں کے ذہن تابع ہوتے ہیں۔ مجنون انھیں تکالیف سے کشمکش کرتا ہے، جو ہم سب کو پیش آتی ہیں۔ وہ انھیں تصورات خواہشات و اشواق کے ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن سے ہم سب واقف ہوتے ہیں۔

۷۷

باب (۶)

نزاع

گزشتہ باب میں ہم نے کچھ نفسیاتی قوانین بیان کیے تھے، جو تندرست اور مجنون دونوں طرح کے ذہنوں میں ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں۔ جن مظاہر میں یہ قوانین ظاہر ہوتے ہیں، اگر ان پر توجہ کے ساتھ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس نتیجے تک ہم اس وقت تک پہنچے ہیں، اسے کسی لحاظ سے قطعی نہیں کہا جا سکتا۔ اور مسایل بھی فوراً ذہن میں آجاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ فرد کو کبھی تو ان گرہوں کا علم ہوتا ہے، جن سے اس کے افکار و اعمال کا تعین ہوتا ہے، اور کبھی نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک مثال میں تو گرہ آسانی کے ساتھ اور فوراً خود کو ظاہر کر دیتی ہے اور دوسری مثال میں ہیر پھیر سے ظاہر ہوتی ہے، جسے ہم نے بالواسطہ اظہار سے موسوم کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ باپ کے خط سے میرا مریض دو اجنبیوں کے متعلق کیوں رنجیدہ ہوتا ہے، اور خود اپنے سے باپ کے سلوک پر کیوں رنجیدہ نہیں ہوتا۔ ان سوالوں کے جواب میں دو اور نفسیاتی تصور پنہاں ہیں، یعنی نزاع اور احتباس۔ یہ تصور اساسی اہمیت رکھتے ہیں اور ان پر بالتفصیل غور کرنا ضروری ہے۔

فرض کرو کہ ایک گرہ بہ حیثیت مجموعی کل ذہن سے ہمنوائی نہیں رکھتی

۷۸ جس کی وجہ یا تو اس کی تکلیف دہ نوعیت ہو سکتی ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایسے افعال کی محرک ہوتی ہے، جو فرد کے عام خیالات اور اصول کے منافی ہوں۔ ایسی صورتوں میں ایک نزاعی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی گرہ اور شخصیت[1] میں ایک قسم کی کشمکش ہوتی ہے۔ یہ دونوں قوتیں ایک دوسرے کے دبانے پر مائل ہوتی ہیں۔ ذہن میں اندرونی طور پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، جس کی بنا پر عمل مفلوج ہو جاتا ہے۔ تصور نزاع کی تشریح ہم اپنی عاشق کی مثال میں ذراسی تبدیلی سے کر سکتے ہیں۔ فرض کرو کہ اس کی محبوبہ دوسرے کی بیوی بن چکی ہے۔ ایسی حالت میں عاشق کے ذہن میں دو مخالف گرہیں پیدا ہو جائیں گی، جن کا رجحان مختلف جہتوں میں ہو گا۔ ایک طرف تو اسے اپنی محبوبہ کی خواہش ہو گی، دوسری طرف مخالف رجحانات ہوں گے، جو اخلاقی تعلیم اور نتایج کے خوف پر مشتمل ہوں گے۔ ایسی حالت میں دونوں میں سے ایک گرہ بھی اپنے آپ کو آزادی کے ساتھ مناسب عمل کے ذریعے سے ظاہر نہ کر سکے گی، اور ایک حالت نزاع پیدا ہو جائے گی۔ اس نزاعی حالت کی علامت ایک قسم کا ناگوار جذبی تناؤ ہوتا

۷۹ ہے۔ دونوں طرح کے کردار فرد کو اپنی اپنی جانب کھینچتے ہیں، اور دوسرے کی مخالفت کی وجہ سے کوئی سا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

نزاع، جس کے ساتھ جذبی تناؤ، تذبذب اور فقدان عمل ہوتا ہے، ہمیشہ کے لیے باقی نہیں رہ سکتا۔ حیاتیاتی اعتبار سے یہ ضروری ہوتا ہے کہ دشواری کا کوئی حل دریافت ہو جائے۔ یہ ضروری حل بہت سے مختلف طریقوں سے حاصل

[1] یہاں پر شخصیت کو ان تمام ذہنی اعمال یعنی تصورات جذبات یادوں خواہشوں وغیرہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جو گرہ زیر بحث سے متعلق نہیں ہوتے۔ یعنی یہ سوائے اس گرہ کے جس پر اس وقت گفتگو ہو رہی ہے کل ذہن کے مرادف ہے۔ ذہن کی یہ دوگونہ تقسیم وہی ہے جو عام طور پر کی جاتی ہے، مثلاً جب ہم ایک شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ اس نے کبھی خواہش یا تحریص پر فتح پائی یا اس سے مغلوب ہو گیا۔

ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ گرہ میں کچھ ایسی تبدیلی ہو جائے کہ اس میں اور شخصیت میں اختلاف باقی نہ رہے، یا ذہن صاف طور سے سمجھ لے کہ دونوں غایتوں کا حصول ممکن نہیں ہے، اور ہر ایک کے محاسن و معائب کے وزن کرنے کے بعد وہ شعوری طور پر ایک کے ترک کرنے کا فیصلہ کرے۔

ہمارے اندر جو قوتیں بر سر پیکار ہوتی ہیں، ان کی قدر و قیمت کا یہ موضوعی اندازہ، اور پھر جس راہ عمل کو سوچ سمجھ کر انتخاب کر لیا ہو، اس پر ارادۃً عمل پیرا ہونا، نزاع کا عقلی اور معیاری حل ہے۔ بلکہ صحیح معنی میں تو حل کی یہی ایک صورت ممکن ہوتی ہے۔ حل کے جو طریقے ہم اب بیان کریں گے، ان میں، ذہن جذبی تناؤ اور بطلان عمل کو آخری لڑائی لڑ کر دور نہیں کرتا بلکہ وہ نزاع سے کترا جاتا ہے۔ ذہن لڑائی کے بار سے بچ جاتا ہے، کیونکہ حریفوں کو ملنے اور مقابلہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا۔

۸۰ ان طریقوں میں سے پہلا طریقہ اس آسان تدبیر پر مشتمل ہے کہ تصورات کے دونوں مخالف مجموعوں کو ذہن میں باقی رکھا جاتا ہے۔ مگر ان کے مابین ہر قسم کے ربط و تعامل سے کوشش کر کے بچا جاتا ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کو اپنی راہ پر چلنے دیا جاتا ہے اور ان کا باہمی اختلاف ایک دوسرے کی ترقی میں حائل نہیں ہوتا۔ جس ذہن میں ایسا منظر پایا جائے اسے ایسے روشن چوکی (آرکسٹرا) سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس میں ایک باجے والا اپنی پسند کا علیحدہ نغمہ بجا رہا ہو، اور اسے اس بے آہنگی کی پروا نہ ہو جو وہ اپنے جیسے ساتھیوں کی مربوط ہم آہنگی میں پیدا کرتا ہے۔ یہ مانع منطق خانوں کی عام میکانیت ہے جس کا ہم افتراق کے باب میں پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس کی مدد سے ایسا شخص جس کے اخلاق پر نجی زندگی میں حرف گیری نہیں کی جا سکتی، جہاں تک تجارتی معاملات کا تعلق ہے، بالکل ہی علیحدہ اخلاقی ضابطے پر عمل کرتا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ عمل کے دونوں حلقوں کو شدت سے الگ رکھا جاتا ہے۔ اس سے ضابطے اور عمل کے مشہور تخالف کی توجیہ ہوتی ہے، اور ہم نوع انسانی کے اس بڑے حصے کو سمجھ سکتے ہیں جسے اکثر غلطی سے فریبی و مکار سمجھا جاتا ہے۔

جن کی زندگی ان کے مذہب پر ہنستی اور تھوکتی ہے جو قولاً
تجھے مانتے ہیں، مگر فعل میں تیری خلاف ورزی کرتے ہیں۔

۸۱ اسی میکانیت کی بدولت عاشق کو اپنی محبوبہ کے صریحی عیب عیب نہیں معلوم ہوتے۔ وہ ان کو نہیں دیکھتا کیونکہ اس کا ذہن انھیں نہیں دیکھتا خلل انداز واقعات کو وہ اپنے جذبات اور ان رایوں سے ربط قایم نہیں کرنے دیتا جو ان کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے ہم اپنے بچپن کے اعتقادات کو قایم رکھتے ہیں، اور ہمارا تجربہ کیسے ہی مخالف واقعات پیش کرے مگر ہم ان پر جمے رہتے ہیں۔ ان میں باہم کوئی تنازع پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ یقین اور واقعات علحدہ علحدہ مانع منطق خانوں میں رہتے ہیں۔ اور انھیں ساحت شعور میں کبھی ایک دوسرے کے روبرو ہونے کا موقع نہیں دیا جاتا۔

تندرست انسانوں کی زندگی سے مخالف ذہنی اجزا کو اس طرح سے الگ کرلینے کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اگر دیانت داری کے ساتھ تامل کیا جائے تو متعلم کو خود اپنی زندگی سے بہت سی مثالیں مل جائیں گی، اور اگر وہ اس کام کو بہت دشوار پائے تو اسے اپنے گرد و پیش کے لوگوں میں اس میکانیت کا مشاہدہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

لیکن یہاں سے ہمیں غیر معمولی اور مرضی حلقے کی طرف جانا چاہیے، اور اس امر کے دریافت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ مظہر جنون میں یہ اصول کس حد تک ظاہر ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم اسے ان مظاہر میں بہت کام کرتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہ ایسے واقعات کے پورے پورے مجموعوں کو قابل فہم

۸۲ بنا دیتا ہے جنھیں عام طور پر مجنون اور دیوانے ہی سے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ جو مریضہ خود کو ملکہ خیال کرتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی اطمینان کے ساتھ اپنے روزانہ کے کام یعنی شفا خانے کے فرش کے دھونے کو بھی انجام دیتی رہتی ہے، اپنے یقین اور کردار کے اختلاف سے پریشان نہیں ہوتی۔ ان دونوں کے نزاع سے بچنے کی یہ صورت کی گئی ہے کہ ساحت شعور میں انھیں ایک دوسرے کے روبرو ہونے نہیں دیا جاتا۔ اختباط کو مانع منطق خانے میں واقعات کے

پریشان کن اثر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس ذریعے سے وہ گرہیں جو اختباط کی تہ میں ہوتی ہیں، جن کی ماہیت کا مطالعہ ہم اپنی تحقیق کی بعد کی منزل میں کرینگے مخالف اعمال کے ذہن کے بقیہ حصے میں ہوتے ہوئے، خود کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح سے باقی وہ صورتیں جن کو چوتھے باب کے ختم پر بیان کیا گیا تھا، یعنی وہ مریض جو خود کو جارج ثالث کا بیٹا خیال کرتا ہے، اگرچہ اس کے ساتھ ہی اپنی اور اپنے خاندان کی گزشتہ تاریخ سے پوری طرح سے واقف ہے، اور وہ مریض جو خود کو قادر مطلق خیال کرتا ہے، لیکن ذرا سے تمباکو کے لیے التجا کرتا ہے، یہ سب کی سب مانع منطق خانوں کی میکانیت کی مثالیں ہیں۔ ان سب میں مخالف نظام تصورات ذہن میں موجود ہوتے ہیں، لیکن ہر نظام کو الگ نشو و نما کا موقع دے کر نزاع سے گریز کیا جاتا ہے، اور ہر نظام کو ایسے کسی تصور سے بالکل محفوظ رکھا جاتا ہے، جو اس کے منافی ہو۔

یہ تو یاد ہی ہوگا کہ چوتھے باب میں ان واقعات کو افتراق کی مثالوں کی حیثیت سے بیان کیا گیا تھا۔ لہذا اب ہم نے اپنی تحقیق کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیا ہے، اور اس میکانیت کو دریافت کرلیا ہے، جس پر یہ افتراق مبنی ہوتا ہے۔ ذہن کی یکجنسی زایل ہوجاتی ہے، اور یہ کم و بیش الگ تھلگ ذہنی اعمال پر مشتمل ہوتا ہے، جن میں سے ہر ایک اپنی الگ راہ پر جاری رہتا ہے، اور اپنے ساتھیوں کی موجودگی سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ وہ ذہنی اعمال ایک دوسرے کے مخالف و منافی تھے، دونوں کی کشمکش سے بچنے کی یہ صورت نکالی گئی ہے، کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرلیا گیا ہے۔ ذہن اس وجہ سے متفرق ہوگیا ہے، کیونکہ دونوں حریفوں میں مصالحت کی کوئی صورت نہ تھی۔ اور یہ تدبیر کہ ان میں سے ہر ایک اپنے علیحدہ مانع منطق خانے میں رہے، ایک ناگزیر نزاع سے بچنے کی سہل ترین صورت تھی۔ جس نقطۂ نظر تک اب پہنچ چکے ہیں، اس کی رو سے ہم اس کو اصول قرار دے سکتے ہیں، کہ کم از کم بعض صورتوں میں افتراق نزاع کا نتیجہ ہوتا ہے، اور جن طریقوں سے ذہن اس تکلیف دہ جذبی تناؤ اور بطلان عمل کو رفع کرتا ہے، جو نزاع کا لازمی نتیجہ

۸۳

ہوتے ہیں، ان میں سے یہ ایک ہے۔ علاوہ بریں اس مفروضے کی طرف فوراً ہی ذہن منتقل ہو جاتا ہے کہ افتراق کی تمام اشکال جن کا باب ۵ میں ذکر ہوا تھا، یعنی خواب خرامی، دوہری شخصیتیں، حصارات، اوہام، اختباطات ممکن ہے کہ ایسی ہی میکانیت کا نتیجہ ہوں۔ پس افتراق ہمیشہ ذہنی نزاع کی علامت ہوگا۔ اور یہ ذہن کو دو منافی تصوری نظاموں سے سابقہ پڑنے کی صورت میں، مدافعتی ردعمل کا مفہوم حاصل کرلے گا۔ بعد کو ہمیں یہ معلوم ہوگا، کہ مختلف مدارج کے افتراقات کی بڑی تعداد کی اس مفروضے سے توجیہ ہوسکتی ہے اور اس کی تائید میں جو شہادت ہے، وہ بہت ہی یقین آفریں ہے۔ لیکن فی الحال اس امر کی ضرورت ہے، کہ چند قدم لوٹیں اور بعض اصول جنھیں ہم بیان کرچکے ہیں ان میں کچھ اصلاح کریں۔

۸۴

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ تندرست اور مجنون دونوں ذہنوں میں نزاع سے بچنے کا ایک عام طریق یہ ہے، تصورات کے دونوں مخالف نظاموں کو اس طرح سے الگ کردیا جائے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے نشو ونما کو جاری رکھ سکے بغیر اس کے کہ اس پر وہ اختلاف اثر انداز ہو جو اسے دوسرے نظام کے ساتھ ہے۔ اس طریقے کی تشریح میں جو مثالیں استعمال کی گئی تھیں، ان کے سلسلے میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا، کہ اس طرح سے ایک گرہ مانع منطق خانے میں الگ ہو جاتی ہے، جس کے اندر مخالف واقعے یا تصور کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ گرہ اپنے آپ کو نزاع سے اس طرح سے بچاتی ہے کہ کسی ایسے واقعے یا تصور کی اہمیت کو نظر انداز کردیتی ہے، جو اس کے مخالف ہوتا ہے۔ یعنی دونوں کے اتصال سے کلیتہً گریز کیا جاتا ہے۔ یہ بیان کچھ صورتوں میں تو بالکل صحیح ہوتا ہے، لیکن اکثر صورتوں میں حقیقی صورت حال کچھ زیادہ پیچیدہ ہوتی ہے۔ تصورات کے دو مخالف نظاموں میں ربط و اتصال سے پوری طرح سے بچنا شاذ و نادر ہی ممکن ہوتا ہے۔ مخالف نظاموں میں ربط قایم ہوتا ہے مگر ایسے واسطے کے ذریعے سے ہوتا ہے جو اعمال رابط کو اس درجے بگاڑ دیتا ہے کہ مخالف قوتوں کا حقیقی مفہوم چھپ جاتا ہے اور ذہن یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے، کہ کسی قسم تناقض درحقیقت موجود ہے۔ یہ بگاڑنے والا واسطہ تاویل کی میکانیت سے ملتا ہے۔ تاویل کی مثالیں

۸۵

باب ۵ میں بیان کی جا چکی ہیں۔ اس کے ذریعے سے ذہن ان واقعات کو جو گرہ کے منافی ہوتے ہیں، ایسی روشنی میں دیکھتا ہے کہ ان کا محال ہونا کم و بیش مؤثر طور پر چھپ جاتا ہے۔ یہ خیال کہ تصورات کے دو مخالف مجموعے ہوتے ہیں جن میں صرف تاویل کے مسخ کرنے والے واسطے کے ذریعے سے ربط قایم ہونے دیا جاتا ہے بعض امثلہ پر غور کرنے سے اور واضح ہو جائے گا۔ وہ شخص جس کے تجارتی اخلاق اور نجی اخلاق میں اساسی اختلاف ہوتا ہے، خود کو یہ یقین دلاتا ہے کہ آخر الذکر صحیح معنی میں کاروباری تعلقات پر منطبق نہیں ہوتا۔ گاہک سے کسی چیز کی تگنی قیمت طلب کرنا اور چوری کا مرتکب ہونا صراحتًہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ آدمی کو کسی نہ کسی طرح سے زندگی تو بسر کرنی ہی پڑتی ہے، جھوٹ بولنے میں جو بداخلاقی ہے، وہ اس وقت بد اخلاقی نہیں رہتی جب یہ بیوی بچوں کو قوت لایموت مہیا کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی ہمارے اعمال اور اخلاقی اصول میں تصادم ہوتا ہے، تو ہم ایسے سطحی وجوہ تلاش کرتے ہیں جن کی بنا پر افعال زیر بحث کو بالکل ایک خاص صورت قرار دیا جا سکے، اور جن کا عمل میں لانا ان حالات کے تحت بالکل جایز ہو، جن میں ان کو کیا گیا ہے۔ ۸۶ باب ۵ میں ایک دیانت دار آدمی کی مثال بیان کی گئی تھی، وہ ریلوے کمپنی اور گورنمنٹ کو دھوکا دیتا ہے، لیکن اس سے اس کی شخصی ایمانداری کی حس کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ جو عمل اب ہم بیان کر رہے ہیں یہ اس کی عمدہ مثال ہے۔ ان تمام صورتوں میں تصورات کے مخالف نظاموں کو باہم ربط و اتصال کا تو موقع دیا جاتا ہے لیکن صرف تاویل کے واسطے کے ذریعے سے جو ان کے باہمی مفہوم کو اس قدر مسخ کر دیتا ہے کہ نزاع نہیں ہونے پاتا۔ یعنی ذہن کا وہ علٰحدہ خانہ جس میں گرہ اپنے نشو و نما کو جاری رکھتی ہے، "مانع منطق" ہے، مگر "مانع تصور" نہیں۔ مخالف تصورات کو داخل ہونے کا موقع تو دیا جاتا ہے، مگر صرف اس وقت جب ان کا منطقی مفہوم تاویل کے عمل سے مسخ ہو چکتا ہے۔

اب اگر ہم غیر معمولی نفسیات کے حلقے کی طرف پھر لوٹیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تاویل کی میکانیت اس میں بھی اہم کام انجام دیتی ہے۔ انضباط زدہ

مریض تا بہ امکان ان واقعات کو نظر انداز کرتا ہے، جو اس کے یقین کے منافی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ان کا لحاظ کرنے پر مجبور ہوتا ہے، تو وہ ان کی اس طرح سے تاویل کر لیتا ہے کہ ان کا اصل مفہوم قرار واقعی طور پر چھپ جائے۔ اس طرح سے وہ مجنون جسے اس امر کا پورا یقین ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اسس کو مار ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے، ہر شے کے معنی کو اس طرح سے بگاڑ لیتا ہے کہ وہ اس غالب اختباط سے ہمنوا ہو جائے اور غلط منطقی سہارے کا کام دے سکے۔ اگر اس کی بیوی اس کی عافیت کی طرف سے پریشان ہوتی ہے تو اس کے عمل کو ایک پردہ خیال کیا جاتا ہے، جو وہ اپنے حقیقی مقصد پر ڈال رہی ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتی ہے تب تو برے ارادے ظاہر ہی ہوتے ہیں۔ اگر وہ اسے کھانا دیتی ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اسے زہر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر وہ کھانا نہیں دیتی تو بھی یہ بات بالکل ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی کو روک کر اس کی صحت کو برباد کرنا چاہتی ہے۔ اگر ہم اس سے بحث کریں اور اسے بتائیں کہ تمھارا یقین واقعات کے خلاف ہے تو وہ ہماری سادہ لوحی پر حقارت کے ساتھ ہنستا ہے، یا اسے اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ ہم کو بھی اس کی بیوی نے روپے کے ذریعے سے ہموار کر لیا ہے۔

۸۷

منظاہر جنون کی بہت بڑی تعداد کی یہی میکانیت ذمہ دار ہے جنھیں ثانوی اختباطات کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ ثانوی اختباطات غلط یقین ہوتے ہیں جنھیں ذہن مریض کے اصلی اختباط اور حقیقی واقعات کے تخالف کو دور کرنے کے لیے تعمیر کر لیتا ہے۔ مثلاً جو مریض خود کو کروڑپتی سمجھتا ہے وہ صریحاً اس واقعے کی کہ اس کی جیب میں ایک حبہ بھی نہیں ہے، اس یقین کو ترقی دے کر تاویل کر لیتا ہے کہ وہ ایک باقاعدہ سازش کا شکار رہے جو اسے اس کی جائداد سے محروم کرنے کے لیے کی جا رہی ہے۔ اختباطات شوکت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ایذا پہنچنے کے اختباطات ہوتے ہیں۔ مریض خود اس بات کو تو چھپا نہیں سکتا کہ اس کا ماحول بلند مرتبے اور حیثیت کی نسبت اس کے دعاوی کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر وہ اس ناکامی کی توجیہ کر لیتا ہے، اور خود کو

یقین دلاتا ہے، کہ حاسد اور کینہ پرور دشمن اس کا باعث ہے۔ اس طرح سے بہت ہی پیچیدہ اختباطی نظام پیدا ہو سکتے ہیں۔ جیسے ہی مریض کو اس کے اصل یقین کے خلاف شہادت ملتی ہے، اسے اس امر کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ اسے ایذا پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ٨٨



باب (۷)

احتباس

گزشتہ باب میں ہم نے ذہنی نزاع کے عام مسئلے سے بحث کی تھی، اور ان طریقوں میں سے ایک طریقہ بیان کیا تھا، جن کے ذریعے سے ذہن داخلی دباؤ اور اس تکلیف دہ جذبی تناؤ سے بچ سکتا ہے، جو حالت نزاع سے لازمی طور پر پیدا ہوتا ہے۔ اس طریقے کی خصوصیت یہ ہے کہ ذہن میں مانع منطق خانے بن جاتے ہیں، اور اس سے صرف اُن مظاہر ہی کی توجیہ نہیں ہوتی جن کا روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ ہوتا ہے، بلکہ بعض ان ثانوی مظاہر کی بھی توجیہ ہوتی ہے، جو جنون کی حالتوں میں ملتے ہیں۔

لیکن بعض اوقات گریز کا یہ سادہ طریقہ دسترس سے باہر ہوتا ہے، ایسی حالتوں میں ذہن نزاع کی کشاکش اور پریشانی سے بچنے کے لیے اور طریقوں سے کام لیتا ہے۔ ان طریقوں میں سے اکثر تو احتباس کے عام تصور کے تحت آتے ہیں۔ اب اس تصور اور ان مظاہر پر غور کرتے ہیں، جن کی اس سے توجیہ ہوتی ہے۔

ٹھیک وہ حالات جن کے تحت مانع منطق خانے کی تدبیر اختیار نہیں کی جاسکتی، فی الحال پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ لیکن وہ عامل جو اس میں

بڑا اکام انجام دیتے ہیں ان کو مختصراً دو مندرجۂ ذیل مجموعوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اول تو یہ کہ جو گرہیں ایک دوسرے سے برسر جنگ ہوتی ہیں، ممکن ہے کہ وہ ایسی داخلی اہمیت و قوت رکھتی ہوں کہ ان کی کشمکش کو ذہن سے محض اس طرح سے پوشیدہ رکھا جا سکتا ہو کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے الگ راستے پر چلنے دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ ذہن حساس قسم کا ہو، اور اسے اس طرز عمل کا غیر تشفی بخش ہونا فوراً معلوم ہو جائے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ ذہن کو قدرت نے خود پر واضح نکتہ چینی کرنے کی قوت ودیعت کی ہو، اور مانع منطق خانے کی تدبیر سے خود کو آسانی سے گمراہ نہ کر سکتا ہو، اور ان مربجی توجیہات سے خود کو مطمئن نہ کر سکتا ہو جن سے یہ میکانیت کام لیتی ہے۔ ان حالات میں یا تو ذہن کو نزاع کا مقابلہ کرنا ہوگا، یا اسے گریز کے ان پیچیدہ طریقوں سے کام لینا ہوگا، جو اختباس کے تصور میں شامل ہیں۔

مانع منطق خانے کے طریقے میں، مخالف گرہوں میں سے ہر ایک کو ساحت شعور میں جگہ دی جاتی ہے۔ مگر اختباس کی میکانیت میں نزاع سے بچنے کی یہ صورت کی جاتی ہے، کہ ایک حریف کو شعور سے جلا وطن کر دیا جاتا ہے، اور اسے اپنے معمولی اظہار کا کبھی موقع نہیں دیا جاتا۔ اور دوسرے کو ساحت شعور پر کامل قبضے کا موقع دے دیا جاتا ہے۔ گرہ کو اس طرح سے جلا وطن کر دینا کہ یہ پھر شعور میں نہ آسکے، اختباس کی میکانیت کی اصل خصوصیت ہے۔ ایک سادہ مثال پر غور کرنے سے اس کی نوعیت اچھی طرح سے سمجھ میں آ جائے گی۔ فرض کرو کہ ایک شخص نے گزشتہ زمانے میں کوئی ایسا فعل کیا ہے جس سے وہ اب شرمندہ ہے۔ جب بھی اسے اس کا خیال آتا ہے تو اس کو پشیمانی کے تکلیف دہ احساسات ہوتے ہیں۔ اس صورت حال کو اگر اصطلاحاً بیان کریں تو ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ اس فعل کی یاد نے ایک گرہ قایم کر دی ہے جو بہ حیثیت مجموعی کل شخصیت کے لیے قابل نفرت ہے، اس لیے اس گرہ اور شخصیت میں ایک نزاع قایم ہو گیا ہے۔ ان حالات میں ممکن ہے کہ وہ شخص احساسات پشیمانی سے اس طرح پیچھا چھڑانے کی کوشش کرے کہ اس تکلیف دہ یاد کو ذہن سے یکلخت نکال دے،

اور ساحت شعور سے اسے بالکل خارج کر دے۔ سکون قلب حاصل کرنے کے اس طریقے سے کہ ایسے تکلیف دہ واقعات کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے جن کی یاد اندوہ و کلفت کا موجب ہو، ہم سب واقف ہیں۔ زندگی میں فراموشیوں کا بڑا حصہ اختلاط کے انفعالی عمل کا رہین منت نہیں ہوتا جیسا کہ عام طور پر فرض کیا جاتا ہے، بلکہ فعلی احتباس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یعنی تکلیف دہ یاد کو عمداً حلقۂ شعور سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ ۹۲

جس حد تک احتباس کامیاب ہوتا ہے، گرہ باقی ذہن سے جدا ہو جاتی ہے، اور شخصیت سے اس کا ربط باقی نہیں رہتا۔ یہ ساحت شعور سے جلا وطن ہو جاتی ہے۔ اور اس میں خود کو اس معمولی طریقے کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتی جیسے باب۴ میں بیان کیا تھا۔ یعنی گرہ شعور میں براہ راست ان تصورات جذبات اور سلاسل فعلیت کا باعث نہیں ہو سکتی جو اس سے متعلق تھے۔

اگرچہ گرہ کی اس طرح سے ساحت شعور میں نمودار ہونے کی ممانعت ہو جاتی ہے، مگر بعض ایسے وجوہ کی بناء پر جو آگے چل کر واضح ہو جائیں گے، ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ ساحت شعور سے جلا وطن ہونے کے بعد یہ بالکل ناپید نہیں ہو جاتی۔ گرہ معدوم نہیں ہوتی، بلکہ اسے خارج کر دیا جاتا ہے، اور یہ اپنے معمولی وظایف سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہ ذہن کی عمیق تر تہوں باقی رہتی ہے، اگرچہ اسے سطح پر نہیں آنے دیا جاتا، اور احتباسی عمل ہر آن اس کی مخالفت کرتا رہتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ احتباس نزاع کے دور کرنے کے لیے مانع منطق خانے کی نسبت شدید تر طریقہ ہے، اسی لیے ذہن کی یکسانی و وحدت پر اس کا مضر اثر مقابلتہً زیادہ ہوتا ہے۔ پس باوجود اس امر کے کہ احتباس معمولی حد تک تو روزمرہ کی زندگی میں عام واقعہ ہے، ہمیں اس کے زیادہ نمایاں مظاہر کی تلاش غیر طبعی یا جنونیاتی حلقے میں کرنی چاہئے۔ اس لیے اس کے عمل کے سمجھنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم فوراً ان مثالوں کو لیں جہاں احتباس کے اثرات سب سے زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں ان واقعات میں ملیں گی جنھیں ۹۳

باب ۸ میں خواب خرامی اور دو گونہ شخصیت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔
اب جن تصورات پر ہمیں دسترس حاصل ہو چکی ہے ان کی روشنی میں آؤ اپنی مریضہ آئرینی کے واقعے پر غور کریں (ص۶۱)۔ یہ بات تو یاد ہو گی کہ آئرینی کی تکالیف اس کی ماں کی علالت اور موت کے وقت سے شروع ہو ئیں تھیں۔ اس کی موت سے متعلقہ حالات خاص طور پر رنج دہ تھے۔ اور اس حادثے کا آئرینی کے ذہن پر بہت ہی گہرا اثر ہوا تھا۔ اسے اپنی ماں سے بے حد محبت تھی، اور اس کے تمام خیالات امیدوں اور اعمال و افعال میں بس ماں ہی ماں بسی ہوئی تھی۔ پس ماں کے انتقال سے یہی نہیں کہ اسے بے حد رنج ہوا بلکہ وہ تمام امیدیں اور فعلیتیں اپنے اصل مقصد سے محروم ہو گئیں۔ اس صورت حال کی ہم اپنی اصطلاحی زبان میں اس طرح سے ترجمانی کر سکتے ہیں۔ ماں کی بیماری اور موت سے متعلقہ تصورات ایک ایسے نظام یا گرہ کی صورت میں منتقل ہو گئے، جو بے حد تکلیف دہ اور بحیثیت مجموعی شخصیت کے لیے قابل نفرت تھی۔ اس طرح سے شخصیت اور زیر بحث گرہ کے مابین ایک تنازع پیدا ہو گئی جس کے ساتھ اس کا پورا جذبی دباؤ اور تناؤ تھا۔ اس نزاع سے بچنے کے لیے احتباس کی تدبیر سے کام لیا گیا۔ تکلیف دہ گرہ باقی ذہن سے علیحدہ ہو گئی اور اسے اپنے تصورات و جذبات کو ساحت شعور میں داخل کرنے کی اجازت نہ رہی۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آئرینی خواب خرامیوں کے درمیانی وقفوں میں تصورات کے اس پورے نظام کو بھول گئی تھی، جو اس کی ماں کی موت سے متعلق تھے اور اسے علالت یا اس کے افسوسناک انجام کے متعلق کچھ یاد نہ تھا۔ وہ اپنی ماں کے متعلق خاموشی سے باتیں کرتی تھی گویا کہ خود اس کی زندگی میں کوئی خلل ڈالنے والی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ پس یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ احتباس کی میکانیت نے اپنا مقصد پورا کر دیا تھا، یعنی نزاع اور اس کے تکلیف دہ جذبات سے بچا جا چکا تھا، کیونکہ مخالف گرہوں میں سے ایک ساحت شعور سے قطعاً محو ہو چکی تھی۔

یہ تو اوپر بیان ہی کر چکے ہیں کہ جس گرہ کا اس طرح سے احتباس ہوتا ہے وہ مٹ نہیں جاتی، بلکہ ذہن کی عمیق تر تہوں میں باقی رہتی ہے۔ جن وجوہ

سے اس مفروضے کی تائید ہوتی ہے، وہ اس صورت میں جس پر اب ہم بحث کر رہے ہیں بالکل ظاہر ہیں۔ آئرینی نے جس گرہ کو اتنی عمدگی سے دبایا تھا وہ اپنے مسلسل وجود کا اچانک رونما ہونے اور کچھ دیر کے لیے کل ساحت شعور پر قابض ہو جانے سے ثبوت دیتی ہے۔ خواب خرامی کے دوروں میں یہی صورت حال موجود ہوتی ہے۔ ماں کی بیماری سے جو نظام تصورات ربط رکھتا ہے وہ اچانک ظاہر ہو جاتا ہے اور آئرینی ایک بار پھر اس پورے افسوسناک منظر میں سے گزرنے لگتی ہے۔

۹۵ اس بات پر احتیاط کے ساتھ غور کر لینا چاہئے کہ خواب خرامیوں کے عرصے میں بھی اختباس کی میکانیت موثر رہتی ہے۔ وہ گرہ جسے پہلے دبا دیا گیا تھا اب پورے منظر پر حاوی ہوتی ہے۔ مگر یہ پورے منظر ہی پر حاوی ہوتی ہے اور دوسرے تمام تصورات عارضی طور پر باطل ہو جاتے ہیں۔ خواب خرامی کی ترقی کے وقت آئرینی کلیتہً اپنے سلسلۂ خیالات میں منہمک ہوتی ہے اور اسے حقیقی ماحول اور گرد و پیش کے واقعات کی بالکل خبر نہیں ہوتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مخالف گرہوں کے مابین وہ کامل افتراق جو اختباس کی اہم خصوصیت ہے اب بھی موجود ہے، اور وہ مزاحمت جو انھیں الگ رکھتی ہے اب بھی اتنی ہی طاقتور ہے جتنی کہ پہلے تھی۔ وہ گرہ جو پہلے نیچے کی تہوں میں دب گئی تھی اب خود کو آزادی کے ساتھ ظاہر کر سکتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کا حریف جو اس صورت میں بقیہ شخصیت ہے، ساحت شعور سے خارج کر دیا گیا ہے۔

لہذا اختباس کے تصور سے ہم افتراقات شعور کے ایک اور مجموعے کی توجیہ کر سکتے ہیں، جو چوتھے باب میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ خواب خرامیوں کی صورت میں وہ گرہ جو نظام مفترقہ کی تہ میں ہوتی ہے وہ حالت اختباس میں بقیہ ذہن کے ساتھ اپنے معمولی عمل و تعامل سے محروم ہوتی ہے۔ پس یہ خود کو ساحت شعور میں ایسے تصورات و تمثالات کی پیدایش سے ظاہر کر سکتی ہے، جو شعوری چشمے کے بقیہ حصے سے بالکل منقطع ہوتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر وہ تصورات

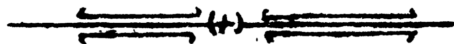
۹۶ جو گرہ کی فعلیت پر مبنی ہوتے ہیں وہ بالکل علیحدہ اور منقطع مجموعے کی صورت

اختیار کر لیتے ہیں۔

باب چہارم میں یہ بتایا جا چکا ہے، کہ جو حالت دوگونہ شخصیت کے نام سے مشہور ہے، اس میں اور خواب خرامی میں صرف شدت کا فرق ہے۔ دونوں صورتوں میں ہمیں تصورات کے ایسے نظاموں سے بحث ہوتی ہے، جو بقیہ ذہن سے بالکل الگ ہو جاتے ہیں۔ لیکن دوگونہ شخصیت میں متفرقہ نظام زیادہ پیچیدہ اور زیادہ مکمل ہوتا ہے، اس لیے جب یہ ساحت شعور پر مسلط ہوتی ہے تو فرد خود کو اپنے ماحول کے مطابق ڈھال سکتا ہے، اور اس سے حقیقی عالم کی وہ مکمل فراموشی ظاہر نہیں ہوتی، جو خواب خرامی کی خصوصیت ہے۔

اس مشابہت کے خیال سے ہم یہ فرض کر سکتے ہیں، کہ جو توجیہ خواب خرامیوں کے متعلق کی جاتی ہے، وہ غالباً دُہری شخصیتوں پر بھی عاید ہوتی ہے اور یہ افتراقات بھی دو مخالف گرہوں کے نزاع پر مبنی ہیں، جس کو عمل احتباس کے ذریعے سے رفع کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی توجیہ کو بے شمار واقعات پر کامیابی کے ساتھ عاید کیا گیا ہے۔ لیکن گنجائش کم ہے، اس لیے ان کا کوئی تشفی بخش بیان اس جگہ پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اوپر یہ بیان ہو چکا ہے، کہ افتراقات کا وہ مجموعہ جو خواب خرامیوں اور دوسرے قریبی تعلق رکھنے والے مظاہر پر مشتمل ہے، اس سے احتباس کی میکانیت کا واضح ترین صورت میں اظہار ہوتا ہے۔ لیکن احتباس فرد کو اور بہت سی صورتوں میں ظاہر کرتا ہے جو اگرچہ اتنے واضح اور شدید نہیں ہیں، جتنا کہ مذکورۂ بالا طریقے ہیں، مگر ان سے روزمرہ کی زندگی کا طالب علم زیادہ واقف ہوگا۔ یہ دوسرے اظہارات ہی اگلے باب کا موضوع بحث ہیں۔

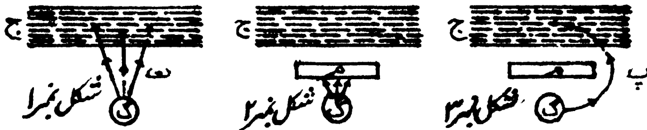


۹۸

باب (۸)

محتبسہ گرہوں کے اظہارات

گزشتہ باب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ جب کسی گرہ کا احتباس کر دیا جاتا ہے تو یہ اپنے معمولی طریق اظہار سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جن تصورات و جذبات پر مشتمل ہوتی ہے، ان کو براہِ راست شعور میں نہیں لا سکتی، اور چشمۂ شعور کو ایسی راہ پر نہیں چلا سکتی جس سے خود اس کی غایتوں کی تشفی ہو جائے۔ ان اثرات کی ایک طرح کی مزاحمت یا "ملامت" (جو اس کا اصطلاحی نام ہے) ہے جو گرہ کے معمولی عمل کی مخالفت کرتی ہے۔ اس تصور کے سمجھنے میں مندرجۂ ذیل شکلوں سے شاید مدد ملے، مگر ان کو محض خاکا سمجھنا چاہیے۔



شکل نمبر ۱ گرہ کے معمولی عمل کو ظاہر کرتی ہے۔ ج چشمۂ شعور کو ظاہر کرتا ہے،

۹۹ یہ ان افکار جذبات اور ارادوں کا تسلسل ہے، جو ہمارے ذہن کی سطح پر ہوتے ہیں۔ ج درحقیقت اس ذہن کے مطابق ہے، جیسا کہ یہ معمولی تامل کو معلوم ہوتا ہے۔ گ گرہ ہے، ت مختلف تصورات وغیرہ کے بمنزلہ ہے، جو گرہ اس طرح سے مہیج ہونے پر جس طرح سے باب ۸ میں بیان کیا گیا ہے، چشمۂ شعور میں داخل کر دیتی ہے۔

شکل نمبر ۲ اس صورت حال کو ظاہر کرتی ہے، جو گرہ کے دبانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اب گرہ کے معمولی عمل کو ایک مزاحمت (م) سے سابقہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ تصورات جو گرہ سے متعلق ہوتے ہیں، چشمۂ شعور میں اس طرح سے براہ راست داخل نہیں ہو سکتے۔ جس طرح سے شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر شکل نمبر ۲ آئرینی کے ذہن کی اس حالت کو ظاہر کرتی ہے، جب اس پر خواب خرامی کا دورہ نہیں ہوتا۔ اس صورت میں گ ماں کی بیماری اور موت سے متعلق گرہ کے بمنزلہ ہے۔ مزاحمت (م) کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ تمام تصورات جو گرہ سے متعلق ہوتے ہیں، چشمۂ شعور سے قطعاً منقطع ہو جائیں گے۔ اور یاد کا وہ خاص حصہ زائل ہو جائے گا، جیسا کہ آئرینی میں عملاً تندرستی کے وقفوں میں تھا۔

گزشتہ باب میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا، کہ اگرچہ محتبسہ گرہ اس طرح سے معمولی طریق اظہار سے محروم ہو جاتی ہے، مگر یہ معدوم نہیں ہوتی۔ اب ہمیں اس پر اتنا اور اضافہ کرنا چاہئے کہ یہی نہیں کہ یہ باقی رہتی ہے، بلکہ یہ

۱۰۰ اپنے آپ کو ظاہر بھی کرتی رہتی ہے، اگرچہ اب اس کا اظہار معمولی اور بلاواسطہ نہیں ہوتا۔ آئرینی کی صورت میں گرہ اپنے آپ کو چشمۂ شعور میں اس طرح سے دخل دے کر ظاہر کرتی تھی، کہ چشمے کا وہ حصہ جس میں یہ ظاہر ہوتی تھی، یعنی خواب خرامی اپنے ماقبل اور مابعد سے قطعاً منقطع ہو جاتا تھا۔ لیکن عموماً طریق اظہار اتنا سخت نہیں ہوتا۔ بلکہ شکل نمبر ۳ کی طرح کا ہوتا ہے۔ دبی ہوئی گرہ شعور کو معمولی براہ راست طریق پر متاثر نہیں کر سکتی۔ مگر یہ کسی نہ کسی طرح سے پیچدار راستے سے متاثر کرنے کی صورت نکال لیتی ہے، جس کو شکل میں پ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس راستے کا اتنا پیچیدہ اور ہٹا ہوا ہونا ضروری ہے کہ

یہ مزاحمت (م) سے بچ جائے۔ مزاحمت جس قدر سخت ہوتی ہے اتنا ہی اظہار کا راستہ چکردار ہوتا ہے۔

شکل نمبر ۳ میں جو خاکا درج ہے اس کے مطابق، جو اصلی واقعات ہوتے ہیں، وہ ایک خاص مثال پر غور کرنے سے واضح ہو جائیں گے۔ ایک شخص گرجا کے گھنٹے کی آواز سے بلا وجہ بے حد چڑ گیا۔ حالانکہ گھنٹے کی آواز میں کوئی خرابی نہ تھی۔ تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ اس شخص میں اور گرجا کے پادری میں شاعری کے سلسلے میں رقابت تھی۔ اب اس مظہر کی جو گرہ ذمہ دار تھی وہ ظاہر ہے، کہ کامیاب رقیب کے خلاف حسد تھا۔ لیکن اس قسم کا حسد ایسا جذبہ ہے، جس کے وجود کو ہم شاذ و نادر ہی تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ خود اپنے دل میں اس کو نہیں مانتے۔ بہ الفاظ دیگر یہ ایسی گرہ ہوتی ہے جسے جہاں تک ہم سے ممکن ہوتا ہے، ہم ہمیشہ دباتے ہیں۔ اس پر ایک مزاحمت عائد کر دی جاتی ہے، جو اسے ساحت شعور میں آنے سے باز رکھتی ہے۔ اس لیے گرہ خود کو چکردار راستے سے ظاہر کرنے پر مجبور ہوتی ہے، جہاں اس کو مزاحمت سے سابقہ نہیں ہوتا۔ موجودہ صورت میں یہ چکردار راستہ اس گرجا کے گھنٹے پر بے جا نکتہ چینی سے ملتا ہے، جس سے مخالف پادری کا تعلق ہے۔ مزاحمت نے اپنا کام تو پورا کر دیا کہ شعور کو غیر مسلمہ گرہ کے راست اظہار سے بچا لیا۔ اس طرح سے وہ نزاع نہ ہونے پائی، جو بصورت دیگر وقوع میں آتی۔ ۱۰۱

اسی قسم کی توجیہ اس واقعے کی نسبت بھی کی جا سکتی ہے، جس کو صفحہ ۷۲ پر بیان کیا گیا تھا۔ اس میں مریض اس بدسلوکی سے بے حد متاثر ہوا تھا جو دو پردیسیوں کے ساتھ کی گئی تھی۔ اس کی گرہ علّی وہ آزردگی تھی، جو اسے اپنے ساتھ اپنے باپ کی بدسلوکی سے ہوئی تھی۔ مگر یہ گرہ اس گہری محبت کے منافی تھی جو وہ اپنے باپ سے رکھتا تھا، اس لیے اسے دبا دیا گیا۔ نیز اس لیے کہ اس کی بنا پر سخت نزاع کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے اس نے مذکورۂ بالا بالواسطہ یا چکردار طریق پر خود کو ظاہر کیا۔ یعنی اس نے اپنے جذبے کو ایک ایسے خارجی واقعے سے متعلق کر دیا، جو حقیقی علت سے صرف سطحی مشابہت رکھتا ۱۰۲

تھا۔ باب ۷ میں بالواسطہ اظہار کی جو اور مثالیں بیان کی گئی ہیں، ان کی بھی اسی طرح سے توجیہ ہو سکتی ہے۔

باب ۷ کے شروع میں ہمیں اس مسئلے سے سابقہ پڑا تھا کہ گرہ ایک صورت میں تو خود کو سادہ اور بلاواسطہ ظاہر کرتی ہے، اور دوسری صورت میں چکردار اور بالواسطہ طریق پر، اس کی کیا وجہ ہے۔ اب ہم اس مسئلے کا جواب دے سکتے ہیں۔ گرہ کا جب اختباس نہیں ہوتا، تو یہ خود کو براہ راست یا بلاواسطہ ظاہر کرتی ہے۔ اس کے برخلاف محتبسہ گرہ چشمۂ شعور کو بالواسطہ یا ہیر پھیر سے متاثر کر سکتی ہے۔ اس کی علامت کی مزاحمت ہوتی ہے۔ اس مزاحمت کی بنا پر اظہار اس قدر بگڑ جاتا ہے، کہ محتبسہ گرہ میں اس کی اصل اس شخص پر ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لیے جب کبھی گرہ کا بالواسطہ اظہار مشاہدے میں آتا ہے، یہ فرض کر لیا جا سکتا ہے کہ ذہن میں تصورات کے منافی و مخالف نظام موجود ہیں۔ اور زیر بحث گرہ کو کسی نہ کسی حد تک مزاحمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ذہنی نزاع کو اختباس کے ذریعے سے رفع کرنا، ذہن انسانی کی سب سے عام تدبیر ہے۔ آیندہ چل کر ہمیں معلوم ہوگا، کہ اس سے صرف انھیں مظاہر کی توجیہ نہیں ہوتی، جو روزمرہ کی زندگی میں اکثر دیکھنے میں آتے ہیں، بلکہ اس کی بدولت ہم بہت سی غیر معمولی ذہنی علامات کو سمجھ سکتے ہیں، جو جنون کی حالتوں میں مشاہدے میں آتی ہیں۔ اس لیے اس میکانیت پر کافی تفصیل کے ساتھ غور کرنا ضروری ہے۔

ص ۹۸ پر جو شکلیں دی گئی ہیں، ان کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوگی کہ محتبسہ گرہ کی موجودگی سے جو مسایل پیدا ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ یا تو یہ خود گرہ کے بالواسطہ اظہار ہوتے ہیں، یا یہ مزاحمت یا "علامت" پر مبنی ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے گرہ خود کو معمولی یا براہ راست طریقے سے ظاہر نہیں کر سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اختباس کی میکانیت سے جو علامات رونما ہوتی ہیں ان میں سے اکثر ان دونوں قسموں میں سے کسی ایک قسم سے متعلق ہوتی ہیں۔ ایک سادہ مثال سے ان مظاہر کی ماہیت بھی ظاہر ہو جائے گی

جن پر اب ہم غور کر رہے ہیں، اور اس ذیلی تقسیم کی نوعیت کا بھی پتا چل جائے گا جو ہم قایم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بعض سن رسیدہ کنواری عورتوں میں گرہ جنسی (اس اصطلاح میں جنس سے متعلق تمام جبلتیں شامل ہیں) کو اپنے اظہار کا معمولی مخرج نہیں ملتا اور یہ آخر کار دب جاتی ہے۔ ان حالات میں محتبسہ گرہ کا عام مظاہر کی دو قسموں میں سے کسی ایک میں اظہار ہو سکتا ہے۔ یا تو وہ مزاحمت جو گرہ کے معمولی اظہار کو روکتی ہے، مبالغہ آمیز بناوٹی شرم و حیا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، یہ ظاہر ہے کہ قابل اعتراض گرہ کو شعور سے پوشیدہ رکھنے کا کام دے جاتی ہے، اور ملامت کا کام بجا لاتی ہے، مگر اس کے باوجود بھی گرہ کسی نہ کسی صورت میں خود کو ظاہر کرتی ہے، مثلاً ولادت شادیوں اور شرمناک واقعات سے غیر معمولی (مرضی) دلچسپی کی صورت میں۔ ۱۰۴

جو مظاہر بالواسطہ اظہار پر مبنی ہوتے ہیں اور جو ملامت سے منسوب کیے جا سکتے ہیں، وہ عموماً ایک ساتھ ہوتے ہیں، اگرچہ کسی صورت میں پہلی قسم زیادہ نمایاں ہوتی ہے، اور کسی صورت میں دوسری۔ لیکن اگر دونوں قسموں کو علٰحدہ علٰحدہ بیان کیا جائے تو اس سے سمجھنے میں آسانی ہو گی اور ہمارے خیال میں دوسری قسم سے ابتدا کرنا زیادہ مناسب ہے۔

جو علامات ملامت سے منسوب کی جا سکتی ہیں، ان کی اصل خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ مزاحمت کے عمل کو تقویت پہنچاتی ہیں، اور قابل اعتراض گرہ کے فعلی احتباس میں مدد کرتی ہیں۔ صـ ۹۸ پر جو شکلیں درج ہیں، ان سے کام لے کر ہم ان علامات کو ایسے وزن قرار دے سکتے ہیں، جن کا احتباسی عمل پر جس کو م سے ظاہر کیا گیا ہے، اضافہ ہوتا ہے۔ یہ وزن گرہ کے ساحت شعور میں آنے کو اور بھی روکتے ہیں۔ زیادہ تر یہ اس قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ بناوٹی شرم و حیا کی مذکورۂ بالا مثال میں بیان کیے گئے ہیں، یعنی ذہن کی بالائی تہوں میں گرہ زیر بحث کے مخالف وصف کا مبالغہ آمیز اظہار۔ اس کی ایک معروف مثال یہ ہے کہ معاشری شرم و حجاب کو پر شور ذلیل جول کے ذریعے سے چھپایا جاتا ہے۔ حلقہ جنون میں اسی قسم کی ایک میکانیت سے بعض ان دیوانگی ۱۰۵

کی حالتوں کی توجیہ ہوتی ہے جن کو باب ۳ میں بیان کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ڈیو این نے ایک مریضہ کا حال لکھا ہے۔ اس کے سرطان ہو گیا تھا، جو لاعلاج ہو چکا تھا۔ شروع میں اس پر بے حد حزن و ملال طاری تھا، اور وہ اپنے شوہر اور بچوں کے مستقبل کی نسبت طرح طرح کے خیالات پریشان میں مبتلا تھی لیکن بعد میں ہیجان کی علامات ظاہر ہوئیں، اور آخر کار اس پر جنون کی ایک خاص حالت طاری ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اسے پاگل خانے لے جانا ضروری ہو گیا، پھر وہ غیر معمولی طور پر بشاش ہو گئی۔ وہ برابر چلتی پھرتی رہتی تھی، گیت گاتی تھی اور بظاہر بے حد خوش معلوم ہوتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں اب بالکل اچھی ہوں، اور میرا مرض بالکل اچھا ہو گیا ہے۔ اس مرض کی نفسیاتی توجیہ بالکل ظاہر ہے۔ مایوس کن حقائق اور مریضہ کے عزیز ترین ارمانوں اور خواہشوں کے المناک نزاع کا حل عمل احتباس سے ہوا تھا۔ واقعات کو شعور سے خارج کر دیا گیا۔ اور شعور میں غیر معمولی خوشی اور بشاشی سے، جو حالت جنون کی علامت تھی، اس مزاحمت کو تقویت پہنچی جو ان کے داخلے پر عاید کی گئی تھی۔ غالباً اسی قسم کی میکانیت سے اس حالت کی توجیہ ہوتی ہے جو طمانیت سلّی کے نام سے مشہور ہے، یعنی وہ حیرت انگیز بشاشی اور رجائیت جو دق کے مریض میں مرض کی آخری منزلوں میں دیکھنے میں آتی ہے۔ ۱۰۶

ملامت کا ایک معروف مظہر یہ ہے کہ انتہائی غم کو چہرے پر خوشی کے آثار پیدا کر کے چھپایا جاتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ بے حد خوش مزاق اور ہنس مکھ ہوتے ہیں، ان کے مذاقوں کی تہ میں کوئی غم چھپا ہوا ہوتا ہے ظرافت اس میں شک نہیں کہ زندگی کی بڑی پناہوں میں سے ہے، اور جو شخص حساس ہوتا ہے مگر اس میں ظرافت نہیں ہوتی، اسے تجربے کی تلخی سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ ظرافت کی مدد سے ناگوار و تکلیف دہ تجربے کو حقیقی مفہوم سے جدا کر کے محض مذاق خیال کیا جا سکتا ہے، اور اس طرح سے ہم بہت سے تکلیف دہ نزاعوں کے کرب سے بچ سکتے ہیں۔ غیر طبعی نفسیات میں اس اصول کی بہترین مثال شاید شرابی کی ظرافت میں ملتی ہے، جو شاید عادتی

شرابیوں کی خاص علامت ہے۔ عادتی شرابیوں میں ایک قسم کی سطحی ظرافت ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ کسی بات کو حتیٰ کہ زندگی کے شدید ترین واقعات کو سنجیدہ خیال نہیں کر سکتے۔ معصیت افلاس تباہ حالی بیوی بچوں کی پریشانی غرض کہ تمام باتوں کو شراب کا رسیا ہنسی مذاق میں ٹال دیتا ہے' اور انھیں اپنے مبالغہ آمیز اطمینان و دلجمعی میں خلل انداز نہیں ہونے دیتا۔ اس طرح سے وہ ایک سطحی سکون قلب حاصل کر لیتا ہے' اور پشیمانی سے بچ جاتا ہے' جو سب سے زیادہ تکلیف دہ نزاع کا باعث ہوتی ہے۔

۱۰۷ بعض اوقات تکلیف دہ گرہ کو شعور میں اس کے مخالف صفت کی مبالغہ آمیز کیفیت کو پیدا کر کے دبا دیا جاتا ہے اس سے بھی بعض احتصارات کی اصل کے سمجھنے میں ہمیں مدد ملے گی۔ مندرجۂ ذیل مثال سے اس کی ایک حد تک تشریح ہو جائے گی۔ ایک شخص کو لڑکپن میں چھوٹی چھوٹی رقمیں چرانے کی عادت تھی۔ بعد کو اس نے مبالغہ آمیز دیانت کی شکل اختیار کر لی۔ وہ معمولی سے زاید کرائے کے ادا کرنے میں بے حساب وقت اور زحمت برداشت کرتا تھا' اور کسی کا ذرا سا قرض بھی اس کے لیے مسلسل پریشانی اور ملامت نفس کا باعث ہو جاتا تھا۔ اس غیر معمولی دیانت کی وجہ ظاہر ہے کہ وہی میکانیت ہے جس پر ہم اب غور کر رہے ہیں۔ ابتدائی کمزوریوں کی یاد ایک تکلیف دہ گرہ بن گئی جو اس شخص کے بالغ شعور کے لیے شدید نفرت کا موجب تھی۔ اس لیے اس نے اس کے مخالف وصف کو مبالغہ آمیز صورت میں اختیار کر کے اسے اپنے ذہن سے جلا وطن کرنے اور اس کی موجودگی کے چھپانے کی کوشش کی۔ یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ باب۳ میں شعور کے کسی خاص عنصر کو ضرورت سے زیادہ وزن دینے کو احتصار کی خاص علامت قرار دیا گیا تھا۔ بلکہ یہی اس کی تعریف بھی ہے۔ بعض صورتوں میں یہ احتصارات اس قدر دیرپا اور نمایاں ہوتے ہیں' کہ ان سے فرد کا کل ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے' اور اس کا کردار قطعی طور پر مجنونانہ بن جاتا ہے۔ اس کی ایک عام مثال ہاتھ دھونے کا خبط ہے' اس میں دن کے ہر لمحے میں ہاتھ دھونے کی شدید خواہش ہوتی ہے' اور میل کچیل اور گندگی کا بے حد خوف رہتا ہے۔ یہ اکثر ان اشخاص میں پایا

۱۰۸

جاتا ہے، جنھیں کوئی ایسی عادت ہوتی ہے، جو اخلاقی اعتبار سے قابل اعتراض ہوتی ہے، جو مریض کے ذہن میں ہر آن پشیمانی و ندامت کا باعث ہوتی رہتی ہے۔ شخصیت گرہ پر ردعمل کرتی ہے اور اسے اخلاقی اعتبار سے ناپاک سمجھتی ہے، اسی لیے مبالغہ آمیز صفائی کو اختیار کرلیتی ہے جو اس کی علامت ہے۔

اب تک جن مثالوں پر غور رہا ہے ان میں سے بیشتر میں علامت نے خود کو شعور کے اندر اس گرہ کے مخالف وصف کو نشوونما دیا ہے، جس سے یہ متعلق ہوتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ علامت کی بنا پر جو وصف پیدا ہو، وہ ہمیشہ مخالف ہی ہو۔ اگر یہ گرہ کو چھپا سکتا ہے، تو یہ اپنا احتیاسی فرض بخوبی پورا کر دیتا ہے، جس کے لیے یہ عالم وجود میں آتا ہے۔ زندگی کے لاینحل نزاعوں سے عہدہ برآ ہونے کا ایک عام طریقہ کلبیت ہے، اس کے ذریعے سے انسان اپنے آپ کو یہ یقین دلاتا ہے کہ گرہ یا وہ قوتیں جو اس کے مخالف ہیں، بے وقعت اور غیر حقیقی ہیں۔ ایلکوہل افیون اور دوسری نشہ آور چیزوں سے جو مصنوعی انبساط پیدا ہو جاتا ہے، وہ بھی اسی قسم کا مقصد پورا کرتا ہے۔ ان منشیات کے استعمال کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے، نزاع دب جائیں۔ مسئلہ ایلکوہل کے حل کرنے کی کوشش کرتے وقت اس بنیادی واقعے کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ "شرابخواری کو خواہ گناہ یا برائی خیال کیا جائے، یا بیماری شمار کیا جائے، یہ دراصل ایک نفسیاتی ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے۔ انسان کو جس چیز کا خواہش کرنا سکھایا گیا ہے اور جو کچھ اسے مل سکتا ہے، اس کے اندر ایک افسوسناک نزاع ہوتی ہے، اور ایلکوہل اور دوسری منشیات کے استعمال سے انسان کو ایک منحوس مگر موثر صلح کرانے والا مل گیا ہے، اس کے ذریعے سے وہ حقیقت کے قید خانے سے نکل کر عہد زرین کو لوٹ سکتا ہے، اگرچہ یہ کتنی ہی مختصر مدت کے لیے کیوں نہ ہو"[1]

۱۰۹

[1] ڈبلیو ٹراٹر Instincts of the Herd in Peace and War. طبع لندن ۱۹۱۶ء

شعور کسی ناگوار گرہ کی جو مزاحمت کرتا ہے، اس کا اظہار اس طرح سے بھی ہوتا کہ کسی انتہائی مصروفیت کو اختیار کر لیا جاتا ہے، اور غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ مصروفیت پورے ساحت شعور پر چھا جائے، اور محتبسہ گرہ کو ظاہر ہونے کا موقع نہ ملے۔ اس کی مثال میں ایسے ناکام آدمی کو پیش کیا جا سکتا ہے، جو خود کو محنت طلب کھیل یا پیشے میں منہمک کر دیتا ہے، تاکہ ذہن اپنے آلام کے خیال کو بھگا دے۔ اسی میکانیت کی ایک معمولی مثال روزمرہ کی معاشری زندگی میں اس وقت ملتی ہے، جب کوئی ایسا موضوع جو حاضرین میں سے کسی ایک کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ بلا ارادہ عام گفتگو میں داخل ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں وہ شخص اپنی پریشانی کے چھپانے کے لیے جلدی جلدی کسی اور شے کے متعلق باتیں کرتا ہے۔ اس منظہر کو گفتگو کے دباؤ کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ ۱۱۰ جنون میں بھی ٹھیک اسی قسم کا ایک ردعمل ملتا ہے، اگرچہ اس کی شدت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ باتوں میں ٹال دینے کی علامت اکثر ایسی صورتوں میں دیکھنے میں آتی ہے، جب مریض میں کوئی ایسی گرہ ہوتی ہے، جس کے چھپانے کی وہ کوشش کرتا ہے۔ مریض ہمارے سوالات کا جواب نہیں دیتا، بلکہ بالکل ہی غیر متعلق باتیں کرتا ہے، جو اکثر بہت ہی بے تکی ہوتی ہیں، اور اس کی گفتگو کو بے معنی و غیر مربوط بنا دیتی ہیں۔ مثلاً ایک مریض نے جس کی زندگی میں ایک خاتون جس کا نام گرین تھا، بہت نمایاں حیثیت رکھتی تھی، اس سوال کا کیا تم کسی مس گرین سے واقف ہو یہ جواب دیا، گرین یعنی سبز یعنی نیلا، کیا تم یہ کہوگے کہ پانی نیلا ہوتا ہے؟ کبھی کبھی مریض سوال کا لفظوں یا ہجوں میں تجزیہ کر دیتا ہے، اور ہر ایک کے لیے غیر متعلق ائتلافات کا سلسلہ مہیا کر کے بہ حیثیت مجموعی کل سوال کے راست جواب سے گریز کرتا ہے۔ اکثر یہ ثابت کیا جا سکتا ہے، کہ مریض کی گفتگو عام طور سے تو ٹھیک ہوتی ہے، مگر جب اس سے کوئی ایسا سوال کیا جاتا ہے، جس سے چھپی ہوئی گرہ تہیج ہوتی ہے، اس وقت اس میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے جوابات سے وہ خاص بے ربطی ظاہر ہوتی ہے، جسے اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ردعمل کی

اس صورت کی توجیہ یہ ہے کہ بے ربط جوابوں سے احتباس باقی رہتا ہے، اور تہیج اپنا معمولی اثر نہیں کر سکتا، یعنی شعور میں وہ تصورات ظاہر نہیں ہو سکتے جو اس گرہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ ۱۱۱

گونگے پن کی علامت اگرچہ بظاہر اس تیز کلامی اور پر گفتاری کے بالکل عکس ہے، مگر اکثر اس سے بھی ٹھیک وہی کام لیا جاتا ہے۔ مریض بالکل خاموش رہتا ہے، اور ہمارے سوالات کا قطعاً کوئی جواب نہیں دیتا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس مظہر کو عادت ہی بنا لیا جاتا ہے۔ یعنی مہینوں مریض کی زبان سے ایک لفظ نہیں نکلتا۔

احتباسی گرہ کے موجود ہونے کے جو مظاہر ہوتے ہیں، اب ہم ان کی دوسری قسم کو لیتے ہیں، یعنی وہ مظاہر جو خود گرہ کے بالواسطہ اظہار پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کی اس باب کے ابتدائی حصے میں بہت سی مثالیں دی جا چکی ہیں۔ لیکن اب ہم ان مثالوں پر غور کرتے ہیں، جن میں یہ کیفیت زیادہ نمایاں ہوتی ہے، اور جہاں اس کے اظہارات قطعی طور پر مجنونانہ ہوتے ہیں۔

یہاں پر بعض جبری اعمال کا ذکر کیا جاتا ہے، جو اختصارات کی قسم سے متعلق ہیں۔ ان کی ایک نہایت ہی عمدہ مثال صفحہ ۴۳ پر بیان کی گئی تھی یاد ہوگا کہ ایک مریضہ اپنے آپ کو ہر نوٹ کے نمبروں کو بغور دیکھنے پر مجبور پاتی تھی جو اس کے ہاتھوں تک پہنچتا تھا۔ اس مریضہ کی تاریخ زندگی کی تفصیلات کے معلوم ہونے کے بعد جن کا انکشاف نفسیاتی تحلیل کے ذریعے سے ہوا تھا، اس مجبوری کی اصل وجہ ظاہر ہو جائے گی۔ یہ خاتون کچھ عرصہ پہلے ایک شخص پر عاشق ہو گئی تھی جس سے اس کی ایک دیہاتی ہوٹل میں ملاقات ہوئی تھی۔ ایک روز اس نے اس شخص سے ایک نوٹ کی ریزگاری دینے کی فرمایش کی۔ اس شخص نے ریزگاری دے کر نوٹ کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہا کہ یہ مدت العمر میرا حرز جاں رہے گا۔ اس واقعے سے خاتون کو یہ توقع ہو گئی کہ وہ بھی اس پر عاشق ہے۔ اور اسے یہ معلوم ۱۱۲

کرنے کی آرزو تھی کہ آیا وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ اس لیے جب کوئی نوٹ اس کے پاس آتا تھا، تو اسے ہوٹل کا واقعہ یاد آجاتا تھا، اور وہ جذبات اور خواہشیں تازہ ہو جاتی تھیں جو اس سے متعلق تھیں۔ وہ شخص معاملے کو آگے بڑھائے بغیر رخصت ہو گیا، اور آخر کار اس خاتون کو احساس ہوا کہ اس کی امید پوری نہیں ہو سکتی۔ اس طرح سے جو نزاع پیدا ہوئی اس کو دبا یا گیا۔ اس خاتون نے اس تکلیف دہ باب کو اپنی کتاب زندگی سے خارج کرنے اور اس سے متعلقہ خواہشوں کے بھلانے کی کوشش کی۔ اختباس کامیاب ہوا، اور گرہ کو معمولی راستے سے شعور میں ظاہر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔ لیکن روپے کے ساتھ اس کی شدید دلچسپی باقی رہی، جس کے ذریعے سے گرہ کو بالواسطہ اظہار کا موقع مل گیا اور اس بالواسطہ اظہار نے نوٹ کے نمبروں کے ساتھ غیر معمولی دلچسپی کی صورت اختیار کر لی، جو اس مریضہ کی غالب علامت تھی۔ ۱۱۲

بالواسطہ اظہار کی ان تمام مثالوں میں جن پر اب تک غور کیا گیا ہے، یہ بات بالکل ظاہر ہے، کہ عمل کی اصل خصوصیت یہ ہوتی ہے، کہ گرہ اپنے کو اس طرح ہیر پھیر کر ظاہر کرتی ہے، کہ یہ اس مزاحمت سے بچ جاتی ہے جو ملامت کی طرف سے ہوتی ہے۔ یعنی طریق اظہار اس قدر پیچیدہ اور بالواسطہ ہونا چاہیے کہ جو تصورات شعور میں ظاہر ہوں، ان کی اصل خود اس شخص سے بھی چھپی رہے جس کے شعور میں یہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ یعنی گرہ محتبسہ صرف اس حالت میں شعور پر اثر انداز ہو سکتی ہے، جب اثر کم و بیش حد تک مسخ ہو چکا ہو۔

جن مختلف طریقوں سے اثر کی ہئیت کو مسخ کیا جاتا ہے، وہ بہت ہیں، اور ان کے اندر اس اساسی جزو کے علاوہ اور کوئی بات مشترک نہیں ہوتی کہ یہ شعور سے ان تصورات کی حقیقی اصل کے چھپانے کا کام دیتے ہیں، جو اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم ان میں سے اکثر طریقوں سے واقف ہو چکے ہیں۔ باقی اقسام کی تفصیلات کے لیے اس باب کا بقیہ حصہ اور پورا آیندہ باب وقف ہے۔ بالواسطہ اظہار کی میکانیت بلا شبہہ بہت ہی اہم ہے۔ اس میں

ذرا شبہہ نہیں ہے کہ علامات جنون میں سے اکثر کی توجیہ اس کے عمل سے ہو سکتی ہے اور ان کو اس کی امثلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور بظاہر بے معنی اور نا قابل فہم ہونا، جو ان علامات میں سے اکثر کی خصوصیت ہے، اس کا حل اسی عمل کے اندر ملتا ہے۔ اس عام دعوے کے معنی تحقیق کی بعد کی نوبت پر زیادہ واضح ہو جائیں گے۔ اس کی زیادہ تفصیلی بحث کو اس وقت تک ملتوی رکھنا مناسب ہے، جب تک ہمارے پاس اور مواد جمع نہ ہو جائے۔

114

یہ تو کہہ ہی چکے ہیں کہ دبی ہوئی گرہ کے ظاہر کرنے کے لیے اس کی صورت کا مسخ کر دینا لازمی ہے، مسخ کر دینے کا ایک نہایت ہی اہم طریقہ علامات سے کام لینے کا ہے۔ مثلاً سن رسیدہ غیر شادی شدہ عورتوں میں جبلت مادری بگڑی ہوئی صورت میں کتوں یا بلیوں کی غیر معمولی محبت کی شکل میں ظاہر ہو سکتی ہے ظاہر ہے کہ علامات کے استعمال کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فرد کے شعور سے حقیقی علیٰ تصورات کو مخفی رکھا جائے۔ روز مرہ کی زندگی میں اپنی اہمیت کے احساسات، جن کے اظہار کی معاشری کردار کی روایات کی رو سے ممانعت ہے، خود کو اکثر علامات کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چال ڈھال کی بناوٹ لباس کے تکلفات، گفتگو میں اظہار علمیت بڑے اور ثقیل الفاظ کا استعمال، تحریر میں طرح طرح کی آرائشیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ جنون میں علامات بہت اہم کام کرتی ہیں۔ جن مثالوں پر ہم نے ابھی غور کیا ہے مثلاً پر شکوہ اور نئے نئے الفاظ کا استعمال اور دوسرے مضحکہ خیز تصنعات و تکلفات یہ مبالغہ آمیز صورت میں نوجوان مجانین میں اکثر ملتے ہیں۔

115

علامات کی میکانیت سے ان عجیب و غریب مظاہر میں سے اکثر کی توجیہ ہوتی ہے، جو مقررہ اعمال کے نام سے مشہور ہیں، جن میں سے بعض کی مثالیں باب ۲ میں بیان کی جا چکی ہیں۔ فی الحال مقررہ اعمال کی مثالوں میں سے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ یہ مثال ڈاکٹر بینگ سے ماخوذ ہے۔

ایک بوڑھی مریضہ ہسپتال میں کئی برس تک رہی۔ وہ اپنی کل زندگی ایک مقررہ عمل کے انجام دینے میں صرف کرتی تھی۔ اسے کبھی کوئی بات کرتے نہیں سنا گیا۔ اور نہ اس نے اپنے گرد و پیش کے امور سے کبھی خفیف ترین دلچسپی کا اظہار کیا۔ تمام دن وہ اکڑوں بیٹھی رہتی تھی اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح سے حرکت دیتی رہتی تھی جس طرح موچی جوتا سیتے وقت کرتا ہے۔ جاگتے وقت وہ یہی حرکت کرتی رہتی تھی۔ سال کی ابتدا سے لے کر ختم تک یہ حرکت کامل باقاعدگی کے ساتھ جاری رہتی تھی۔ جب اس کی سوانح حیات کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جوانی میں اس کی کسی شخص سے نسبت ہوئی تھی، اور یہ نسبت اچانک ٹوٹ گئی تھی۔ اس حادثے سے اس کو سخت جذبی صدمہ پہنچا۔ اور بہت جلد وہ مجنون ہو گئی، اور یہ حالت باقی تمام عمر تک رہی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا دغاباز عاشق موچی تھا۔

ان واقعات سے مسلح ہو کر ہم آسانی کے ساتھ ان نفسیاتی اعمال کو مرتب کر سکتے ہیں جو اس مریضہ کی علامات کا باعث تھے۔ نسبت کے اچانک منقطع ہو جانے سے شدید نزاع و قورع میں آئی۔ اس کے حل کی عمل احتباس کے ذریعے سے صورت نکالی گئی۔ مریضہ کے ذہن میں جن محبتوں اور خواہشوں نے اس قدر اہم کام انجام دیا تھا، انھیں ان کے عالم حقایق سے منافی ہونے کی بنا پر دبایا گیا، اور ان کو صرف بالواسطہ اور مسنح شدہ صورت میں اظہار کا موقع ملا۔ یہ بالواسطہ اظہار مقررہ عمل کے ذریعے سے مہیا ہو گیا، جو مریضہ کے لیے تصورات و جذبات کے اس پورے نظام کی علامت بن گیا جو اس کے بے وفا عاشق سے متعلق تھے۔ حقیقی عالم سے کلی انقطاع، ماحول پر کسی قسم کے ردعمل سے قاصر رہنا، اور باقی دوسری علامات جو اس مریضہ میں موجود تھیں، ہماری تحقیق کی آیندہ منزل پر چل کر اچھی طرح سے سمجھ میں آئیں گی اور ان پر آگے چل کر ایک باب میں تفصیلی بحث ہو گی (صـ۱۵۷)۔

محتبسہ گرہ جن طریقوں سے خود کو بالواسطہ ظاہر کرتی ہے، ان میں سے ایک طریقہ جس سے اکثر کام لیا جاتا ہے، اظلال کی میکانیت کے

نام سے مشہور ہے۔ یہ طریقہ اس قدر اہم ہے اور اس قدر گوناگوں اشکال میں ظاہر ہوتا ہے، کہ اس کا تفصیلی مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگلا پورا باب اسی کی بحث پر صرف ہوگا۔



باب (۹)

اظلال

گزشتہ باب میں ان مظاہر کی جو گرہ کے احتباس سے پیدا ہوتے ہیں، دو قسمیں کی گئی تھیں۔ ایک تو وہ مظاہر جو خود گرہ کے بالواسطہ اظہار کی بنا پر ہوتے ہیں، دوسرے وہ مظاہر جو مزاحمت یا ملامت کی موجودگی کی بنا پر ہوتے ہیں، جو گرہ کے معمولی اور راست اثر کو روکتی ہے۔ اب تک جن مثالوں پر غور کیا گیا ہے، ان میں بلا کسی دشواری کے علامات کو ان قسموں میں سے کسی ایک سے منسوب کیا جا سکتا تھا۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا امتیاز بڑی حد تک مصنوعی ہوتا ہے، اور یہ کہ ہر علامت کی پیدائش میں، بالواسطہ اظہار اور مزاحمت دونوں عامل حصہ لیتے ہیں۔ بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ علامت کو دونوں عاملوں کا ایک بین بین نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ گرہ خود کے ظاہر کرنے کے لیے کشمکش کرتی ہے۔ اور مزاحمت اس کو ظاہر ہونے سے روکتی ہے ان دو مخالف قوتوں میں بطور ثالث یا درمیانی صورت کے علامت رونما ہوتی ہے۔ لیکن گذشتہ باب میں جو مثالیں درج کی گئی تھیں، ان میں سے ہر ایک میں ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ہر دو اجزائے

ترکیبی میں سے ایک جزو مصالحت میں غالب حصہ لیتا تھا۔ اسی وجہ سے علامت کو اس قسم سے منسوب کر سکتے تھے، جس کا حصہ غالب ہوتا تھا۔ ۱۱۸

علامات کے جس مجموعے کی جانب ہمیں اب توجہ کرنی ہے، وہ اظلال کی میکانیت کی بنا پر ہوتے ہیں، اور ان کے اندر ایک جزو کا یہ غلبہ اس قدر نمایاں نہیں ہوتا۔ اور جو مظاہر اس سے متعلق ہوتے ہیں ان کو ایسی مصالحت کی مثالیں قرار دیا جا سکتا ہے جن میں دونوں مخالف قوتوں کا حصہ تقریباً مساوی ہوتا ہے۔

اظلال کی تعریف اس طرح سے کی جا سکتی ہے کہ یہ ذہن کا ایک خاص ردعمل ہے، جو گرہ محتبسہ کی موجودگی کی بنا پر ہوتا ہے، اور اس میں شخصیت گرہ یا اس کے اثر کو اپنے سے متعلق نہیں سمجھتی بلکہ کسی دوسرے حقیقی یا خیالی شخص کے عمل کا نتیجہ خیال کرتی ہے۔ اس تعریف کے معنی چند سادہ مثالوں پر غور کرنے سے واضح ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ جن میں خود کوئی ایسا عیب یا قصور ہوتا ہے، جس سے انھیں شرم آتی ہے، ان کے متعلق یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ دوسروں میں جب وہ یہی عیب یا نقص دیکھتے ہیں، تو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ مثلاً نو دولت جس کے دل میں خود اپنی معاشری کمزوری کا احساس چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اپنے گرد و پیش کے سفلوں اور آفاقیوں کا بہت تذکرہ کرتا ہے۔ غبی اور کند ذہن شخص ایک ہی چیز کو ناقابل برداشت پاتا ہے اور وہ دوسروں میں صفائی کے ساتھ سوچنے کی کمی ہے۔ عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے، کہ جب کبھی کسی شخص میں کسی بات کے خلاف شدید تعصب یا نفرت دکھائی دے، تو یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ خود اس شخص میں وہی، یا اس سے بہت ہی مشابہ کمزوری پائی جاتی ہے۔ اس میکانیت کی ایک نہایت ہی عمدہ مثال ہیملیٹ میں ملتی ہے۔ اس میں بنی ہوئی ملکہ عقد ثانی کے امکان پر شدید نفرت کا اظہار کرتی ہے، حالانکہ اس کی خواہش خود اس کے دل میں چھپی ہوئی ہے۔ ۱۱۹

جو مثالیں عقد ثانی کی موید ہیں، وہ سب کی سب جلب منفعت

پر مبنی ہیں، اور ان میں سے کوئی مثال بھی محبت پر
مبنی نہیں ہے، زمین مجھے غذا اور آسمان روشنی نہ پہنچائے دن اور
رات مجھے تفریح اور آرام سے محروم کر دیں میرا اعتماد اور میری
امید یاس سے بدل جائے قید خانے میں میرا راہبہ کا سا حال ہو
اور ہر وہ شے جو خوشی کی مخالف ہوتی ہے، اس شے کو لاحق
ہو جائے جسے میں اچھی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں، اور اس کو
برباد کر ڈالے۔

اور میری کشمکش حیات کو اسی وقت ختم کر دے۔
اگر ایک بار بیوہ ہونے کے بعد میں پھر کسی کی بیوی
بنوں۔

نفسیاتی میکانیت سے شیکسپیر کی واقفیت کا ثبوت حقیقی ملکہ کے اس
فقرے سے ملتا ہے۔

"میرے خیال میں یہ خاتون ضرورت سے زیادہ انکار کر رہی ہے"۔
ان صورتوں میں جو نفسیاتی اعمال مشاہدے میں آتے ہیں انھیں ہم
اس طرح سے بیان کر سکتے ہیں۔ نفس ایک گرہ بن جاتا ہے، جس سے بہ حیثیت
مجموعی کل شخصیت نفرت کرتی ہے۔ لہذا قدرتی بات ہے کہ اس کی موجودگی
نزاع کی اس خاص صورت کا موجب ہو گئی جو ملامت نفس کے نام سے
مشہور ہے۔ لیکن شخصیت اس نزاع سے بچنے کی یہ صورت نکال لیتی ہے کہ ۱۲۰
وہ اس گرہ کا کسی اور شخص پر اظلال کر لیتی ہے، جہاں اس پر کافی ملامت
کی جا سکتی ہے، بغیر اس تکلیف دہ جذبے کے جو کمزوریوں اور نقائص کے
خود اپنی ذات میں دریافت کر لینے کے ساتھ لازماً ہوتا ہے۔ یعنی شخصیت نفرت انگیز
گرہ پر اس طرح سے ردعمل کرتی ہے، کہ انھیں امور کو دوسروں میں پا کر
شدت کے ساتھ ملامت کرتی ہے۔ اور اس طرح سے اس کے ڈھانچے کو خود
اپنے اندر چھپاتی ہے۔ خود کو ملامت کرنے کے تکلیف دہ تجربے کے، بجائے
دوسرے کو ملامت کرنے کا آسان طریقہ اختیار کر لیا جاتا ہے۔ لہذا اظلال کا

حیاتیاتی مقصد بھی وہی ہے جو احتباس کی اور تمام اقسام کا ہے، یعنی نزاع سے گریز اور سطحی سکون قلب کا حصول۔

جنون کے حلقے میں اظلال کی میکانیت اہم کام انجام دیتی ہے، اور بہت سی علامتوں کو اس کے عمل سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ شرابخواری نزاع کی کشمکش سے بچنے کے لیے نوع انسان کا بہت بڑا ملجی ہے، اس میں اس کی بہت سی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ پرانے شرابخوار کو اپنی بیوی اور دوسرے اعزا کی نسبت اکثر اختباط ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میرے مریضوں میں سے ایک نے اپنی بیوی کے متعلق مجھ سے سخت شکوہ کیا۔ اور کہا کہ وہ بدچلن شرابی اور فضول خرچ ہے اور گھر کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔ مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ تمام خیالات خالص اختباطی تھے اور حقیقت میں ان کی کوئی بنیاد نہ تھی۔ ۱۲۱ خود مریض حقیقی مجرم تھا، اور ہر بات جو اس نے اپنی بیوی کے متعلق کہی خود اس کے متعلق صحیح تھی نہ کہ اس کی بیوی کے متعلق۔ اس کے اختباطات کی نفسیاتی توجیہ اظلال کی میکانیت سے ہو سکتی ہے۔ اس کی مدد سے مریض کی شخصیت قابل اعتراض گرہ اپنے سے بالکل الگ سمجھنے لگی، اور یہ خیال کرنے لگی کہ اس کی ہیں کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہوں اسی بنا پر خلش ندامت کی جگہ جھوٹا سکون قلب لے لیتا ہے۔ اس قسم کی صورتوں میں شرابخواری فی الحقیقت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ نزاع نہیں ہوتی مگر اس کی قیمت بہت گراں ادا کرنی پڑتی ہے یعنی ذہنی توازن اور دیانت نفس تشریف لے جاتے ہیں، اور پاگل خانے کی سیر لازمی ہو جاتی ہے۔

نام نہاد ایذارسی کے بہت سے اختباطات کی اسی طرح اظلال کی میکانیت سے توجیہ ہو سکتی ہے مریض کو کوئی مخفی خواہش ہوتی جسے شخصیت نفرت انگیز خیال کرتی ہے۔ شاید اس کے ایسا ہونے کی یہ وجہ ہو کہ یہ اس شخص کے عام اصولوں اور رجحانات فکر کے منافی ہو۔ اس لیے ذہن اس خواہش کو اپنا جزو خیال کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اور اس کا کسی دوسرے حقیقی فرضی شخص پر اظلال کر لیتا ہے، جسے اس صورت میں دشمن

خیال کیا جاتا ہے اور جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مریض کے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس میکانیت کی کمتر درجے کی شکلیں ان جبلتوں میں نظر آتی ہیں جن کے ذریعے سے ہم اکثر اپنی اخلاقی فروگزاشتوں کی شدت کے کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے دل میں اس امر کا اعتراف نہیں کرتے کہ اس خطا کا باعث ہماری حرص و آز ہے، بلکہ اس کے الزام کو اپنے کسی ہمسائے یا رفیق کے سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خطاکار مرد ہر زمانے میں یہ عذر پیش کرتے آئے ہیں کہ "عورت نے مجھے پھسلا لیا"، لیکن جنون کی بعض اقسام میں اظلال کی یہ صورت بہت ترقی کر جاتی ہے۔ مثلاً "بوڑھی کنواریوں کے جنون" میں ایک بہت معمر اور پاکباز خاتون یہ شکایت کرنے لگتی ہے کہ اس کا کوئی شناسا اسے گھور رہا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں یہ رائے قایم کر لیتی ہے کہ غالباً وہ شخص مجھ سے شادی کرنی چاہتا ہے، اور اس غرض سے برابر میرا پیچھا کر رہا ہے۔ آخر میں کسی معمولی سے واقعے سے اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اسے جبراً بھگا لے جانے کی سازش کر رہا ہے، اور اس بنیاد پر یا تو اسے وہ غصے میں بھرا ہوا خط لکھتی ہے، یا پولیس میں رپٹ لکھوا دیتی ہے۔ اس پر تحقیق ہوتی ہے، اور یہ دریافت ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ وہ شخص بالکل بے گناہ ہے، بلکہ اس نے تو اس خاتون سے کبھی خفیف ترین دلچسپی کا اظہار تک نہیں کیا، اور غالباً اسے تو اس خاتون کے وجود تک کا علم نہیں ہے۔ خاتون کی نسبت یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایذارسی کے اختباطات میں مبتلا ہے، اور اسے ہسپتال میں بھیج دیا جاتا ہے۔

۱۲۲

جن نفسیاتی قوانین پر ہمیں اب دسترس حاصل ہے، ان کی مدد سے اس قسم کے واقعات کی (جو اکثر پیش آتے ہیں) بہت آسانی کے ساتھ توجیہ ہو سکتی ہے۔ مریضہ کی جنسی جبلتیں معمولی مخرج سے محروم رہیں، اور آخر میں انھیں نہایت شدت کے ساتھ دبا یا گیا، جس کا عام طریقہ یہ ہے کہ شعور میں مخالف صفت کو مبالغے کے ساتھ پرورش کیا جاتا ہے۔ یہ بلاشبہ نمایشی شرم ہے جو اس قسم کی صورتوں میں اکثر دیکھنے میں آتی ہے، اور اس

۱۲۳

کی اصل کا ہم کسی گزشتہ باب میں ذکر بھی کر چکے ہیں۔ مگر مختبسہ جبلتیں اظلال کی میکانیت کے ذریعے سے بالواسطہ ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ان کی بنا پر جو خواہشیں ہوتی ہیں، وہ زیر بحث شخص سے تہیج ہو جاتی ہیں۔ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خاتون خود اس شخص سے محبت کرتی ہے، مگر احتباس کی بنا پر ذہن یہ تسلیم نہیں کرتا کہ یہ تصورات و جذبات اس کا جزو ہیں۔ اس لیے وہ اس نزاع کا یہ حل نکالتا ہے کہ وہ خواہشوں کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔ اور ان کا خود ان کے معروض پر اظلال کر لیتا ہے۔ پس نفرت انگیز گرہ کا حامل شخصیت کو ناگوار حملہ آور معلوم ہوتا ہے، اور ایذا رسی کے اختباطات کی بنا پر پیدایش مکمل ہو جاتی ہے۔

ایذا رسی کے اختباطوں کی اکثر ایسی صورتوں میں جن میں اختباط کا نشو و نما بالکل اسی نہج پر ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، خواہشوں کا اظلال ایسی شخصیت پر کر دیا جاتا جس کا حقیقت میں وجود ہوتا ہی نہیں ہے۔ اندرونی نزاع سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مریض کا ذہن صرف کسی شخص کے کردار ہی کا اختراع نہیں کر لیتا بلکہ خود اس شخص کو بھی اختراع کر لیتا ہے۔ اظلال کی یہ نسبتاً زیادہ پیچیدہ صورت بہت عام ہے، اور ایسی عورتیں جو نہایت غصے کے ساتھ بالکل ہی کسی خیالی شخص کے شدید اظہارِ تعشق کا شکوہ کرتی ہیں ہر پاگل خانے میں ملتی ہیں۔ ۱۲۴

اظلال کی ایک اور قسم ہے، اس میں گرہ کا اظلال نہیں ہوتا، بلکہ ان ملامتوں کا اظلال ہوتا ہے جن کا یہ باعث ہوتی ہے اس قسم کا حیاتیاتی مقصد بھی وہی ہوتا ہے، جو مذکورۂ بالا اقسام کا تھا، یعنی نزاع سے بچنے کی کوشش۔ یہ ظاہر ہے کہ خود کو ملامت کرنے سے جو تکلیف دہ بار عاید ہوتا ہے، وہ اس وقت تک واقع نہیں ہوتا جب تک وہ مخالف قوتیں جن کے تصادم سے یہ واقع ہوتا ہے، ایک دوسرے سے متصل نہیں ہونے پاتیں۔ یہ عدم اتصال دونوں حریفوں میں سے کسی ایک کا

انطلال کر کے حاصل ہو سکتا ہے۔ جس قسم کا ہم اب ذکر کرتے ہیں، اس میں مریض خود کو ملامت نہیں کرتا، بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ دوسرے اسے ملامت کر رہے ہیں۔ تندرست انسان میں اس عمل کا مماثل بالکل عام ہے، یعنی مجرم ضمیر جو ہر شخص کو اپنے اوپر انگشت نمائی کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ "اختباطات حوالہ" اس سے بس ایک ہی قدم رہ جاتے ہیں۔ مریض انتہا درجے کا شکی ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنے تین عزیزوں یا دوستوں کو آپس میں بات چیت کرتے دیکھتا ہے، تو یہی خیال کرتا ہے کہ بس میں ہی موضوع بحث ہوں۔ اگر اتفاقاً کوئی اجنبی آ جاتا ہے تو اسے دشمن خیال کر لیا جاتا ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا یہاں آنے میں خاص مقصد ہے۔ اور آخر میں ہر معمولی سی بات کو ایک عظیم الشان سازش کی صورت میں ڈھال لیا جاتا ہے، جو مریض کے خیال کے بموجب اس کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کی جا رہی ہے۔ اس قسم کے مریضوں میں توہمات بھی اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ ملامتوں کو صرف گرد و پیش کے اشخاص ہی سے اخذ نہیں کیا جاتا بلکہ انھیں بالکل ہی فرضی ایذا رسانوں سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ذہن کا وہ حصہ جس کو شخصیت منقطع کر چکی ہے اور جس کے تسلیم کرنے سے یہ انکار کرتی ہے، تو بھی آواز کی صورت میں دوبارہ ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مریض جس نے اپنے طرز زندگی سے خود کو اور اپنے خاندان کو تباہ و برباد کر لیا تھا، اپنے سابقہ تجربات کا قابل نفرت اطمینان کے ساتھ ذکر کرتا تھا۔ مگر اسے یہ شکایت تھی، مجھے ایذا پہنچانے کے عجیب و غریب طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ لوگ چھت میں اور میرے پلنگ کے نیچے چھپے رہتے ہیں اور گالیاں اور دھمکیاں دیتے ہیں جس کی وجہ سے میری زندگی ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ اس قسم کے توہمات کو ضمیر کی نحیف آواز کی حقیقی امثلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جن کی اختباس کی بنا پر ہیئت بدل گئی ہے۔ ایسا مریض ندامت و پشیمانی کی تکلیف سے کامیابی کے ساتھ بچ جاتا ہے، مگر وہ کوئیں کے بجائے کھائی میں جا پڑتا ہے، اور اس نے اپنے ذہنی توازن کو مستقل ایذا رسی کی خاطر قربان کر دیتا ہے، جو صورت

۱۲۵

پہلی کے مقابلے میں کسی طرح سے بہتر نہیں کہی جا سکتی۔

باب ۷ میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اوہام یا اس نظام تصورات کو جسے اوہام ظاہر کرتے ہیں، خود مریض کے شعور کے منقطع حصے سمجھنا چاہئے۔ اب ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ انقطاع یا افتراق کیوں واقع ہوتا ہے۔ زیر بحث تصورات کے نظام کسی نہ کسی وجہ سے بہ حیثیت مجموعی کل شخصیت کے منافی ہوتے ہیں، اور شعور کے اندر ان کے ظاہر ہونے سے معمولاً نزاع اور تکلیف دہ بار کا احساس ہوتا ہے۔ اس نزاع سے بچنے کے لیے احتباس سے کام لیا گیا ہے۔ اور محتبسہ گرہیں اظلال کے ذریعے سے صرف بالواسطہ ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اس لیے اظلال کی بنا پر جو مظاہر ہوتے ہیں، وہ شخصیت سے منقطع ہو جاتے ہیں، اور مفترقہ نظامات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۲۶



۱۲۷

باب (۱۰)

مجنون کی غیر معقولیت

جس مریض کو جنون لاحق ہوتا ہے، اس کی سب سے عام اور نمایاں خصوصیت بظاہر اس کی غیر معقولیت ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو استنباط اس سے ظاہر ہوتے ہیں، وہ غلط یقین ہوتے ہیں۔ اس کے اوہام خارجی حقیقت سے عاری ہوتے ہیں۔ اور اس کے غیر معمولی اضمحلال یا انبساط و تفاخر کی حقیقی واقعات سے قطعاً تائید نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں تناقضات کا جو اس کے تجربے میں جابجا ہوتے ہیں اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور نہ ہمارے استدلال و حجت اس پر کارگر ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو دیکھ کر سطحی نظر کا انسان یہی خیال کرتا ہے کہ خرابی کی جڑ صرف یہ واقعہ ہے کہ وہ عقل کی بات سمجھ نہیں سکتا، اور یہ مکروہ علامات محض اس وجہ سے پیدا ہوگئی ہیں کہ ذہن اپنی معقولیت کے ساتھ سوچنے یا فکر کرنے کی قابلیت کو کھو چکا ہے۔ ایسے مشاہد کو ان سب باتوں کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ استدلالی قوی بیمار پڑ گئے، اس لیے کوئی خیال کتنا ہی لغو و مہمل کیوں نہ ہو، ذہن اس پر فکر کر سکتا ہے۔

لیکن اگر احتیاط کے ساتھ تحقیق کی جائے تو جلد ایسے واقعات کا

انکشاف ہوگا جن کو اس نظریے کے ساتھ مطابقت دینی مشکل ہے۔ اکثر مریضوں کی قوت استدلالی اس وقت تک بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، جب تک اس کو صرف ایسے امور کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے، جو اختیاطی نظام سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مثلاً وہ شخص جسے یقین کامل ہے کہ میں جارج سوم کا بیٹا ہوں ممکن ہے کہ ریاضی کے نہایت دشوار مسایل کو حل کرنے کی قابلیت رکھتا ہو، اور ممکن ہے کہ ہسپتال کے ایسے فرایض انجام دیتا ہو جن کے لیے امتیاز و فیصلے کی قوتوں کے نہایت ہی عمدہ ہونے کی ضرورت ہو، کیا ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں استدلالی قوی اس وقت تک معمول کے مطابق اور اچھی طرح سے عمل کرتے ہیں جب تک کہ مریض کے نسب کے مسئلے کا ذکر نہیں چھڑتا لیکن یہ ذکر چھڑتے ہیں یہ فوراً بیمار و بیکار ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے ذہن مضحکہ خیز تصورات میں عقل کے احتساب کے بغیر مبتلا ہو سکتا ہے۔ یا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالیں کہ سطحی مشاہد کا نظریہ واقعات پر منطبق نہیں ہوتا، اور استدلالی قوی بیمار نہیں ہیں۔

گزشتہ ابواب میں جن نتائج تک پہنچ چکے ہیں، ان پر غور کر کے ہم فوراً دوسری صورت کے حق میں فیصلہ کریں گے۔ غیر معمولی ذہنی اعمال کی بنا استدلالی قوی کا خلل نہیں ہوتا بلکہ اس مواد کی خرابی ہوتی ہے، جو ان قوی کے سامنے آتا ہے۔ مریض کو یہ یقین کہ وہ جارج سوم کا بیٹا ہے، اس بنا پر نہیں ہوتا، کہ اس میں استدلال کی قوت نہیں رہتی، بلکہ اس کے اس یقین کی یہ وجہ ہوتی ہے، کہ یہ مسئلہ اس کے سامنے ایسی روشنی میں آتا ہے، جس کی وجہ سے اسے یہی نتیجہ ممکن و معقول معلوم ہوتا ہے۔ وہ صرف بظاہر ہی غیر معقول معلوم ہوتا ہے کیونکہ مشاہدہ کرنے والا ذہنی اعمال کے اس سلسلے کو نہیں دیکھ سکتا، جن سے یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ بلکہ وہ تو صرف نتیجے کو دیکھتا ہے، اور اسے یہ الگ تھلگ اور بے بنیاد واقعہ معلوم ہوتا ہے۔

128

129

اختباط کی ظاہری لغویت اس واقعے پر مبنی ہوتی ہے کہ یہ کسی دوسرے ذہنی عمل کا بالواسطہ نتیجہ ہوتا ہے، جو نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ دوسرا عمل کافی قابل فہم ہوتا ہے، صرف اس کے نمایاں کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب تک یہ چھپا ہوا رہے گا، اس وقت تک اختباط بے بنیاد عمارت معلوم ہوگا، اور اس میں اور خارجی حقایق میں کوئی تعلق نظر نہ آئے گا۔ گزشتہ ابواب میں جو تحلیلیں کی گئی ہیں، ان سب سے اس دعوے کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ہر صورت میں جیسے ہی ان ذہنی اعمال کے سلاسل کا انکشاف ہوگیا، جو اختباط کے ذمہ دار تھے اس کا نا قابل فہم ہونا بھی ختم ہوگیا۔ اس کی حالت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے کہ ایک شخص جو ذرا سی بات پر سخت برہم ہوجاتا ہو، اس کی برہمی صرف اس وقت تک ہمارے لئے ناقابل فہم ہوتا ہے جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہوجاتا، کہ اس کا غصہ درحقیقت کسی دوسری اور کافی علت کا نتیجہ ہے۔

علاوہ بر ایں ہمارے یہ معروف بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ دیوانے سے اس کے اختباطات کے متعلق بحث کرنی بے سود ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے دلایل چھپے ہوئے اور اصلی سبب کے متعلق نہوں گے، بلکہ صرف اس کی سطحی علامت کے متعلق ہوں گے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ بے اثر رہیں گے۔ ان کا صرف یہ نتیجہ ہوگا، کہ مریض تاویلات کرے گا یعنی ایسی عمارت کے لیے جو درحقیقت چھپی ہوئی گرہ پر تعمیر ہوئی ہے، پر فریب منطقی سہارے قایم کرنے کی کوششیں کرے گا۔ ۱۳۰

دلایل کے ساتھ اس قسم کا سلوک کچھ مجنون ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ اس کی مثالیں ہمارے گرد و پیش بکثرت ہیں، اور یہ تو ضرب المثل ہی ہوگیا ہے۔

جو شخص اپنی مرضی کے خلاف قائل ہو جاتا ہے اس کی قائل
ہو جانے کے باوجود بھی وہی رائے رہتی ہے۔

اصطلاحی زبان میں اس کو اس طرح سے ادا کرسکتے ہیں۔ استدلال کے

ذریعے سے کسی شخص پر یہ ثابت کر دینا ممکن ہے کہ اس کی ہر تاویل نا قابل قبول ہے یہاں تک کہ وہ اور کوئی تاویل پیش نہ کر سکے، لیکن چونکہ اس گرہ کا علاج نہیں ہوا ہے، جو اس کی اس رائے کی ذمہ دار ہے، اس لیے وہ اپنا اثر کرتی رہتی ہے، اور اس شخص کی رائے وہی رہتی ہے۔ گرہ کے نتایج کے مقابلے میں بہ حیثیت ہتھیار منطق کا بیکار ہونا ایک مشہور بات ہے۔ پر جوش جماعتی سیاسی یا فرقہ پرست کے ایقانات کو بحث و مباحثے کے ذریعے سے بدلنا، کسی شخص کے نزدیک بھی ممکن نہیں ہے۔ انھی وجوہ کی بنا پر کوئی جنونیاتی یہ خیال نہیں کرتا، کہ مجنون کے اختباطات کے مقابلے میں استدلال کچھ کام دیتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اگر دلیل گرہ مخفی کے رجحان کے مطابق ہوتی ہے، تو وہ جلدی سے یقین کر لیتا ہے، اور اگر مخالف ہوتی ہے، تو وہ اس کی طرف سے اندھا بن جاتا ہے۔ اگر ہم سے یہ کہا جائے کہ جماعتی سیاسی یا فرقہ پرست پر دلیل و حجت کیوں بے اثر رہتی ہے، تو ہم یہ فرض نہیں کرتے، کہ یہ اس کے قوائے استدلالی کے مرض پر مبنی ہے۔ با ایں ہمہ یہ ظاہر ہے کہ زیر بحث اعمال ذہنی اس معنی میں غیر عقلی ہیں کہ یہ قوانین منطق کے مطالبات کو پورا نہیں کرتے۔ سیاسی اپنے نتایج تک پیش نظر شہادت کو غیر جانبداری کے ساتھ وزن کر کے نہیں پہنچتا۔ اس کے فکر کا ہر قدم اپنے ماقبل کا منطقی نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف نتیجے کا تعین گرہ سیاسی سے ہوتا ہے، اور ممکن ہے کہ شہادت ایسی ہو کہ منطقی اصول کے غیر متعصبانہ استعمال سے بالکل ہی مخالف نتیجہ تک پہنچیں۔ لہذا ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں، کہ جس حلقے پر اس کی سیاسی گرہ کا راج ہے، اس میں سیاسی ہمیشہ معقولیت کے ساتھ فکر نہیں کرتا، کیونکہ اس کی قوتوں کو آزادیٔ عمل میسر نہیں ہوتی۔ مگر وہ خود یہ محسوس نہیں کرتا کہ از روئے منطق میرے خیالات کمزور ہیں اور ان کی تردید ہو سکتی ہے۔ یہ اسے ایسے دعاوی معلوم ہوتے ہیں جن کی صداقت ظاہر اور حلقۂ اعتراض سے باہر ہے۔ اور یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی دیکھنے والا

۱۳۱

انھیں واقعات کے ہوتے ہوئے اس سے مختلف نتیجے پر کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

۱۳۲ قدامت پسند کو اصرار ہی ہیں سب سے حیرت انگیز بات یہ معلوم ہوتی کہ اس کے عقل کی بات سمجھ میں نہیں آتی، اور وہ مسایل عامہ کے واحد ممکن حل کو قبول نہیں کرتا[۱۵]

اوپر کے پیراگراف کے واقعات سے دیگر قابل غور امور کی طرف توجہ منعطف ہوتی ہے۔ یہ ایسے امور ہیں کہ ان کی بدولت ہم یہی نہیں کہ مجنون کے ذہنی اعمال کا تندرست انسان کے ذہنی اعمال کے ساتھ زیادہ صحیح تعلق قایم کرسکیں گے بلکہ ان کی وجہ سے ہمیں مجنون ذہن کے موضوعی رخ کی نسبت بھی بصیرت حاصل ہوجائے گی یعنی غیر معمولی ذہنی اعمال کا اس طرح سے علم ہوجائے گا جس طرح سے کہ یہ خود مریض کو معلوم ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ تندرست انسان کے ذہن میں ایسے اعمال کی بڑی تعداد ہوتی ہے جن کے اندر یہ دو خصوصیتیں ہوتی ہیں، یعنی غیر عقلی اصل، اور فوری موضوعی بداہت۔ یہ دونوں باتیں جماعتی سیاس اور فرقہ پرستی میں بالکل ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی سب سے سادا مثالیں ان افکار و اعمال میں ملتی ہیں، جو اصلی جبلتوں کا بلا واسطہ نتیجہ ہوتے ہیں، خصوصاً وہ جو بقائے نفس غذا اور جنس سے متعلق ہیں۔ ولیم جیمس ان کے متعلق لکھتا ہے، حکمت ان اطوار پر غور کرکے انھیں مفید بنا سکتی ہے۔ مگر ان پر ان کے افادے کی بنا پر عمل نہیں نہیں ہوتا، بلکہ ان پر اس لیے عمل ہوتا ہے کہ بر وقت عمل وہی بات ہم کو مناسب اور فطری معلوم ہوتی ہے۔ کروڑ آدمیوں میں سے ایک بھی کھانا

۱۳۳ کھاتے وقت اس کے افادے کا خیال نہیں کرتا۔ وہ اس لیے کھاتا ہے کہ کھانا اسے خوش ذائقہ معلوم ہوتا ہے، جس سے اس کی خواہش اور زیادہ ہوتی ہے۔ اگر تم اس سے یہ دریافت کرو کہ اگر کھانا مزیدار ہو تو وہ کیوں زیادہ کھانا چاہتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ تمھارا بحیثیت فلسفی کے احترام کرے، وہ

۱۵۔ ڈبلیو ٹراٹر Instincts of Herd in Peace and War. طبع لندن سنہ ۱۹۱۶ء

تمھیں احمق سمجھ کر ہنسنے لگے گا۔ اس کے لیے خوش ذائقہ ہونے کی حس اور اس فعل میں حس کو یہ تہیج کرتی ہے، جو تعلق ہے، وہ مطلق وقطعی ہے، یعنی یہ ایک نہایت ہی مکمل ترکیب ہے جس کے لیے اپنی شہادت کے علاوہ اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں .... اس قسم کے سوالات صرف مابعد الطبیعیاتی کے دماغ میں آسکتے ہیں۔ جب ہم خوش ہوتے ہیں تو ہنستے کیوں ہیں، منہ کیوں نہیں بناتے۔ مجمع سے ہم اس طرح سے کیوں باتیں نہیں کر سکتے جسطرح سے ایک دوست سے کرتے ہیں۔ ایک ہی خاص دوشیزہ کیوں ہمارے عقل و ہوش کو گم کر دیتی ہے۔ معمولی آدمی تو اس کا صرف یہ جواب دے گا کہ بے شک ہم ہنستے ہیں، بے شک مجمع کو دیکھ کر ہمارا دل دھڑکنے لگتا ہے بیشک ہم اس دوشیزہ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ خوبصورت روح ہے جسے خدا نے کامل جسم عطا کیا ہے، اور کل کائنات میں وہی ایک چاہے جانے کے لیے انتخاب کی گئی ہے۔ اور غالباً ہر حیوان خاص خاص اشیا کی موجودگی میں ایسے ہی خاص خاص افعال کرنے پر مائل ہوتا ہے....... کڑک مرغی کو غالباً یہ خیال عجیب معلوم ہو گا کہ دنیا میں ایسی بھی کوئی مخلوق ہے، جسے انڈوں کی ٹوکری حد سے زیادہ دلچسپ اور عزیز نہ معلوم ہوتی ہو۔ اس کے لیے یہ ایسی شے ہوتی ہے جس پر جتنا بھی بیٹھا جائے اتنا ہی کم ہے۔

ٹراٹر نے اپنے نہایت ہی مفید اور پر از معلومات مضمون "معاشری جبلت میں" ۱۲۴ جس سے ہم اوپر اقتباس بھی کر چکے ہیں یہ ثابت کیا ہے، کہ ایسے بہت سے ذہنی اعمال میں جن میں یہی موضوعی پہلو پایا جاتا ہے، اگرچہ یہ ان تین جبلتوں سے پیدا نہیں ہوتے جنھیں اصلی کہا جاتا ہے، مثلاً وہ مسلمات جن پر کلیسا مملکت خاندان عدالت دیانت عزت عفت جرم وغیرہ کے متعلق رائے کا بیشتر حصہ مبنی ہوتا ہے ان میں نہایت ہی کامل اولی ترکیب کا یہ تاملی وصف پایا جاتا ہے۔ ٹراٹر ثابت کرتا ہے کہ یہ سب کے سب ایک چوتھی جبلت کا نتیجہ ہیں جس کے مظاہر مل کر رہنے والے جانوروں کی نفسیات میں اساسی اہمیت رکھتے ہیں اس جبلت کو وہ

جبلت معاشری[1] کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جبلت معاشری اس امر کا اطمینان دلاتی ہے کہ فرد کا کردار بہ حیثیت مجموعی کل جماعت کے کردار کے مطابق ہوگا۔ اس کے عمل کی بنا پر ہر فرد ان اعتقادات کو بے چون و چرا تسلیم کرتا ہے جو اس کے طبقے میں مروج ہوتے ہیں، اور کردار کے ان قواعد و اصول کی پابندی کرتا ہے، جن پر جماعت کی مہر توثیق ثبت ہوتی ہے۔ اوسط درجے کے انسان کے لیے معاشری جبلت ہی وہ قوت ہے جو اس کے اخلاقیاتی ضابطے اور ان تمام یقینیات و آرا کو متعین کرتی ہے جو کسی خاص علم کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ ۱۳۵ وہ زندگی کے بعض اصول کی پابندی کرتا ہے، کیونکہ اس کے ساتھی بھی انھیں اصول کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ بعض چیزوں پر یقین رکھتا ہے، اور اس کے اس یقین کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ وہ ایسے ماحول میں رہتا ہے جہاں ہر شخص ان چیزوں پر یقین رکھتا ہے۔ اگر اس سے اپنے کردار یا اپنی آرا کی توجیہ کرنے کے لیے کہا جائے تو بلا شبہہ وہ اس قسم کی تاویلات پیش کردے گا جیسی ہم نے باب ۵ میں بیان کی تھیں اور خود کو یہ یقین دلا دیگا کہ یہ تاویلات ہی اس کے کردار کا اصلی سبب ہیں۔ مگر حقیقت میں جو اسباب اس کے کردار کے ذمہ دار ہوتے ہیں، ان میں پہلے نمبر پر تو یہ واقعہ ہے کہ دوسرے بھی اسی طرح سے عمل کرتے ہیں، اور دوسرے نمبر پر معاشری جبلت ہے۔ تاویل بعد کو کی جاتی ہے، اور اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ انسان کو یہ باور کرنے کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ وہ معقول وجوہ کی بنا پر

[1] تحلیل نفسی والے ٹراٹر کی جبلت معاشری کو نفسیاتی وجود کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اسے ایسا نفسیاتی تصور مانتے ہیں، جس کے مطابق کوئی ایسا عامل نہیں ہے جس کی نفسیاتی تحلیل سے وضاحت ہو سکتی ہو۔ ان کے نزدیک وہ مظاہر جن کی ٹراٹر جبلت معاشری کے ذریعے سے توجیہ کرتا ہے دوسرے جبلی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہیں، خصوصاً وہ جن کو نمو پذیر فرد اور اس کے والدین کے تعلق سے دخل ہوتا ہے۔

عمل کر رہا ہے۔ اگر اوسط درجے کے انسان کے ذہنی ساز و سامان کا بغور مطالعہ کریں تو ہم ایسے ہر قسم کے مختلف پیچیدہ اور دشوار موضوعوں پر بہت سے قطعی احکام و تصدیقات پر مشتمل پائیں گے۔ کائنات کی اصل اور اس کے معنی کی نسبت غالباً اس کی ایک قطعی رائے ہوگی۔ وہ اس امر کی نسبت کہ موت کے وقت اور اس کے بعد اس پر کیا گزرنے والی ہے، اور یہ کہ اس کے کردار کی بنیاد کیا ہونی چاہئے قطعی نتایج رکھتا ہوگا۔ وہ یہ جانتا ہوگا کہ ملک پر کس طرح سے حکومت ہوتی ہے اور کیوں یہ برباد ہو رہا ہے، فلاں قانون کیوں اچھا ہے اور فلاں کیوں برا ہے۔ بری و بحری مصالح جنگ محصول عائد کرنے کے اصول ایلکوہل کے استعمال ٹیکہ اندازی، انفلوئنزا کے علاج، دیوانے کتے کے کاٹنے کا تدارک بلدی تجارت، یونانی زبان کی تعلیم کے متعلق مستقل رایوں کا حامل ہوگا اور نیز ان امور کے متعلق کہ فن میں کونسی باتیں جایز ہیں ادب میں کیا بات تشفی بخش ہے اور حکمت کی کس چیز سے امید بندھتی ہے۔

۱۳۶

"ان رایوں میں سے بیشتر لازمی طور سے بلا کسی عقلی بنیاد کے ہوں گی۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کا تعلق ایسے مسایل سے ہے، جو ماہرین کے نزدیک ابھی حل طلب ہیں، اور باقی کی نسبت یہ ہے کہ ان کے لیے کسی اوسط درجے کے انسان کی تربیت و تجربہ کافی نہیں ہے۔ عقلی طریقے کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جاتا تو اسے معلوم ہوتا کہ ان میں سے اکثر مسایل کی نسبت اس کی صرف ایک روش ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ کوئی قطعی رائے قایم نہ کی جائے۔[ع]

ان تمام غیر عقلی آرا و ایقانات کو ان کا حامل ایسے قضیے خیال کرتا ہے، جن کی صداقت روز روشن کی طرح سے عیاں، اور جن کی صحت پر شک و شبہہ کرنا حماقت ہے۔ علاوہ بریں ان کو ایک خاص جذبی حرارت اور جبلی تیقن کے ساتھ رکھا جاتا ہے، جس کی تعریف کرنی تو دشوار ہے، مگر جس کی نوعیت کو ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے، جس میں تامل نفس کی کافی صلاحیت

[ع] ٹراٹر Instincts of Herd in Peace and War طبع لندن ۱۹۱۶ء

ہو، حقیقی علم یعنی مشاہدے میں آئے ہوئے واقعات سے حکمی استخراج کا حاصل، اس سے بالکل مختلف معلوم ہوتا ہے۔ اس میں وہ حرارت نہیں ہوتی جو غیر عقلی ایقانات میں ہوتی ہے، اور یہ مقابلۃً سرد معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس کی صداقت پر شبہہ ظاہر کیا جاتا ہے تو ہم برہم نہیں ہوتے بلکہ ہم میں اس بنیاد پر از سر نو غور کرنے کی تحریک ہوتی جس پر یہ مبنی ہوتا ہے۔ اگر متعلم ان دو مسئلوں کا ان کے تاملی پہلو کے اعتبار سے مقابلہ کرے جو شخص عورت کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے، وہ لفنگا ہے، اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے، اور دیکھے کہ ان کے متعلق جو اس کی روش ہے، اس میں کیا فرق ہے، تو ذہنی اعمال کی ان دو قسموں کے مابین جو امتیاز ہے وہ فوراً واضح ہو جائے گا۔ ۱۳۷

اگر ان واقعات پر ان اصول کی روشنی میں غور کیا جائے، جو گزشتہ ابواب بیان کئے جا چکے ہیں، تو ہم آسانی کے ساتھ معلوم کر لیں گے کہ غیر عقلی ایقانات و آرا گرہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اس خاص حرارت کو بھی شناخت کر لیں گے جس کو ہم نے جذبی کیفیت کہا تھا، اور جو گرہ کے عمل کے ساتھ ہمیشہ ہوتی ہے۔ اگر ہم اس شخص سے بحث کریں جسے یہ یقین ہوتے ہیں، تو گرہ دو مدافعتی ردعملوں میں سے کسی ایک سے اپنی حفاظت کرے گی۔ یا تو دلایل کو بے معنی اور معاندانہ قرار دے کر رد کر دیا جائے گا، یا تاویلات کا ایک طوفان پیش کر دیا جائے جس سے یقین کو ایسی معقولیت حاصل ہو گی کہ اس کے صاحب کو بالکل اطمینان ہو جائے گا۔

ٹھیک یہی خصوصیات مجنون کے اختلاطات میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی اصل بھی غیر عقلی ہوتی ہے، اور یہ بھی درحقیقت گرہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی خاص قسم کی جذبی حرارت اور جبلی تیقن کا احساس ہوتا ہے۔ علاوہ بریں مریض کے لیے ان میں بھی وہی ظاہر و عیاں اور ناقابل شبہہ حقیقت ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مریض کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے اس کے استدلال ۱۳۸

کس قدر معقول ہیں، اور جن نتایج تک وہ پہنچا ہے بر بنائے شہادت صرف یہی نتایج ممکن اور قابل تصور تھے۔

اس آخری دعوے میں اس مسئلے کا جواب ہے جو ہم پہلے کسی صفحے پر پیش کر چکے ہیں، یعنی ہم اختباط کے موضوعی رخ پر غور کریں، اور دیکھیں کہ جس مریض کو اختباط ہوتا ہے اسے یہ کس روشنی میں نظر آتا ہے۔ اسے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح سے عیاں معلوم ہوتا ہے جس پر صرف وہی شخص شک و شبہ کر سکتا ہے، جس کی مت الٹی ہو۔ اسے یہ اس قدر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اعتراض صرف حماقت یا شرارت پر مبنی ہو سکتا ہے۔

لہذا ہمیں یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ جنون اس معنی میں غیر معقول نہیں ہوتا کہ اس کے قوائے استدلالی ہی تندرست آدمیوں کے قویٰ سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس کے بعض ذہنی اعمال کی اصل غیر عقلی ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی اسی قدر صحیح ہے کہ تندرست انسان کے آرا و ایقانات کی بڑی تعداد بھی اسی طرح سے پیدا ہوتی ہے، لہذا محض اس بنا پر ہم مجنون سے خاص قسم کی غیر معقولیت منسوب نہیں کر سکتے۔

اس لیے اب ہم کو ایک اور مسئلے سے سابقہ ہے۔ اگر اس باب میں جو نظریہ قایم کیا گیا ہے، وہ صحیح ہے، اور اگر غیر معقولیت جنون کی خاص علامت نہیں ہے، تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اہم خصوصیات کونسی ہیں جن کی بنا پر مجنون اور تندرست میں فرق کیا جاتا ہے؟ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علم کی موجودہ حالت میں، ہم اس سوال کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ مگر ہماری اس ناکامی کا باعث ایک حد تک یہ بھی ہے کہ زیر نظر مسئلے کی نوعیت غیر متعین ہی نہیں، بلکہ یہ تقریباً بے معنی ہے۔ اس کے اندر جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں، ان کا مفہوم قطعی و مقرر نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی اصطلاحات سے کسی امتیازی خصوصیت کا منسوب کرنا ناممکن ہے۔ جنون لال بخار یا تپ دق کی طرح سے کوئی خاص مرض نہیں ہے، بلکہ یہ تو مختلف قسم کے مظاہر کو ظاہر کرنے کے لیے ایک لفظ ہے، ایسے مظاہر جن میں باہم کوئی بات بھی مشترک نہیں

۱۳۹

ہوتی۔ علاوہ برایں مختلف قرون میں زمانے کے تصورات غالب کے لحاظ سے اس کی سرحدوں میں تغیر ہوتا رہا ہے۔ یاد ہوگا کہ ہم نے باب میں بیان کیا تھا کہ جس قسم کے افراد کو قرون وسطیٰ میں عزت واحترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا، اس زمانے میں اس قسم کے افراد کو بلا تکلف پاگل خانے میں بھیج دیا جاتا ہے۔

ان تمام باتوں کا لحاظ رکھنے کے بعد مسئلے کا جو حل ممکن معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بعض مبہم امتیازات کو محض بیان کر دیا جائے۔ ان امتیازات میں سے بجائے خود کوئی ایک امتیاز اہم نہیں ہے، لیکن بحیثیت مجموعی یہ جنون اور صحت حواس کے حلقوں کو ممیز کر دیتے ہیں۔

پہلے معیار کا مدار مظاہر کے درجۂ شدت پر ہے۔ گزشتہ ابواب میں ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ علامات جنون ایسی نفسی میکانیتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں، جو تندرست انسان کے ذہن کی نفسی میکانیتوں کے بعینہٖ مطابق ہوتی ہیں۔ لیکن حالت جنون میں اعمال کی شدت زیادہ اور ان حدود سے متجاوز ہوتی ہے جو عموماً تندرستی اور صحت حواس کے لیے قرار دی جاتی ہیں۔ مثلاً نااہل کاریگر جو اپنی ناکامیوں کو اپنے آلات کی خرابی اور اپنے آقا کے غیر منصفانہ برتاؤ سے منسوب کرتا ہے، وہ ہنوز مسلمہ طور پر صحیح الدماغ ہے، برخلاف اس کے وہ شخص جو پولیس میں جا کر یہ شکایت کرتا ہے کہ لوگ منظم طور پر میرا مقاطعہ کر رہے ہیں، اس کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے، کہ وہ اختباطات ایذا رسی میں مبتلا ہے اور اسے دماغی شفا خانے میں منتقل کر دیا جاتا ہے دونوں صورتوں میں نفسیاتی میکانیت ایک ہی ہے، لیکن بعد کی صورت میں عمل آگے بڑھ گیا ہے۔

یہ مبالغہ تو پہلی نشانی تھی۔ اس سے بہت ہی قریب اور غالباً جنون اور صحت حواس کا اہم ترین فرق، تفاوت کردار ہے۔ مجنون کا کردار عموماً غیر معاشری ہوتا ہے۔ یہی نشانی ایسی ہے جس سے اکثر و بیشتر صورتوں میں اس امر کا تصفیہ ہوتا ہے کہ آیا مریض کو پاگل خانے بھیج دیا جائے یا نہیں اور قانونی تعریف میں اسے ان الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے، "خطرناک اپنے یا دوسروں کے لیے"۔ غیر معاشری ہونے کا وصف جو مجنونانہ کردار میں عام طور سے پایا جاتا ہے، دو طرح کا ہو سکتا ہے، ایجابی اور سلبی۔ چنانچہ مریض کو ایسے اختباط ہو سکتے

ہیں، جن کی بنا پر وہ اپنے ہم جنسوں کے لیے درحقیقت خطرناک بن جائے یا
۱۴۱ خودکشی پر آمادہ ہو جائے۔ کردار کے غیر معاشری ہونے کی دوسری صورت
یہ ہے کہ وہ معاشری کاروبار میں قرار واقعی حصہ نہ لے سکے جیسا کہ جنون کی
اس قسم میں ہوتا ہے، جس کو ہم نے جذبی عتاہت کے نام سے موسوم کیا ہے۔
دوسری نشانیوں کا مدار ان نفسیاتی میکانیتوں کی نوعیت پر ہے جو
موجودہ علامات کا باعث ہوتی ہیں۔ یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ بہت سے ذہنی
اعمال جو عموماً روزمرہ کی زندگی میں ملتے ہیں اور بعض علامات جنون، دبی
ہوئی گرہوں کے بالواسطہ اظہار پر مبنی ہوتے ہیں۔ مگر جنون کی صورت
میں گرہ کا عموماً اظہار زیادہ بالواسطہ ہوتا ہے، اور اس لیے زیادہ بگڑا
ہوا اور مسخ شدہ۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ مجنون
جو تاویلات کرتا ہے، وہ تندرست آدمی کی تاویلات کے مقابلے میں زیادہ
پیش پاافتادہ اور کم قرین قیاس ہوتی ہیں۔
مجنون کے اختباط تندرست انسان کے اکثر ایقانات و آرا کے مشابہ
ہوتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دونوں صورتوں میں اعمال ذہنی کی
اصل غیر عقلی ہوتی ہے۔ لیکن اور باتوں میں ان میں باہم اس قدر فرق
ہوتا ہے کہ بالعموم یہ فیصلہ کرنا دشوار نہیں ہوتا کہ کسی خاص علامت کو
جنون سے منسوب کیا جائے یا نہیں۔ تندرست آدمی کے یقین خواہ صحیح ہوں یا
غلط، ان کی تائید عموماً کسی نہ کسی جماعت کی رائے سے ہوتی ہے، اور
جبلت غول یا معاشری جبلت کے عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مگر مجنون کے
اختباطات کی کسی جماعت کی رائے سے تائید نہیں ہوتی بلکہ یہ انفرادی
۱۴۲ اختلال کا نتیجہ ہوتے ہیں، اور ان کا مدار ایسے عوامل پر ہوتا ہے جو معاشری
جبلت کے بالکل خلاف عمل کرتے ہیں۔ یہ آخری فرق نہایت ہی اہم ہے
اور اس پر باب ۱۲ میں پھر بحث ہوگی تندرست انسان کے یقین بھی بسا اوقات
واقعات کے منافی ہوتے ہیں، لیکن کوئی ایسا یقین دیر تک قائم نہیں رہ سکتا
جس کی تجربے سے بداہتہً تردید ہوتی ہو۔ مثلاً ایک صحیح الدماغ مفلس کے لیے

یہ یقین کرنا ناممکن ہے کہ وہ کروٹ بدل لیتی ہے۔ لیکن مجنون میں جیسا کہ ہم بیان کر چکے خیال اور تجربے کی یہ صریحی منافات اکثر دیکھنے میں آتی ہے۔ اگرچہ تندرست انسانوں میں وہ یقین جو شدید جذبی تعصبات پر مبنی ہوتے ہیں، ان پر ظاہر دلیل و حجت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور حقیقی تجربے کی بالکل واضح تردیدیں ہی ان کی بنیادوں کو ہلا سکتی ہیں، مگر پھر بھی ان کا یہ عدم تاثر مطلق نہیں ہوتا۔ مخالف قوتیں آہستہ آہستہ ان کو زنگ لگاتی رہتی ہیں اور رفتہ رفتہ یقین متغیر ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ بالآخر مٹ ہی جائے۔ لیکن مجنون کا اختباط بالکل اٹل ہوتا ہے اور اس پر مذکورۂ بالا اعمال کا کوئی اثر نہیں ہوتا، بلکہ ان کی بدولت وہ حفاظتی نظام اور بھی قوی ہو جاتا ہے جس سے اس کی مدافعت کی جاتی ہے۔ ان تمام بعد کے امتیازات کا مدار افتراق کے اہم عامل پر ہوتا ہے۔ مجنون کے ذہن میں افتراق اس حد تک واقع ہو چکتا ہے، کہ یہ معمولی فکر یا کردار سے بالکل منافی ہوتا ہے۔ اور ذہنی اعمال ان اختلافات کے باوجود جو واقعات تجربہ پیش کرتے ہیں بلا تکلف اپنی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔



۱۴۳

باب (۱۱)

مخیلہ

گرہ کا معمولی اثر یہ ہے کہ یہ عمل کا باعث ہوتی ہے۔ ایک سلسلۂ فعلیت حرکت میں آجاتا ہے جس کا مقصد ان خواہشوں اور میلانات کا تحقق ہوتا ہے، جس پر گرہ کی قوت محرکہ مشتمل ہوتی ہے۔ گرہ کو اپنی غایتوں کے حصول سے کامل تشفی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اظہار کی ایک اور صورت بھی جس کے ذریعے سے اکثر تشفی حاصل ہو جاتی ہے، اگرچہ یہ تشفی جزئی اور محدود ہوتی ہے۔ اظہار کی یہ دوسری صورت مخیلہ کی تعمیر ہے۔ مخیلہ یا خیالی پلاؤ پکانے میں ہم اپنی گرہوں کو عالم حقیقت میں تو آسودہ نہیں کرتے، بلکہ صرف ایسی ذہنی تمثالات قایم کرلے پر اکتفا کرتے ہیں، جن میں گرہوں کو خیالی تشفی حاصل ہوجاتی ہے۔

ان دو صورتوں یعنی عمل کے راست اور مکمل اظہار، اور مخیلہ کے جزئی اظہار میں جو فرق ہے، وہ ان اثرات سے اچھی طرح سے سمجھ میں آجائے گا جو نام نہاد ادعاے نفس کی گرہوں سے واقع ہوتے ہیں۔ ادعائے نفس کی گرہوں سے ہماری مراد ذات کے غالب کرنے اور ابنائے جنس میں نمود و امتیاز حاصل کرنے کے ان میلانات سے ہے، جو اولوالعزمی کے عنوان کے تحت آتے ہیں۔ ان کا معمولی اور راست اثر تو فرد کے آگے بڑھنے اور ایسا مرتبہ

۱۴۴

حاصل کر لینے کی کشمکش میں نظر آتا ہے جس کی بنا پر لوگ اس کا احترام کریں۔ عمل کی صورت میں راست اظہار کے علاوہ ممکن ہے کہ یہ گرہیں اپنی توانائی کے کم و بیش ایک حصے کو مخیلہ کی تعمیر میں صرف کریں۔ اس طرح سے جو مخیلہ پیدا ہوتا ہے وہ خیالی پلاؤ پکانے کے عام مظہر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ مظہر اگرچہ ہر عمر میں ہوتا ہے مگر جوانی میں خوب ترقی پر ہوتا ہے۔ اس زمانے میں نوجوان اکثر تخیل کے حیرت ناک کارنامے انجام دیتا ہے، بڑے بڑے کاموں کے دل آویز مناظر نظر کے سامنے ہوتے ہیں مجمعوں سے تحسین و آفریں کی صدا بلند ہوتی ہے، اور یہ تو کہنے کی بات ہی نہیں ہے کہ ان سب میں ہیرو تو وہ خود ہی ہوتا ہے۔ اس مخیلہ کی تعمیر میں جن گرہوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کو جنسی گرہوں سے مدد مل جاتی ہے، اور ان دونوں علی مجموعوں کے اثرات خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ کارہائے نمایاں عموماً کسی حسین خاتون کی نظروں کے سامنے انجام دیے جاتے ہیں جس کی چشم عنایت کا ہیرو متمنی ہوتا ہے۔

اس قسم کی خیالی پلاؤ کا تذکرہ اکثر ہمارے کانوں تک نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا مصنف عموماً اپنی تخلیقات کو ظاہر کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر کسی حد تک ان کے ساتھ بھی اسی احتباس سے کام لیا جاتا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر انھیں معقول حدود کے اندر نہ رکھا جائے تو اس میں شک نہیں کہ ان کے اثر کو مضر ہی شمار کیا جائے گا، کیونکہ گرہوں کی توانائی خیالی پلاؤ پکانے میں صرف ہو جاتی ہے، اور عمل کی صورت اختیار نہیں کرتی۔ ولیم جیمس کی مندرجۂ ذیل عبارت کی تہ میں یہی خیال پایا جاتا ہے۔ روسی خاتون کا ناٹک کے فرضی اشخاص کے مصائب پر آنسو بہانا حالانکہ خود اس کا سائیس باہر گاڑی کی نشست پر بیٹھا ہوا سردی کی شدت سے مر رہا ہے، ایسی بات ہے جو کمتر نمایاں پیمانے پر ہر جگہ ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا جو نہ تو خود گانے والے ہوں، اور نہ ان کو موسیقی سے اس قدر لگاؤ ہو کہ اس سے خالص دماغی حظ حاصل کریں موسیقی سے بہت زیادہ

۱۲۵

انہماک غالباً سیرت کو کمزور کر دیتا ہے۔ موسیقی سے انسان ایسے جذبات سے پر ہو جاتا ہے جو عادتاً کسی عمل کا محرک بنے بغیر گزر جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہونا چاہئے کہ محفل سرود میں خود کو کسی ایسے جذبے سے متاثر نہ ہونے دو، جسے بعد کو تم عمل میں ظاہر نہ کر سکو۔ عمل خواہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو مگر ہونا ضرور چاہئے۔ مثلاً اگر اور کسی شاندار کام کی توفیق نہ ہو تو اپنی خالہ یا پھوپھی سے زندہ دلی کے ساتھ باتیں کر لینا یا گاڑی میں کسی دوسرے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دینا ہی کافی ہے۔"

خیالی پلاؤ کے مضر اثرات اس صورت میں اور بھی زیادہ نمایاں معلوم ہوتے ہیں جب اس کو حقیقت سے بچنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر اس نوجوان کو جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اپنی زندگی کے بنانے اور امتیاز حاصل کرنے کی کوششوں میں ناکامیوں سے سابقہ ہوتا ہے، تو ممکن ہے وہ بجائے اس کے کہ واقعات کے بدلنے کی شدید تر کوشش کرے اپنی گرہوں کو خیالی پلاؤ کی صورت میں ظاہر کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ ممکن ہے کہ وہ خود کو ایسے خوشگوار خیالات سے تشفی دے جن میں اسے خیالی فتوحات نصیب ہوتی ہیں اور اس کے دشمن رشک آمیز احترام کے ساتھ اس کے سامنے جھکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ذرا دیر کے لیے وہ ایسے دلکش عالم میں رہے کہ اسے خود کو اس عالم سے کھینچ کر لانا اور عالم حقایق سے پھر ربط قایم کرنا دشوار معلوم ہو۔ اصطلاحی زبان میں ہم اس کی حالت کو اس طرح سے بیان کریں گے کہ اسے گرہ اپنے حقیقی ماحول کے منافی معلوم ہوتی ہے، اور گرہ اور حقیقت کے مابین نزاع ہوتا ہے۔ اس دشواری کا وہ یہ علاج کرتا ہے کہ آیندہ ان دونوں مخالف قوتوں کے جمع کرنے کی کوئی کوشش ہی نہیں کرتا بلکہ زندگی کے ساتھ کشمکش کو ترک کر دیتا ہے، اور عارضی طور پر عالم خیال میں چلا جاتا ہے جہاں گرہ حسب منشا عمل کرتی ہے اور تلخ حقایق سے اس کا تصادم نہیں ہونے پاتا۔

یہ منظر بہت ہی عام ہے۔ اور ہم میں سے اکثر خود کو حقیقی عالم کی ناکامیوں پر اس قسم کے خوشگوار خیالات پیدا کر کے آسودہ کرتے ہیں۔ لیکن

۱۴۶

یہاں پر ایک راستہ کھلتا ہے، جو آسانی کے ساتھ ہم کو اس خلیج کے پار لے جاتا ہے، جو صحت حواس اور جنون کے مابین ہے، اور جن اعمال پر ابھی غور کیا گیا ہے، ان سے ان علامات میں سے اکثر کی تعبیر کی کنجی حاصل ہوتی ہے، جو پاگل خانے میں مشاہدے میں آتے ہیں۔

تندرست آدمی خیالی پلاؤ پکاتے وقت یہ جانتا ہے کہ وہ خیالی پلاؤ پکا رہا ہے، اور وہ حقیقی عالم سے اپنے تعلق کو کبھی کلیتہً ہاتھ سے نہیں دیتا۔ اس کے دوست دیکھتے ہیں کہ وہ اس وقت متوجہ نہیں ہے، بلکہ اپنے خیالات میں منہمک ہے، اور گرد و پیش جو کچھ ہو رہا ہے اس کی جانب وہ ملتفت نہیں ہے۔ لیکن اگر ضرورت ہو تو وہ خود کو حقیقی ماحول میں کھینچ کر لا سکتا ہے، اگرچہ ایسا کرنے کے لیے اسے اکثر کافی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ بالفاظ دیگر روزمرہ کے حقایق سے وہ کسی حد تک علٰحدہ ہو گیا ہے گو اس کی یہ علٰحدگی صرف جزئی نامکمل اور عارضی ہے۔ لیکن اگر یہ عمل ترقی کر کے مرض کی صورت اختیار کر لے، تو یہ علٰحدگی یا افتراق نمایاں اور مستقل ہو جاتا ہے۔ مریض (جیسا کہ اس کو اب کہنا چاہیے) خود کو حقیقی عالم سے بالکل الگ کر لیتا ہے اور اپنی کل ذہنی توانائی کو خیالی پلاؤ پکانے میں صرف کرتا ہے۔ وہ مستقل طور پر اپنے خود ساختہ عالم میں رہتا ہے جہاں گرہ سے متعلق تمام خواہشیں اور آرزوئیں بہت فیاضی کے ساتھ پوری ہوتی ہیں۔ یہ میکانیت ان علامات کی ذمہ دار ہے جو جنون کی دو قسموں میں نمایاں ہوتی ہیں۔ یہ دونوں قسمیں اگرچہ ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہیں مگر بیان کی خاطر انھیں ایک حد تک ایک دوسرے سے الگ کیے لیتے ہیں۔ ۱۴۷

پہلی قسم کے ذیل میں جسے معمولی خیال آرائی کی مبالغہ آمیز صورت قرار دے سکتے ہیں ان صورتوں میں سے چند آ سکتی ہیں، جنھیں باب ۷ میں جذبی عتاہت کے تحت بیان کیا گیا تھا۔ مریض کو زندگی سے بظاہر کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ وہ کسی خواہش یا آرزو کا اظہار نہیں کرتا۔ نہ کسی قسم کے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ بس دن بھر کمرے کے کونے میں ساکت و صامت بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے چہرے سے کسی بات کا پتا نہیں چلتا، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کے گرد و پیش میں ہو رہا ہے اس کو وہ بالکل بھول چکا ہے۔ اگر اس سے مخاطب کیا جائے، تو وہ صرف مختصر سا جواب ۱۴۸

دے گا۔ لیکن اسے اس کی حالت جمود و بے حسی سے بیدار کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے والدین کے انتقال کی خبر کو بھی اسی سکون کے ساتھ سنے گا جس سکون کے ساتھ وہ اپنا کھانا کھاتا ہے۔ سطحی مشاہدہ کرنے والے کو اس قسم کے مریض کی نسبت یہ خیال ہوگا کہ اس کی تمام ذہنی فعلیتیں زایل ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر ہم اس کے ذہن کا بغور مطالعہ کریں، اور اس کی منجمد سطح سے نیچے نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ فعلیت ہنوز باقی ہے، اگرچہ یہ ایسے راستوں کی طرف منتقل ہو گئی ہے، جو کسی خارجی اظہار یا عملی نتیجہ تک نہیں لے جاتے۔ جتنی ذہنی توانائی بھی مل سکتی ہے، وہ مزیدار خیالی پلاؤ کے پکانے میں صرف ہو جاتی ہے۔ مریض خیالی دنیا میں گوشہ نشین ہو چکا ہے، اور اس کے لیے حقیقی زندگی کے واقعات اپنی تمام اہمیت اور دلچسپی کو زایل کر چکے ہیں۔

دوسری قسم میں مریض اپنی خیالی دنیا میں اس سے بھی مکمل اور موثر طور پر غرق ہو چکتا ہے۔ اس کی خیالی پلاؤ اصل حقیقت کا مزہ حاصل کر لیتی ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ میں ہی فاتح و کشورکشا یا کروڑپتی ہوں، اور وہ خوش گوار تصویریں جو وہ کبھی بنایا کرتا تھا اب زندگی کے واقعات بن جاتے ہیں۔ وہ اس حد سے پار ہو جاتا ہے جو تندرست آدمی کی خیال آرائیوں اور اس کے خوابوں کو جدا کرتی ہے، اور غیر مصروف تخیل کی تخلیقات جنون کے اختباط بن جاتے ہیں۔ افتراق اور آگے بڑھ جاتا ہے، گرہوں کو دل کھول کر اظہار کا موقع ملتا ہے اور اظہار میں وہ صریح تناقض حایل نہیں ہوتے، جو تجربہ ہر قدم پر ان کے آگے لاکر کھڑے کر دیتا ہے۔

۱۴۹

اس میکانیت کو تکمیل خواہش کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اور اس سے جنون کی بہت سی علامات کی نفسیاتی تعبیر دستیاب ہوتی ہے۔ اس کے عمل کی سادہ ترین مثالیں نام نہاد منگنی کے ہذیانات ہیں، جو اکثر اوقات ایسی عورتوں میں دیکھنے میں آتے ہیں جو کسی کے جھانسے میں پھنس جاتی ہیں۔ تمام وہ خواہشیں اور آرزوئیں جو کبھی مریضہ کی زندگی کا مغز تھیں اچانک حقیقت کے منافی ہو جاتی ہیں۔ اس نزاع سے جو شدید جذبی ہیجان پیدا ہوتا ہے، اس سے ایک حالت جنون

پیدا ہو جاتی ہے، اس میں ایک خواب آسا ہذیانی کیفیت ہوتی ہے جس میں ناکام گرہیں خیالی آسودگی حاصل کرتی ہیں۔ اس ہذیان میں مریضہ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا عاشق اس سے من گیا ہے، اور شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ دولہا آتا ہے اور شادی کی رسوم انجام پاتی ہیں۔ یہ حالت خواب طاری رہتی ہے اور شادی کے بعد کی تصویریں سامنے آتی جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک سے مریضہ اسی شدت سے گزرتی ہے جیسے یہ بالکل حقیقت ہو۔

بعض صورتوں میں علامات اس طرح سے تمثیلی نوعیت تو نہیں رکھتیں مگر ان کی اصل بالکل انھیں علامات کے مشابہ ہوتی ہیں۔ مرضی ذہنی اعمال کا ایک نظام پیدا ہو جاتا ہے، جس میں وہ گرہیں جو عالم حقیقت میں اظہار سے محروم رہی ہیں اختباطی آسودگی حاصل کرتی ہیں۔ مریضہ سمجھتی ہے کہ بے وفا عاشق پشیمان ہو کر واپس آگیا، یا شاید وہ حقیقت میں اس کی بیوی بن گئی ہے۔ ان یقینوں اور حقیقی زندگی کے واقعات میں جو صریحی اختلاف ہوتا ہے، اس کو مناسب تاویلات کرکے نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ ثانوی اختباط پیدا ہو جاتے ہیں جن کو صفحہ ۸ پر بیان کیا جا چکا ہے۔ ۱۵۰

اسی قسم کی میکانیت ان پیچیدہ اور عجیب وغریب اختباطی نظاموں کا باعث ہوتی ہے، جو زیادہ تر ان مریضوں میں پائے جاتے ہیں، جو دارالمجانین کے مزمنہ حلقوں میں ملتے ہیں۔ مثلاً میری ایک مریضہ کہتی ہے کہ میں ملکۂ الزبتھ کی نسل سے ہوں اور میں ہی انگلستان کی جائز ملکہ ہوں۔ اسے "فرمانروائے برطانیہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔ متعدد لشکر اس کے زیرنگیں ہیں، اور اس وقت وہ اپنے جنرلوں کو یہ احکام جاری کرنے میں مصروف ہے کہ وہ تمام اقوام یورپ پر ایک ساتھ حملہ کریں۔ مگر وہ اس بات کی سخت شاکی ہے کہ اس کی نقل وحرکت میں ایک سازش سے بڑی رکاوٹیں پڑتی ہیں، جو مسٹر گیولف کی قیادت میں اس کے خلاف برپا ہے۔ "اسی نے مجھے پاگل خانے میں قید کرا دیا ہے، اور اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ مجھے ان تمام حقوق سے محروم کر دے جو مرتبے کے لحاظ سے مجھے حاصل ہیں۔"

یہ مریضہ جنون سے پہلے خدمت گار طبقے کی محنتی عورت تھی، اس کی زندگی

تکالیف اور پریشانیوں کا ایک سلسلہ تھی۔ ان بلند بانگ اختباطات میں جو اس سے ظاہر ہوتے ہیں، اس طبقے کی خیالی پلاؤ کو آسانی کے ساتھ شناخت کیا جاسکتا ہے، جو سستے رومانی افسانوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اب عمل افتراق کے ذریعے سے یہ خیالی پلاؤ حقیقی یقین کے درجے تک بلند ہوگئی ہے، اور یہ مانع منطق خانے میں مخالف واقعات کی زد سے بالکل محفوظ اپنی راہ پر چلی جارہی ہے۔ اس طرح سے حقیقی تجربے کے قابو میں رکھنے والے اثر سے محفوظ ہوکر ادعائے نفس کی گرہیں شان و شوکت کے مسلسل اور مکمل مخیلے تیار کرتی ہیں۔ اس کے برعکس سازش کے ایذائی تصورات ثانوی اختباط ہیں، جو ایسی صورتوں میں اعمال تاویل کی حیثیت سے پیدا ہوتے ہیں۔

ان تمام صورتوں میں نزاع کے حل کے طور پر آخر کار جنون طاری ہوجاتا ہے۔ مریض اپنی آرزوؤں کے پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے، جس کی یا تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ ماحول ایسی رکاوٹیں سامنے لاکر کھڑی کردیتا ہے، جو دور نہیں ہوسکتیں، یا مریض کی استعدادیں اس کی خواہشوں کا ساتھ نہیں دے سکتیں، بہ الفاظ دیگر گرہ اور حقیقت میں نزاع واقع ہوتی ہے۔ اس نزاع سے بچنے کی یہ صورت نکالی جاتی ہے کہ خیالی پلاؤ پکاکر گرہ کے لیے جزوی اظہار کا موقع فراہم کردیا جاتا ہے، اور حقیقی عالم کی منافات پر افتراق کی ضروری مقدار پیدا کرکے پردہ ڈالا جاتا ہے۔ ان حالات میں یہ کہا جاسکتا ہے، کہ حقیقت کا احتباس کردیا گیا ہے، اور سطح شعور پر گرہ بلا روک ٹوک اپنا کام کررہی ہے۔

۱۵۲ ایسی صورتوں میں نزاع سے بچنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے اور یہ بھی اپنی نوعیت اور اثرات کے اعتبار سے اتنا ہی مرضی ہے۔ اگر مریض یہ دیکھتا ہے، کہ عالم حقیقت میں گرہ آسودہ نہیں ہوسکتی تو وہ اسے اپنی زندگی سے قطعی طور پر جلا وطن کردینے کی کوشش کرتا ہے، اور وہ یہ بات بھول جانی چاہتا ہے کہ کبھی ان خاص خواہشوں کا اس کی زندگی میں وجود رہا ہے، اور اس طرح سے عمل کرتا ہے کہ گویا وہ کبھی تھیں ہی نہیں۔ بہ الفاظ دیگر وہ حقیقت سے تو اپنا تعلق قایم رکھتا ہے، اور گرہ کو دبا دینے کی کوشش کرتا ہے۔

ناقابل برداشت نزاع کے دور کرنے کے یہ دو طریقے اکثر ایک ہی مریض میں دیکھے جاتے ہیں، اور مندرجۂ ذیل واقعے میں دونوں کی مثال ملتی ہے، جس کو دراصل ینگ نے بیان کیا ہے[1]

ایک شخص جس کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان ہوگی، نہایت ہی ذہین اور آثار قدیمہ کا مشہور ماہر ہے، شفاخانے میں شدید جنونی ہیجان کی حالت میں لایا گیا۔ وہ کوتاہ قامت دبلے پتلے اور کمزورجسم کا انسان تھا۔ اور بے حد رک رک کر بولتا تھا۔ اس کے سابقہ حالات حسب ذیل ہیں۔ وہ ذہنی اعتبار سے بہت ہی ہونہار لڑکا تھا، اور بہت ہی کم سنی سے اس نے آثار قدیمہ کا مطالعہ شروع کیا تھا، اور جامعہ ب، میں اس نے تعلیم کو مکمل کیا تھا۔ جامعہ کی تعلیم کے ختم کرلینے کے بعد وہ کلیتہً علمی مشاغل میں مستغرق ہوگیا رفتہ رفتہ دنیا اور دوست احباب سے تعلقات منقطع کرلیے اور راہب کی سی زندگی بسر کرنے لگا۔ چند سال بعد تعطیلات میں گھومتے ہوئے وہ ب۔ پہنچا، جہاں اس نے زیادہ تر دن مضافات شہر میں گھوم کر گذارے۔ ایک دن اسی قسم کی سیر کے بعد اس نے گھبراہٹ اور بے چینی کی شکایت کی۔ رفتہ رفتہ ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوگئی جس نے جلد ہی شدید قسم کے ہذیان کی صورت اختیار کرلی جس کی وجہ سے اسے شفاخانے بھیجنا پڑا۔ شفاخانے میں داخل ہونے کے بعد اس کے حواس بے حد منتشر تھے، اور اسے مطلق معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے، وہ صرف چھوٹے چھوٹے جملے بولتا تھا مگر کوئی نہ سمجھتا تھا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ شدید ہیجان کے دورے بھی اکثر پڑتے تھے، جن کے دوران میں وہ ہر شخص پر حملہ کرتا تھا، اور صرف کئی نگرانوں کی متحدہ کوشش سے اس کو قابو میں رکھا جا سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہذیان کم ہوگیا۔ اور ایک روز اس طرح سے جاگا کہ جیسے بہت لمبا خواب دیکھکر بیدار ہوا ہو۔ اس کے بعد بہت تیزی سے اس کی حالت معمول کے مطابق ہوگئی، اور کچھ ہی عرصے کے بعد اس کو

۱۵۴

[1] سی جی ینگ Der Inhalt der Psychose طبع دین ۱۹۰۸ء

شفا خانے سے واپس کر دیا گیا۔ وہ فوراً اپنی سابقہ زندگی میں مصروف ہو گیا، اور ایک سال بعد اس نے اعلیٰ درجے کی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اس کے ملنے والے صرف یہ کہتے تھے کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ مردم گریز اور تاریک الدنیا بن گیا۔ پھر وہ ایک دفعہ اور ب ــــ آیا۔ اور پھر دن دن بھر دور دور تک گھومنے لگا۔ ایک روز بازار میں اس کو غش آ گیا، اور اس کے بعد پھر ہذیان کا دورہ پڑ گیا۔ دوبارہ پھر وہ شفا خانے لایا گیا۔ لیکن اس بار علامات وہ نہ تھیں جو اس کی پہلی علالت میں دیکھنے میں آئی تھیں۔ وہ تمام کمرے میں پیچیدہ قسم کی ورزشیں کرتا پھرتا تھا، اپنی حیرت انگیز قوت اور حسن کا ذکر کرتا تھا۔ خود کو مشہور گانے والا بتاتا تھا، اور اپنے تصنیف کیے ہوئے عشقیہ گیت گاتا رہتا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ہذیان کم ہو گیا، اور وہ لوگوں سے ملنے جلنے کے قابل ہو گیا۔ اب ڈاکٹر ینگ کو موقع ملا کہ اس کی بیماری کی تحلیل کریں۔ ۱۵۴

اب اگر ہم مریض کے سابقہ حالات کا ان واقعات کی روشنی میں مطالعہ کریں، جو تحلیل سے منکشف ہوئے ہیں، اس کے مرض کی نسبت ہماری بصیرت بہت بڑھ جائے گی۔ جس زمانے میں مریض ب ــــ میں طالب علم تھا اسے ایک خاتون سے محبت ہو گئی تھی۔ اور دونوں مل کر مضافات شہر میں دور دور تفریح کے لیے جایا کرتے تھے۔ تنہر میلے پن اور ہکلاہٹ کی وجہ سے وہ اپنے عشق کا اظہار نہ کر سکا۔ علاوہ بر ایں اس زمانے میں مالی امور کے خیال سے بھی شادی ناممکن تھی۔ جامعہ کی تعلیم کے ختم کر لینے کے بعد وہ ب ــــ روانہ ہو گیا، اور اس خاتون کو کبھی نہ دیکھا۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد اس نے سنا کہ اس نے کسی اور شخص سے شادی کر لی ہے۔ اب اس نے خود کو راہبانہ زندگی میں غرق کیا اور اسے بھول جانے کی کوشش کی۔ بہ الفاظ دیگر گرہ چونکہ حقیقت کے مخالف ہونے کی وجہ سے تکلیف دہ تھی اس لیے اسے دبا یا گیا۔ یہ تو ہم بیان ہی کر چکے ہیں، کہ اگرچہ گرہ کو دبایا جا سکتا ہے مگر دبا دینے کی وجہ سے یہ معدوم نہیں ہو جاتی۔ یہ شعور سے غائب ہو جاتی ہے، اور ذہن کے افکار و اعمال میں اپنا معمولی حصہ نہیں لے سکتی۔ مگر یہ نچلے طبق میں ۱۵۵

باقی رہتی ہے اور جلد یا بدیر خود کو ان بالواسطہ طریقوں میں سے کسی ایک سے ظاہر کرتی ہے جنھیں ہم نے سابقہ ابواب میں بیان کیا ہے۔ زیر نظر واقعے میں یہی بات درحقیقت ہوئی تھی۔

ہم نے اوپر بیان کیا تھا چند سال کی شدید محنت کے بعد مریض ب۔ کو واپس آیا تھا۔ اور اس کے چند ہی دنوں بعد ہذیان کا پہلا دورہ پڑا۔ اس ہذیان کی توجیہ بالکل آسان ہے۔ دبی ہوئی گرہ سطح کو توڑ کر اوپر آگئی تھی۔ دورے کی حالت میں مریض کے ذہن میں جو کچھ گذر رہا تھا اسے مندرجۂ ذیل الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو ایک زبردست خواب کی گڑبڑ میں مبتلا پایا۔ عظیم الشان لڑائیاں جاری تھیں اور وہ ہمیشہ لڑائی کے بیچ میں ہوتا تھا، اور شجاعت کے محیر العقول کارنامے انجام دے رہا تھا۔ وہ حیرت انگیز قابلیت کے ساتھ فوجوں کی قیادت کر رہا تھا، اور اس کی معشوقہ اس کے ان کمالات کو دیکھ رہی تھی اور اس کی محنتوں کے صلے کی حیثیت سے فتح کی منتظر تھی۔ یہ وہ وقت تھا جب وہ اندھادھند ہر شخص پر حملہ آور ہوتا تھا، اور اپنے نگرانوں کے ساتھ شدید کشمکش کرتا تھا۔ آخر کار فتح ہوگئی۔ دلہن اس کے پاس آئی اور وہ ایک بار پھر اپنی زندگی کی حقیقت اور بےکیف معمول کی طرف لوٹ آیا۔ گرہ کو پھر دبا دیا گیا۔

غور کرنے کے لائق بات ہے کہ اس ہذیان کا مافیہ معمولی عنفوان شباب کی خیالی پلاؤ سے کس قدر مشابہ ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ فرق محض افتراق کی شدت میں ہے، جس کی بدولت گرہ کو اس قدر موقع مل جاتا ہے کہ یہ شخصیت کے قابو سے کلیتہً منقطع ہو کر قطعی وہمی صورت میں خود کو ظاہر کرے۔ ۱۵۶

دوسرے حملے میں جو پہلے کی طرح سے ب ___ جانے کے بعد ہوا تھا واقعات کی روش کی حد تک مختلف تھی۔ اس وقت جن گرہوں کا اظہار ہوا، اگرچہ ان کا بھی صراحتہً جنسیت سے قریبی تعلق ہے، مگر یہ وہ گرہیں تھیں جو اس کی جسمانی کمزوریوں کی بدولت پیدا ہوئی تھیں۔ یہ بات یاد ہوگی کہ وہ کوتاہ قامت اور کمرو تھا، اس کے عضلات ڈھیلے اور کمزور تھے، اور وہ شدت سے

ہکلاتا تھا۔ اس کو موسیقی سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس کی آواز کرخت تھی، اور وہ ایک راگ بھی تال سر کے اندر نہیں گا سکتا تھا۔ ان سب سے مل کر جسمانی شرم کی ایک گرہ بن گئی، اس گرہ کو ہم اس وقت عمل کرتے دیکھ چکے ہیں جب وہ اس خاتون کے عشق کو اپنے دل میں لیے پھرتا تھا، مگر اس کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ ان سب کے ساتھ اس امر کی ایک چھپی ہوئی اور شدید خواہش تھی کہ کاش یہ نقایص دور ہو جاتے، ہذیان کے دوسرے حملے میں یہی گرہ سطح پر آگئی تھی، اور اس میں اس کی تمام خواہشیں جھوٹ موٹ کو پوری ہو گئیں۔ اس حملے میں وہ خود کو بے حد طاقتور اور اعلیٰ درجے کا ورزشی خیال کرتا تھا، اسی لیے وہ کمرے کے گرد پیچیدہ قسم کی ورزشیں کرتا تھا۔ اس وقت وہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا گانے والا اور مقرر سمجھتا تھا۔ حقیقت نے جو جو نقایص اس پر عاید کر رکھے تھے، ان کے مقابل کی ہر خوبی وہ اس وقت اپنے میں پاتا تھا۔

پس اس مریض کی نفسیاتی تعبیر حسب ذیل طریق پر کی جا سکتی ہے۔ گرہ حقیقت کے منافی ہے۔ اس لیے مریض دونوں میں توافق پیدا کرنے کی کوشش کو ترک کر دیتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد وہ حقیقت کو خیر باد کہہ کر گرہ میں غوطہ لگاتا ہے۔ یا جس طرح سے پہلے کہا گیا تھا وہ حقیقت سے پناہ لینے کے لیے مرض کی طرف بھاگتا ہے۔ ہذیان کے دوروں کے مابین جو وقفے ہوتے ہیں، ان میں وہ نزاع کے رفع کرنے کی ایک اور تدبیر کرتا ہے، وہ خارجی عالم پر قابو رکھتا ہے، اور گرہ کو دبا کر نزاع سے بچتا ہے۔ لیکن وہ ایسا صرف اپنی جذبی زندگی کے ایک پورے ٹکڑے کو تہس نہس کر کے کرتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ مردم گریز اور سنیاسی بن جاتا ہے۔

۱۵۷

اکثر مزمن صورتوں میں جیسا کہ صفحہ ۱۵۰ والی مثال میں ہے، یہ نام نہاد وقفات ہوش، جن کے دوران میں گرہ کو کامیابی کے ساتھ دبائے رکھا جاتا ہے، بالکل ہوتے ہی نہیں۔ مریض کلیتہً گرہ ہی کا ہو رہتا ہے، اور مستقل طور پر خود ساختہ دنیا میں رہتا ہے جہاں گرہ سے متعلق تمام خواہشوں اور آرزوؤں کو جی بھر کے پورا کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں گرہ میں ایک تبدیلی واقع ہوتی

ہے جو ''تنزل'' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔ جن الفاظ میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے وہ اور زیادہ مسخ اور مقرر ہو جاتے ہیں، بلکہ اکثر بے معنی الفاظ کے مجموعے سے زیادہ نہیں رہتے۔ اور گرہ سے جو اعمال ذہنی پیدا ہوتے ہیں، وہ بھی اسی پر مرکوز ہو کر گھٹ جاتے ہیں۔ آخر کار مریض کی کل حیات ذہنی شاید صرف ایک ہی مقررہ عمل کی انجام دہی پر مشتمل ہو جاتی ہے۔ جو پرانی گرہ کے بچے کھچے حصے کا پتا دیتا ہے۔ جس مریضہ کا صفحہ ۱۱۵ پر ذکر کیا گیا تھا، جو اپنی تمام زندگی خیالی جوتوں کے سینے میں بسر کرتی تھی اس آخری منزل کی عمدہ مثال ہے۔ ۱۵۸

بول چال اور ذہنی مافیہ کا اختلاط خاصے مقررہ قوانین کے مطابق جاری رہتا ہے جن کو ینگ اور اس کے متبعین نے بہت محنت سے دریافت کیا ہے۔ گنجایش کی کمی کی وجہ سے یہاں ان سے زیادہ بحث تو کر نہیں سکتے مگر اتنا ضرور کہ سکتے ہیں کہ ان کی مدد سے یہ ثابت کرنا ممکن ہے بے معنی سے بے معنی اور غیر مربوط سے غیر مربوط بات کا بھی ایک مقررہ مفہوم ہوتا ہے جس کو نفسیاتی تحلیل کے ذریعے سے واضح کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور نفسیاتی عمل ہے جس پر اس باب میں بحث کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کیونکہ اس کا تعلق، مخیلہ کی تعمیر سے ہے، جس سے ہم اب تک بحث کرتے رہے ہیں۔ یہ عمل جس کو اصطلاحاً ''مطابقت'' کہتے نہایت ہی اہم ہے، اور خفیف مدارج میں معمولی ذہنی زندگی میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ خود کو کسی دوسرے کے اسی طرح سے مطابق قرار دے لینے پر مشتمل ہوتا ہے، خواہ وہ شخص حقیقی ہو یا خیالی کہ ہمیں اس کی خوشیوں کلفتوں اور خواہشوں کا اس طرح سے تجربہ ہوتا ہے کہ گویا یہ خود ہماری ہوں۔ جب تک مطابقت باقی رہتی ہے ہم ایسا محسوس کرتے ہیں کہ وہ ہماری شخصیت کا ایک جزو ہے، اور اس کی ذات میں ہم اپنی زندگی کا ایک جزو گزار رہے ہیں۔ مطابقت سے معمولی اور غیر معمولی دونوں قسم کی نفسیات میں اکثر سابقہ پڑتا ہے، اور اس کے اندر بہت سے ایسے مظاہر داخل ہیں جنھیں ہمدردی کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔ چند تشریحی امثلہ پر غور کرنے سے اس تصور کے معنی صاف ہو جائیں گے۔ بہترین مثال تو دوسرے ۱۵۹

درجے کے رومانی ناولوں اور افسانوں کے پڑھنے والے میں ملتی ہے۔ اس قسم کے افسانوں سے جو دلچسپی ہوتی ہے' اس کی ایک توجیہ تو یہ ہوتی ہے' کہ پڑھنے والا خود کو افسانے کے ہیرو کے مطابق بنا لیتا ہے۔ اس کے ساتھ حیرت انگیز کارناموں میں زندگی گزارتا ہے ہیروئین پر عاشق ہو جاتا ہے' اور اس کے بعد ہمیشہ خوشی و مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ناول کی بدولت پڑھنے والے کو خیالی پلاؤ کی دلچسپیوں سے لطف اٹھانے کا موقع ملتا ہے' بغیر اس کے کہ خود اسے تخیلے کی تعمیر کرنے کی زحمت اٹھانی پڑے۔

اس سے بھی بہتر مثال طربی ناٹک دیکھنے والوں کی ہے۔ جس شخص نے اس قسم کے تماشے کے دوران میں حاضرین پر غور کیا ہوگا' وہ جانتا ہے کہ اسوقت یہ لوگ اسٹیج پر ہوتے ہیں اور رہیرو یا ہیروئین کی صورت میں ہوتے ہیں۔ تماشے سے جو فریب حقیقت وابستہ ہوتا ہے' اس سے ناول کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح سے خیالی پلاؤ پک سکتی ہے' اسی لیے ناٹک زیادہ مقبول عوام ہوتا ہے۔ ناظرین کو اصرار ہوتا ہے ان کی خیالی پلاؤ کا انتظام ہونا چاہیے'۔ اسی لیے تمثیل نگار نوابوں اور امیروں کی کافی تعداد مہیا کرنے اور اپنے مناظر کو محلات کے قرب وجوار میں پیش کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

۱۶۰ اگر ہم اول درجے کے ناول یا ناٹک کو لیں' تو مطابقت کی میکانیت یہاں بھی عامل نظر آتی ہے' مگر یہاں یہ اتنی سادہ شکل میں ظاہر نہیں ہوتی۔ پڑھنے والا خود کو اس میں ہیرو کے مطابق نہیں سمجھتا بلکہ بیک وقت کل سیرتوں کے مطابق خیال کرتا ہے۔ وہ اس میں گرہوں یا جزئی رجحانوں کی تصویر دیکھتا ہے' جو خود اس کے ذہن میں بھی ہوتے ہیں۔ اور ایسی نزاعوں اور کشمکشوں کا حال پڑھتا ہے' جن کا خود اسے اپنی زندگی میں تجربہ ہوتا ہے۔ یہی حال اعلیٰ درجے کی تمثیل یا ناٹک کا ہوتا ہے۔ اس قسم کی تصانیف صرف ایک محدود طبقے میں مقبول ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ناظرین اتنے پیچیدہ ذہنی اعمال رکھتے ہیں' کہ مطابقت واقع ہو سکتی ہے۔ مگر یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ناول یا ناٹک سے

جنسے نفسیاتی مظاہر پیدا ہوتے ہیں ان سب کو ہم اس ایک میکانیت میں تحویل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے ہیں، بلکہ صرف ان عوامل کا پتا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، جن پر یہ فن کے کام مبنی ہوتے ہیں۔

مطابقت کی میکانیت ایسے بہت سے بے قاعدہ افعال کی تہ میں مضمر ہوتی ہے، جن کی حقیقی اصل سے خود فرد بھی بالکل ناواقف ہوتا ہے۔ مثلاً میرا ایک مریض بغیر کسی ظاہری سبب کے ایسے مقدمے میں شریک ہوگیا تھا، جو اس کے ایک ملاقاتی نے اپنی بیوی کے خلاف دائر کیا تھا۔ وہ اس مقدمے میں غیر معمولی جوش و خروش سے شریک ہوا، خود اپنے کاروبار سے غفلت برتی اپنے ملاقاتی کی بہت کافی رقمی امداد کی، اور اس کی جیت کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہوسکا کیا۔ جب میں نے اس سے دریافت کیا کہ تمھارے اس فعل کی وجہ کیا ہے، تو اس نے مجھے یقین دلایا کہ صرف دوستی اور انصاف پسندی کی بنا پر وہ ایسا کر رہا ہے۔ اس جواب میں وہ عمل تو آسانی کے ساتھ شناخت ہوسکتا ہے جسے ہم نے تاویل کے نام سے بیان کیا تھا۔ تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ مبینہ دوستی کی عمر صرف چند ہفتے تھی۔ اور رہا انصاف تو وہ صاف طور پر فریق مخالف کی طرف تھا، مریض کے عمل کا اصلی سبب نفسیاتی تحلیل سے معلوم ہوا، اور وہ یہ تھا کہ خود اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان سخت جھگڑا تھا۔ اس لیے اس نے غیر محسوس طور پر خود کو دوسرے شخص کے مطابق بنا لیا تھا، جو اتفاقاً اسی کی سی حالت میں مبتلا تھا۔ اسی میکانیت کا صلے والی مثال میں بھی مشاہدہ ہو سکتا ہے، جہاں مریض دو پردیسیوں کے ساتھ بدسلوکی ہوتی ہوئی دیکھ کر پریشان ہوگیا تھا۔

۱۶۱

مطابقت کا نہیج اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص ایسی صورت یا ماحول کے اندر رہوتا ہے، جس کی پہلے کو آرزو ہوتی ہے۔ یہ بات سادہ شکل میں اس بچے کے کھیل میں دکھائی دیتی ہے، جو باپ ہونے کی نقل کرتا ہے، اور اس طرح سے بڑے ہونے کی سحر آگیں خوشیوں سے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اسی عمل کی نسبتہً پیچیدہ صورت اکثر اختناقی علامات کی وجہ ہوتی ہے۔ اس

مرض میں اکثر تکالیف کسی دوسرے شخص کی مطابقت کا نتیجہ ہوتی ہیں جو کسی عضوی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، مگر جو کسی ایسی خصوصیت کا بھی مالک ہوتا ہے، جس کی مریض کو بے حد آرزو ہوتی ہے مثلاً خود میرا ایک اختناقی مریض دوران سر کے شدید حملوں میں مبتلا رہتا تھا۔ تحلیل سے یہ پتا چلا، اس کی علامات تمام تر اپنے باپ کی مطابقت کا نتیجہ ہیں، جسے کان کا پرانا عارضہ تھا، اور کان کے متاثر ہونے کی صورت میں دوران سر اکثر لاحق ہو جاتا ہے۔ ۱۶۲

مطابقت کا ان خیالی پلاؤ پکانے کے اعمال سے بہت قریبی تعلق ہے، جن سے اس باب کے ابتدائی حصوں میں بحث کی جا چکی ہے۔ خیالی پلاؤ پکانے والا جو کسی مشہور ہیرو کے فتح مند جلوس کو بازاروں میں سے گزرتا ہوا دیکھتا ہے، وہ اس جلوس کے مرکز میں ہوتا ہے اور اس کے ساتھ تالیاں بجاتے ہوئے مجمع میں سے گزرتا ہے۔ اس سادہ اور مشہور منظر سے قریبی تعلق رکھنے والی علامات کا ایک سلسلہ پاگل خانے کے پرانے مریضوں کے کمروں تک جاتا ہے جہاں ہم بادشاہوں، جنرلوں اور بڑے لوگوں کے نمایندوں کا نہایت ہی شاندار مجمع دیکھتے ہیں۔



باب (۱۲)

نزاع کی اہمیت

۱۶۳ اب اگر ہم اس میدان پر ایک بار پھر نظر ڈالیں جس کو ہم نے اب تک طے کیا ہے، اور ان آلات پر غور کریں جو اس کی جزئیات کی تحقیق میں مفید ثابت ہوتے ہیں تو ہمیں یہ بات فوراً معلوم ہو جائے گی کہ دو آلے ایسے ہیں جن سے تقریباً ہر موڑ پر کام لیا گیا ہے۔ یہ افتراق اور نزاع کے تصور ہیں۔ یہ اس قدر مفید ثابت ہوئے ہیں کہ حیات ذہنی میں جو کام یہ انجام دیتے ہیں، اس پر نسبتہً زیادہ جامع اور عام نقطۂ نظر سے غور کرنا نفع سے خالی نہ ہوگا۔

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ غیر معمولی مظاہر کی ایک بڑی تعداد کو جس میں اوہام اور اختباطات سے لے کر پیچیدہ مخبلے تک داخل ہیں جن کو گزشتہ باب میں بیان کیا گیا ہے، افتراق کی امثلہ قرار دینا چاہیے۔ ذہن اس یکجہتی کو کھو بیٹھتا ہے جو تندرست شخصیت کا معیار ہوتی ہے، اور کم و بیش علٰحدہ علٰحدہ حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ان حصوں میں سے ہر ایک کل کی عافیت کا لحاظ کئے بغیر اپنے نشو و نما کو جاری رکھتا ہے۔

۱۶۴ علاوہ بریں ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ یہ افتراق ہمیشہ نزاع کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چونکہ ذہن میں باہم مخالف عنصر ہوتے ہیں اس لیے یکجنسی باقی

نہیں رہتی۔ اور اس کشمکش سے بچنے کے لیے جو ان باہم مخالف عنصروں کے ایک ساتھ رہنے سے لازماً پیدا ہوتی ہے افتراق سے کام لیا جاتا ہے۔ لہذا احیاتیاتی نقطۂ نظر سے افتراق نزاع کی کشمکش سے بچنے کی ایک پناہ گاہ ہے اور جو نزاعیں کسی اور طرح سے دور نہ ہوسکتی ہوں ان کے دور کرنے کا ایک فطری طریقہ ہے۔ لہذا اگر ہم ان اسباب کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں جو غیر طبعی ذہنی مظاہر کا باعث ہوتے ہیں تو یہ انکشاف کہ افتراق کا وجود ہے عمل کا اولین قدم ہے۔ اور اس سے پیچھے کی طرف لوٹنا اور اس نزاع کا پتا لگانا جو اس کی تہ میں ہوگا ہمیشہ ضروری ہوتا ہے۔

لہذا جنون کے اسباب میں نزاع اساسی عامل ہوتا ہے۔ اور اس کی اصلی اہمیت کا تعین نفسیات اور حکمت دونوں کے لیے نہایت ہی اہم ہے۔ اس میں ذرا شبہہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ مستقبل قریب کے حکمی کام کے لیے نہایت ہی زرخیز میدان فراہم کرے گا۔ فی الحال نزاع کی اہمیت کو بہت ہی ناقص اور نامکمل طور پر سمجھا گیا ہے، اور اس موضوع پر کسی عام بحث کا بڑی حد تک قیاسی ہونا ضروری ہے۔ مگر جو نتایج اس علم سے جواب تک حاصل ہو چکا ہے کسی حد تک وثوق کے ساتھ اخذ کیے جا سکتے ہیں اور جن جہتوں میں مزید تحقیقات مفید ہوسکتی ہے ان پر غور کر لینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ۱۶۵

اس کتاب کے سابقہ ابواب میں عام طور پر ہمارا کام کسی نہ کسی علامت کی توضیح رہا ہے، اور اسی لیے ہم نے مریض کی ذہنی حالت کی اس سے زیادہ تحلیل کرنے کی کوشش نہیں کی جتنا کہ اس غرض کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے اکثر صورتوں میں جب نزاع کو ہم نے بلاواسطہ علامت کے پیدا ہو جانے کی علت قرار دیا ہے وہ مقابلتاً ادنیٰ قسم کا ہوتا ہے، اور اس سے متعلقہ گرہیں ذہن کے صرف سطحی عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں۔

لیکن جب زیادہ گہری تحلیل کی گئی، اور ذہنی حالت کی توجیہ کے لیے سلسلۂ تحقیق کو کافی دور تک لے گئے تو آخرکار زیادہ اساسی نزاع دریافت ہوئی۔ اس اساسی نزاع میں ایسے عوامل داخل ہیں جو نتایج مرتبہ کے تناسب

اہمیت رکھتے ہیں، اور یہ بالعموم ہمیں بڑی اولین جبلتوں تک لے جاتا ہے، جو ذہن کی اصل محرک قوتیں ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک کشمکش ہو رہی ہے، جس میں ان اولین جبلتوں میں سے ایک دوسری کے مقابلے میں معرکہ آرا ہے، یا جس میں کسی ایسی جبلت کی خواہشوں اور میلانوں کے خلاف ایسے حالات ہیں، جو مریض پر ماحول کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ لہذا یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے، ان دو قسم کے نزاعوں ہی میں مظاہر جنون میں سے اکثر کے اصلی اسباب پائے جاتے ہیں۔

۱۶۶

فرائڈ کا خیال ہے کہ ذہنی بیماری کی بعض اقسام کے جتنے مریض ہوتے ہیں، ان کے مرض کی اصل کا بڑی جبلتوں میں سے ایک جبلت یعنی جنس کے عوامل تک پتا لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں تو شک ہی نہیں ہے کہ جنسی تسویقات میں بے پایاں قوت ہوتی ہے، اس لیے اس اختلاف کی بدولت جو ان کے اور ان ضوابط کردار کے مابین ہوتا ہے، جو متمدن معاشرے کی طرف سے عائد ہوتے ہیں یہ نزاع اور ذہنی انتشار کا سب سے عام ذریعہ بن جاتی ہے۔ با ایں ہمہ اکثر ارباب فن فرائڈ کی تعمیمات کو ضرورت سے زیادہ وسیع خیال کرتے ہیں اور ان کو کلیتہً قبول نہیں کرتے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ جو شہادت اس کی تائید میں پیش کی گئی ہے وہ قطعی نہیں ہے، اور اگر اس واقعے کا بھی لحاظ کر لیا جائے کہ فرائڈ کا تصور جنس اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا کہ عام طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے، تو بھی اس کے نظریے کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تشفی بخش حد تک ثابت ہو چکا ہے۔

غالباً فی الحال یہ ماننا زیادہ قرین احتیاط ہے کہ زیر بحث نزاعوں میں ذہن کی اساسی جبلی قوتوں میں سے کسی قوت کے عوامل ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ یہ عوامل کافی جذبی شدت رکھتے ہوں۔ اس بات کو تو بلا تکلف تسلیم کرتے ہیں کہ جنسی جبلت کا اکثر صورتوں میں غالب حصہ ہوتا ہے۔ مگر یہ دیکھنے کے لیے بھی ہم تیار ہیں کہ ان میں سے بعض صورتیں ایسی نزاعوں پر مبنی ہیں، جن سے زیادہ تر دوسرے عناصر کا تعلق ہوتا ہے۔

۱۶۷

ان بڑی اولین جبلتوں میں سے جو ایسی مخالف قوتیں مہیا کرتی ہیں جو ذہنی نزاع کا باعث ہوتی ہیں، جبلت غولی یا معاشری جبلت کو بھی ایک اہم مرتبہ دینا پڑے گا۔ باب ۸ (صفحہ ۱۳۴) میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ انسان کے یقینوں اور اس کے کردار کا بڑا حصہ اس جبلت کے عمل پر مبنی ہے۔ رواج و تعلیم سے جو میلانات منسوب کیے جاتے ہیں وہ بیشتر اسی سے اپنی قوت حاصل کرتے ہیں۔ اسی سے وہ میکانیت مہیا ہوتی ہے، جس کے ذریعے سے کسی خاص جماعت کا اخلاقی ضابطہ اس کے ہر فرد پر اس طرح نافذ کیا جاتا ہے کہ اس جماعت کا ہر فرد جبلی طور پر اس طرح سے فکر و عمل کرنے پر مجبور رہوتا ہے، جس طرح سے ضابطہ چاہتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس قسم کے کردار پر جماعت نے مہر جواز ثبت کر دی ہے اس کو جبلی عمل کی کل خصوصیات حاصل ہو جاتی ہیں، اگرچہ وہ کردار کوئی عقلی بنیاد نہ رکھتا ہو اور تجربے اور دوسری اولین جبلتوں کے میلانات کے خلاف ہو۔ دوسری اولین جبلتوں کے ساتھ اس اختلاف کی بہترین مثال جنسی جبلت کی صورت میں ملتی ہے، کیونکہ جبلت جنسی کی تشویقات کو اخلاقی تعلیم اور رسم و رواج کے مخالف میلانات مسلسل روکتے اور قابو میں رکھتے ہیں۔

۱۶۸

یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ اولین جبلتوں اور ان ایقانات و ضوابط کی کشمکشوں میں جن کو معاشری جبلت عاید کرتی ہے، ذہنی نزاع کے نشو و نما کے لیے زرخیز میدان ہے۔ متعلقہ عوامل میں سے ہر ایک میں بے پایاں جذبی قوت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیے، ان کے اختلاف سے اس قسم کے غیر معمولی ذہنی مظاہر بہ افراط پیدا ہو جائیں گے، جن کا اس کتاب کے سابقہ ابواب میں ذکر ہو چکا ہے۔ ٹراٹر نے جس کے مضامین کا ہم کئی بار حوالہ دے چکے ہیں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے، اور بتایا ہے کہ جبلت اولیہ اور معاشری روایات کی نزاع ذہن انسانی کے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے قول کے مطابق اس کی بدولت ذہنی انتشار کی جو علامات پیدا ہوتی

ملے۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۳۴۔

ہیں، انھیں اب روز بروز زیادہ وسیع میدان اور مختلف قسم کے مظاہر میں تسلیم کیا جا رہا ہے .... اس میدان میں جنون کا بھی ایک حصہ داخل ہے۔ مگر یہ حصہ کس قدر ہے اس کا ہم فی الحال اندازہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ حصہ کافی بڑا ہے۔ اس میں وہ حالتیں بھی داخل ہیں جن کو نظام عصبی کے فعلی امراض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں ذہنی اعتبار سے غیر استوار لوگوں کا بڑا مجموعہ بھی داخل ہے، تفصیلی بحث کے بغیر اس امر کا تعین تو مشکل ہے کہ یہ مجموعہ کتنا بڑا ہے مگر اتنا سب جانتے ہیں کہ یہ ہے بہت بڑا۔

۱۶۹ گذشتہ باب میں ہم نے چند ایسے مریضوں کا حال بیان کیا تھا، جن کے جنون کی ابتدا ذہن کی غالب گرہوں اور ان حالات کے مابین تصادم پر مبنی تھی، جس میں فرد رہنے پر مجبور تھا۔ یہ ثابت کیا گیا تھا کہ آخر کار جو غیر معمولی مظاہر پیدا ہوئے انھیں حیاتیاتی ردات عمل قرار دیا جا سکتا ہے، جن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کشمکش کے ناقابل برداشت دباؤ سے بچنے کے لیے ایک صورت پیدا کی جائے۔ مریض کو افتراق کی صورت میں ایک مفر مل گیا، اور وہ ایک خیالی دنیا میں گوشہ نشین ہو گیا جہاں گرہوں کو اختباطی تشفی حاصل ہوئی، اور وہ تمام ذہنی اعمال جو اس خیالی عالم کے منافی تھے، ساحت شعور سے خارج کر دیے گئے۔ اب اس قسم کی صورتوں میں یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جو اعمال شعور کے اندر موثر اشتراک سے اس طرح سے باز رکھے جاتے ہیں، ان میں تقریباً وہ تمام میلانات بھی ہوتے ہیں جو معاشری جبلت کے عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مریضوں کے تمام اجتماعی اور معاشری اوصاف زایل ہو جاتے ہیں، اور رواجی کردار کے موجبات اب ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ خفیف حالتوں میں یہ تبدیلی خود کو محض اس صورت میں ظاہر کرتی ہے کہ مریض کو ہم جنسوں کے معاملات سے کوئی خاص دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ وہ تنہائی پسند اور غیر ملنسار ہو جاتا ہے دوستوں اور عزیزوں کی صحبت کم ہو جاتی ہے، معاشرے اور عام رسم و رواج سے بے پروائی برتی

۱۷۰ جاتی ہے۔ شدید صورتوں میں یہ تبدیلی بہت زیادہ نمایاں ہوتی ہے، اور ذہن معاشرے کی زندگی میں اشتراک سے قطعاً احتراز کرنے لگتا ہے۔ مریض کا کردار

معاشرے کے قواعد وضوابط کا پابند نہیں رہتا، اور وہ گندہ پست اور بے شرم ہو جاتا ہے۔ اس تصویر میں جس کے اکثر پرانے مریض مطابق ہوتے ہیں معاشری جبلت اور ذہنی اعمال کی اس بڑی تعداد کا مطلق انکار آسانی کے ساتھ دریافت ہو سکتا ہے، جو اس جبلت سے پیدا ہوتے ہیں۔

ان واقعات سے یہ خیال ہوتا ہے کہ جنون کی اس بڑی قسم کی تہ میں جو اساسی میکانیت ہے وہ دراصل معاشری جبلت کے احتباس پر مشتمل ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جس شخص کو اولین جبلتوں اور ماحول و روایات کی ناقابل برداشت کشمکش سے سابقہ ہو، اور جسے عالم خیال میں گوشہ نشینی اختیار کرنے اور عالم حقیقت کو خارج کر دینے ہی میں مفر ملا ہو، وہ صرف معاشری جبلت کو ذہن کی دوسری اصلی قوتوں سے جدا کر کے، اور اسے آیندہ اس میں کسی قسم کے عمل کا موقع نہ دے کر ہی ایسا کر سکتا ہے۔ اگر یہ مفروضہ صحیح ثابت ہو جائے تو جنون کی جو قسم اس وقت زیر بحث ہے، اس کے ازالے کی صورت یہ ہو گی کہ اس افتراق کو دور کر دیں۔ ممکن ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ رجحان افتراق انفرادی ذہن کی ساخت میں مضمر ہے، اور یہ انتخابی ازدواج سے رفع ہو سکتا ہے۔ اگر ہمیں اس امر کا یقین ہو جائے کہ اس کے رفع کر دینے سے ذہن کا کوئی اور قابل قدر وصف زائل نہ ہو جائے گا، تو ظاہر ہے کہ جنون کے روکنے کے لیے انتخابی ازدواج سب سے موثر طریقہ ہو گا۔ مگر یہ بھی اسی قدر ممکن ہے کہ آیندہ چل کر قصور رجحان افتراق کا ثابت نہ ہو، بلکہ اس نزاع کی نوعیت کا ہو جس سے یہ پیدا ہوا ہے۔ اس صورت میں صرف یہ علاج ممکن ہو گا، حریفین میں سے ایک کو اس طرح سے بدل دیا جائے گا، کہ تضاد پیدا ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اولین جبلتوں کو تو بدلا نہیں جا سکتا۔ اس لیے حملہ روایات و ضوابط پر کرنا ہو گا، جن کو معاشری جبلت کے عمل سے قوت حاصل ہوتی ہے۔

مگر ہمارے علم کی جو حالت اس وقت ہے، اس کے لحاظ سے یہ سب باتیں قیاسی ہیں، اور انھیں مستقبل کی تحقیقات کے لیے صرف ایک ممکن میدان خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان امور سے یہ بھی خیال ہوتا ہے جو پر جوش مصلح

۱۷۱

انتخابی ازدواج کے لیے قانون میں غیر معمولی تبدیلیاں کرانا چاہتے ہیں، ان کو چاہیے کہ قدم احتیاط کے ساتھ بڑھائیں۔ کیونکہ کم از کم اس بات کا تصور تو ہو سکتا ہے، کہ ہمارا یہ یقین کہ ہر فرد کو ان حدود کے اندر رہنا اور عمل کرنا چاہیے جو رسمی اور بالکل مصنوعی معیارات کردار نے عاید کی ہیں، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے معاشرے سے الگ کر دینا چاہیے، ممکن ہے کہ غلط اور نسل کی ترقی کے لیے مضر ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جنون یا اس کا کچھ حصہ فرد کے داخلی نقایص پر اس قدر مبنی نہ ہو، جس قدر کہ ان حالات پر جن میں فرد کو رہنا پڑتا ہے، اور ممکن ہے کہ مستقبل کو یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ فرد کے خارج کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ حالات کے بدلنے کی ضرورت ہے۔ ۱۷۲



کتابیات

ذیل میں کتابوں کی جو فہرست دی گئی ہے ' اس کے انتخاب میں صرف یہ خیال پیش نظر رہا ہے کہ متعلم کو ان کے پڑھنے سے مضمون کے سمجھنے میں مدد ملے - اس میں صرف انگریزی زبان میں جو کتابیں ہیں ، انہیں کو درج کیا گیا ہے مگر اس فہرست کو جامع نہ خیال کرنا چاہئے -

عام

B. Hart.	Psychopathology. Cambridge, 1927
P. Janet.	Psychological Healing. London 1925
T. W. Mitchell.	The Psychology of Medicine London 1921
———	Problems in Psychopathology. London 1927
M. Prince.	"The Dissociation of a Personality" New Yark, 1906
T. A. Ross	The Common Neuroses. Lonon 1923
A. G. Tansley.	The New Psychology. 2nd edition, London, 1922.
W. Trotter.	Instincts of the Herd in Peace & War. London 1916

فرائڈ اسکول

S. Freud	The interpretation of dreams. 3rd edition, London 1913
———	Introductory Lectures on Psychoanalysis. London 1922
E. Jones	Treatment of the Neuroses. London 1920.
———	Papers on Psychoanalysis 3rd edition, London 1923
———	Psychoanalysis. Benn's Sixpenny Library, London 1928.

ینگ اسکول

C. G. Jung	Analytical Psychology 2nd edition London, 1917
———	Psychological Types. London 1923
———	Contributions to Analytical Psychology, London 1928

آڈلر اسکول

A. Adler	The Neurotic Constitution, London 1917
———	Practice & Theory of Individual Psychology, London 1924
———	Problems of Neurosis. Lonon 1929

فہرست اصطلاحات

Abnormal	غیر طبعی
Alcoholism	شراب خوری
Amensia	فتور حافظہ
Anaesthesia	بے حسی
Ascetics	مرتاض
Betrothal Dilirium	منگنی کا ھذیان
Censure	ملامت
Complexes	گرھیں ، مخلوطات
Conflict	نزاع
Cynicism	کلبیت
Day Dreaming	خیالی پلاؤ پکانا
Degradation	تنزل ۔ انحطاط
Delusions	اختباطات
Dementia	عتاہت
,, emotional	جذبی عتاہت
,, seile	عتاہت پیری
,, Paraccox	عتاہت تبادر
Depression	اضمحلال
Devil's Claw	پنجہ شیطانی
Dissociation	افتراق
Ego	ایغو
Excitement	ھیجان
Field of Conciousness	ساحت شعور
Functional nervous disorders	وظائفی عصبی امراض
Hallucinations	اوھام ، توھمات
Herd Instinct	معاشری جبلت
Identification	مطابقت
Incoherence	بے ربطی
Libido	شہوت
Logic Tight Compartment	مانع منطق خانہ
Mechanism	میکانیت
Mutism	گونگا پن
Neurasthenia	ضعف اعصاب
Obsessions	اختصارات
Phantasy	مخیلہ

اظلال	Projection
تاویل	Rationalization
احتباس	Repression
مزاحمت	Resistance
عاطفت	Sentiment
جنسی جبلتیں	Sex Instincts
خواب خرامی	Somnambulism
لاشعور	Unconcious, The
دھونے کا خبط	Washing Mania

صحت نامہ

نفسیات جنوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
دیباچہ ۱	۱۵	پایۂ	پایہ
〃 ۲	۱۸	تدکرہ	تذکرہ
〃 چہارم ۲	۴	سمجھتے	سمجھنے
مقدمہ چہارم ۱	۱۰	جر	جو
〃 ۶	۲۲	حائل	حایل
〃 ۷	۱۷	۷	۶
〃 ۸	پیشانی	دیباچہ	دیباچہ
〃 ۱۳	۶	تادریسات	تدریسیات
〃 ۱۴	۲۲	سی	سے
متن ۴	۱۳	راہبوں	راہبوں
〃 ۱۰	۲۵	صرف ہی	صرف یہی
〃 ۱۲	پیشانی	نفسیات جنون	نفسیات جنون
〃 〃	۵	یاداشت	یادداشت
〃 ۱۵	۲	کہے	کہ
متن ۲۲	۳	عصبانی	عصباتی
〃 ۲۳	۹	ارتسا ا	ارتسام
〃 ۲۴	۲۵	حولے	حوالے
〃 ۲۶	۱۹	[illegible]	اور
〃 ۲۸	۱۶	تصورہ	تصور
〃 ۳۱	۱۳	عور	غور
〃 ۶۰	۲۵	مائع	مانع
〃 ۶۲	۲	لعنی	یعنی
〃 ۶۳	۱۹	واسطے	واسطے
〃 ۶۷	۱۰	اقتباس	اقتباس
〃 ۶۸	۱۶	تہوں	تہوں میں
〃 ۹۰	۱۴	بھرہوا	بھرا ہوا
〃 ۱۱۶	۱۷	عور	غور
〃 ۱۲۳	۲	حباتیاتی	حیاتیاتی